پسند فرمودہ مفتی اعظم پاکستان
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ

(۱۶)

تہذیب الاخلاق کامل

افادات حضرت حکیم الامّت مولانا
اشرف علی صاحب تھانویؒ

ترتیب
محمد اقبال قریشی

ناشر: **ادارہ تالیفات اشرفیہ**
جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد ضلع بہاولنگر

آئینہ مضامین

تقریظ

یادگارسلف عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب عارفی قدس سرہٗ

خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانویؒ

مشفقم و محترم زاد اللہ عافیتکم فی الدارین

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا کتابچہ اخلاق ذمیمہ اوران کا علاج جو مجموعہ ہے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کا' بہت ہی نافع ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ مطالعہ کرنے والوں کے لئے اکسیری نسخے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت عطا فرمادیں۔آپ کی مساعی جو محض خلوص اور حصول رضاء الٰہی کے لئے ہیں۔انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے سرمایہ سعادت دارین ثابت ہوں گے جو کام پیش نظر ہیں تو کلاً علی اللہ کرتے رہئے اس وقت تقاضائے وقت کے لحاظ سے حضرت حکیم الامتؒ کی دینی خدمات کو مختلف عنوانات سے شائع کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرمادیں۔

خیراندیش

احقر محمد عبدالحیؒ عفی عنہٗ

۱۵اپریل ۱۹۸۱

تقریظ

حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب مدظلہم

بانی ومہتمم جامعہ امدادیہ گلشن امداد فیصل آباد

تعلیم عقائد کے بعد اسلام میں عبادات' معاملات اور معاشرت انتہائی قابل اہتمام امور ہیں ان کے علاوہ اصلاح اخلاق کو اسلامی تعلیمات میں خصوصی اہمیت حاصل ہے بلکہ ان کی

اصلاح کے بغیر مذکورہ شعبوں میں بھی جان پیدا نہیں ہوتی۔

اصلاح اخلاق کے دو حصے ہیں۔(۱) ریا تکبر' حسد جیسے رذائل سے اپنے آپ کو پاک کر لینا۔(۲) صبر' شکر اور تواضع جیسے فضائل اور اخلاق حمیدہ اپنے اندر پیدا کر لینا۔ ان دونوں حصوں کی تکمیل سے انسان ایسا نفیس ترین جوہر بن جاتا ہے جو حق تعالیٰ کی نظر میں سب چیزوں سے محبوب بن جاتا ہے۔

اکابر مشائخ وصوفیائے کرام نے اس مقدس موضوع پر نہایت گرانقدر تصانیف کثرت سے فرمائی ہیں۔ آخری دور میں اکابر امت رحمہم اللہ کے بہترین ترجمان حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے اس سلسلہ میں اپنی تصانیف' مواعظ اور ملفوظات میں سلف رحمہم اللہ کے علوم ومذاق کی نہایت لطیف' دلکش' دلآویز جاذب تعبیرات سے عجیب نوعیت سے ترجمانی فرمائی ہے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ یہ سب حقائق اور ان کی تعبیر حسنہ الہامی امور ہیں۔

حضرت مولانا محمد اقبال قریشی زید مجدہم قابل صد تحسین شخصیت ہیں۔ جنہوں نے تہذیب اخلاق میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی تعبیرات میں سے ہی اخلاق ذمیمہ اور اخلاق حمیدہ کی نہایت عمدہ انداز سے ترتیب وتبویب فرمادی ہے۔ اس مجموعہ میں جامعیت کے ساتھ اختصار ہی ملحوظ ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا محبوب مرغوب اسلوب کی چاشنی کے حصول کے ساتھ ساتھ اس انداز سے استفادہ بھی نہایت سہل ہو گیا ہے۔ بہشتی زیور' تسہیل

المواعظ اصلاحی نصب کی طرح یہ کتاب ''تہذیب الاخلاق'' ہر سالک اور مسلمان کے زیر نظر ہونی چاہئے۔

حق تعالیٰ اسے اعلیٰ درجہ کی قبولیت و نافعیت سے نوازیں۔ حضرت مرتب کا سایہ صحت و عافیت سے قائم رکھیں ان کے فیوض میں ترقیات مرحمت فرمائیں۔

نذیر احمد

۵ محرم ۱۴۲۲ھ

الحمد للہ تہذیب اخلاق کافی عرصہ سے جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے نصاب میں شامل ہے۔ اس مرتبہ احقر ناکارہ کی درخواست پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہم نے تقریظ تحریر فرمادی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

دعا گو

احقر قریشی غفرلہ

والا نامہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

صدر دار العلوم کراچی نمبر 814 ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

مکرمی ومحترمی جناب محمد اقبال قریشی صاحب۔ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج کی ڈاک سے کتابوں کا پارسل اور گرامی نامہ ۲۹ صفر ۱۴۰۷ھ موصول ہوا۔

دونوں رسالے (اخلاق ذمیمہ اور اشرف الکلام) دیکھ کر بہت مسرت ہوئی اور دل سے آپ کیلئے دعا نکلی۔ ماشاء اللہ یہ بہت مفید خدمت اللہ جل شانہ نے آپ سے لی ہے۔ دونوں کتابیں اتنی دلچسپ ہیں کہ شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا بلکہ اگر وقت تنگ ہو اور جلدی میں کوئی صفحہ کھول لیا جائے تو تب بھی اس صفحہ سے بڑے کام کی باتیں بہت مختصر وقت میں حاصل ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور ہم سب کیلئے نافع بنائے۔

ان دونوں کتابوں کا ایک ایک نسخہ احقر کیلئے اور دو دو نسخے دار العلوم کی لائبریری کیلئے بذریعہ وی پی ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

والسلام

محمد رفیع عثمانی

مفتی وصدر دار العلوم کراچی

والا نامہ حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی
مدظلہم نائب مفتی دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

آنجناب کا مرتب کردہ رسالہ اخلاق ذمیمہ اوران کا علاج بذریعہ بک پوسٹ موصول ہوا مل کر بہت خوشی ہوئی۔ ماشاءاللہ آنجناب نے بہت مفید رسالہ ترتیب دیا ہے جس نے بہت سی کتابوں اور رسالوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیا ہے ماشاءاللہ بڑی مفید خدمت ہے حق تعالیٰ اس کو اور اس ادارہ کو قبول فرمائے ورظاہراً و باطناً لامتناہی ترقیات سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

دعا گو دعا جو

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۵۔۶۔۱۴۰۱ھ

تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی الہ واصحابہ و اولیائہ اجمعین و بارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراo اما بعد

اخلاق سب فطری ہیں اور رذائل کے فطری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں کو بھی غصہ آتا ہے اور محققین کا قول ہے کہ غضب کبر سے پیدا ہوتا ہے پھر غضب سے غیبت پیدا ہوتی ہے۔ جب بچوں میں غصہ ہے تو معلوم ہوا کہ ان میں کبر بھی ہے تو بچوں کے اندر ان امور کے ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ امور فطری ہیں۔

اخلاق سب فطری ہیں اس لئے انکا ازالہ ناممکن ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل سکتا ہے مگر انسان کی جبلت وفطرت تبدیل نہیں ہوسکتی البتہ مجاہدہ سے ان کا امالہ ہوسکتا ہے کہ بوقت ضرورت ان کو کام میں لایا جا سکے اور شرارت نفس کے تقاضا کے وقت اس سے بچا جا سکے۔ مثلاً غصہ کو اعداء اللہ کے مقابلہ میں کام میں لانا محمود ہے اس قسم کی متعدد مثالیں آپ کو اس رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوں گی۔ اس کی مثال شکاری کتے کی ہوسکتی ہے کہ بوقت شکار اس سے کام لیتے ہیں ورنہ

الحمدللہ اس رسالہ میں تقریباً اخلاق ذمیمہ کا تفصیلی بیان آ گیا ہے۔تمام اخلاق رذیلہ کا علاج تامل اور تحمل ہے یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کیا کرے۔

الحمدللہ یہ رسالہ سالکین کے لئے بے حد مفید ہے۔مگر اصلاح کے لئے شیخ کامل کی ضرورت ہے کیونکہ طب وحکمت کی کوئی کتاب کتنی ہی جامع کیوں نہ ہو کوئی شخص اپنا علاج کتاب دیکھ کر بغیر ڈاکٹر اور حکیم کی مدد کے نہیں کر سکتا۔اس لئے کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق قائم کر کے اخلاق ذمیمہ کے سلسلہ میں ان کے مشوروں کو سامنے رکھ کر اس کتاب سے مدد لیں' انشاءاللہ بے حد نفع محسوس فرمائیں گے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان اور فضل وکرم ہے کہ اس رسالہ کو شرف قبولیت عطا فرمایا اکابر کا پسند فرمودہ ہے اسکے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔بعض دینی مدارس میں داخل نصاب ہے۔تقاریظ اور تبصرے اس پر شاہد ہیں۔

اس مرتبہ تصحیح اور متعدد اضافوں کے ساتھ کمپیوٹر کتابت کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مقبولیت میں مزید اضافہ فرما دیں اور اس سے نفع عام اور فیض تام ہو۔

محترم مولانا مفتی محمد ناصر صاحب مدظلہ حاصل پور کے ارشاد پر اس مرتبہ اسے عام فہم ہ کی سعی کی گئی۔مشکل الفاظ کے معانی اور اشعار کا ترجمہ حاشیہ میں لکھ دیا گیا۔

محتاج دعا بندہ

محمد اقبال قریشی

جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد

۲۵ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

تہذیب الاخلاق پر مشاہیر ماہناموں اور جریدوں کے چند تبصرے

ماھنامه بینات کراچی (ماہ ذی قعد ۱۴۱۰ھ ترجمان جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)

جناب محمد اقبال قریشی صاحب کو حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ساتھ جو محبت وعقیدت کا تعلق ہے یہ انکی بزرگی اور عظمت کی نشانی ہے۔ موصوف حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ملفوظات ومواعظ کو سہل اور عام فہم انداز میں عوام الناس کیلئے مختلف اوقات میں پیش کرتے رہے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ اس سے خاطر خواہ فائدہ ہوتا ہے زیر نظر مجموعہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے حضرت تھانوی کے ارشادات وملفوظات اور مواعظ سے اخلاق ذمیمہ اور ان سے علاج متعلق متعلقہ مواد کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

تبصرہ ماھنامه البلاغ کراچی (صفر المظفر ۱۴۱۱ھ ترجمان دار العلوم کراچی)

زیر نظر کتاب حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ حضرت تھانویؒ نے اپنی تصانیف میں یا اپنے مواعظ وملفوظات میں جہاں کہیں کہیں اخلاق ذمیمہ اور انکے علاج کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے جناب محمد اقبال قریشی صاحب نے مواعظ وملفوظات سے ان اقتباسات کو مختلف عنوانات کے تحت جمع فرمایا ہے چند اخلاق ذمیمہ درج ذیل ہیں۔ خواہش نفسانی کا علاج، حسن پرستی اور اسکا علاج، عشق مجازی کا علاج، بدنظری کا علاج، غصہ اور اسکا علاج، تکبر اور اسکا علاج، غرض جو شخص اس قسم کی روحانی بیماریوں میں مبتلا ہو اسکو اپنے علاج کے لئے کسی مصلح کیطرف رجوع کرنے کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ بھی نہایت مفید ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روحانی بیماریوں سے محفوظ رکھے اور جو بیماریاں ہمارے اندر ہیں ان کو دور فرمانے کی توفیق فرمائے۔

ماھنامه الحسن لاهور (ترجمان جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور)

زیر تبصرہ کتاب تہذیب الاخلاق دراصل حضرت حکیم الامتؒ کے ان ملفوظات طیبات پر مشتمل ہے۔ جن کا تعلق ان روحانی بیماریوں کی اصلاح ہے، جو اخلاق ذمیمہ کا ذریعہ اور سبب بنتی

ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات پر مشتمل کسی کتاب کی رائے زنی کرنا اپنی ہنسی اڑانے کے مترادف ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک بس اتنا عرض ہے کہ اس کتاب کو حرز جاں بنا کر رکھنا چاہیے اور اس کو پڑھ کر اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ اس ذخیرہ میں ان مہلک (روحانی بیماریوں) امراض کا علاج موجود ہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور (۱۷ اگست ۱۹۹۰ء)

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ہمہ گیر شخصیت ان کا علمی اور ادبی مقام اور قلم و قرطاس کے ذریعہ ان کی دینی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ نے مولانا کی تعلیمات کو عام کرنے کا ذمہ اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کار خیر میں سرخرو کرے۔ (آمین)۔ زیر نظر تبصرہ کتاب میں اخلاق ذمیمہ اور انکا روحانی علاج قرآن مجید و حدیث کی روشنی میں بتایا گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنی حیات مستعار میں رذائل و فضائل کی کشمکش میں الجھا رہتا ہے۔ اور اسکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ؎

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے مجھے کفر

اس صورت میں اسے رذائل کے دلدل سے نکلنے اور روحانی رہبری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ ضرورت اس کتاب میں اچھی طرح پوری کر دی گئی ہے۔

☆..........☆..........☆..........☆..........☆

شہوت یعنی خواہشات نفسانی اور اس کا علاج

خواہشات نفسانی سے متعلق آیات واحادیث' ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

☆...... **ولا تتّبع الهوىٰ فيضلك عن سبيل الله .** (ص۔ آیت نمبر ٦٢)

ترجمہ: اور خواہشات نفسانی کا اتباع نہ کرو' یہ تم کو اللہ کے راستہ سے بیراہ کرے گی۔

☆...... **فاتبعها ولا تتّبع اهوآء الذين لا يعلمون٥** (الجاثيه آيت ١٣)

ترجمہ: پس شریعت کا اتباع کیجئے اور ان جاہلوں کی خواہشات کا اتباع نہ کیجئے۔

ف: یعنی جو شریعت کے مقابلہ میں اپنی خواہشات نفسانی کرتے ہیں وہ جہلاء ہیں۔

(الشريعت: ص۔ ٤١)

☆...... **واما من خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هي المأوىٰ٥**

ترجمہ: اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور نفس کو خواہشات سے روکا پس تحقیق جنت اس کے لئے ٹھکانہ ہے۔"

اور فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:۔

☆...... **واما المهلكات فهو متّبع** (رواه البيهقى)

ترجمہ: اپنے مہلکات سو وہ خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے۔

☆...... **لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لّما جئت به.**

ترجمہ: کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے' جس کو میں حق تعالےٰ کے پاس سے لایا ہوں"۔

شہوت کی حقیقت

خلاف شریعت امور کو پسند کرنا شہوت یا نفسانی خواہش ہے۔

(شریعت و طریقت: ص۔ ٢٢٨)

شہوت کے متعلق ہماری حالت یہ ہے کہ ہویٰ کا اتباع کرتے ہیں' اور ہدیٰ کو بالائے طاق رکھتے ہیں۔

ہر فعل کرنے سے قبل احکام شریعت معلوم کر کے اس پر عمل کرنا چاہئے' اور اپنی خواہشات نفسانی کو دبا دینا چاہئے۔

شہوت کے دینی ودنیوی نقصانات

خواہشات نفسانی ایسی بری چیز ہے کہ اس میں دنیا کی بھی خرابی ہے اور دین کی بھی صدہا مصیبتیں ہیں' اگر حاکم وقت ہر شخص کو اپنی خواہش پوری کرنے کی اجازت دے دئے تو ملک میں ظلم' چوری' ڈکیتی عام ہو جائے۔ غرض جملہ شہروں کی جڑ یہی خواہش نفسانی ہے۔ اگر نفس کو روکا نہ جائے تو کیا انجام ہو؟

خواہشات نفسانی کے درجات

اس کا جو اعلیٰ درجہ ہے یعنی کفر اور شرک وہ تو اسلام ہی سے خارج کر دیتا ہے اور جو ادنیٰ درجہ ہے وہ کمال اتباع سے ڈگمگا دیتا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں' اول بدعت جو علوم اور عقائد سے متعلق ہے جس کی حقیقت غیر دین کو دین سمجھانا۔ مثلاً شب برات میں حلوہ پوری پکانے کو ضروری سمجھنا یا اسی قسم کی دیگر مروجہ رسومات کی ادائیگی کو لازم سمجھنا جس کی تفصیلات اصلاح الرسوم میں ہے۔ دوسری قسم معصیت جو متعلق اعمال کے ہیں' مثلاً نماز نہ پڑھنے کا سبب یہ ہوا کہ نیند آ رہی ہے۔ عشاء کا وقت ہوا مگر آرام میں خلل گوارہ نہ ہوا' اور سو کر صبح کر دی' یہ آرام پروری اور تن پروری خواہش نفسانی ہی ہے۔ تاخیر بھی اکثر جب ہی ہوتی ہے کہ انسان کسی دوسرے کام میں لگا ہوا ہو' اور اس کے کچھ بیچ میں رہ جانے سے نقصان مال کا اندیشہ ہوا۔ اور یہ حب مال خواہشات نفسانی میں سے ہے۔ اسی طرح نماز میں بے توجہی ہوگی کہ دوسری طرف توجہ ہو' نماز میں ایک طرف توجہ کا رہنے نہ دینا یہ بھی خواہش نفسانی ہی ہے۔ اسی طرح کسی نے ترک طاعت یا ارتکاب معصیت کیا تو وہ بھی خواہشات نفسانی کے سبب کیا۔

تیسری قسم رائے جو احکام تکوینیہ سے متعلق ہے یعنی جو احکام قضاوقدر سے متعلق ہیں۔ مثلاً بارش ہونا یا نہ ہونا۔ اس کے متعلق جو ہوئی ہے اس کا نام رائے ہونا مناسب ہے۔ مثلاً بارش نہ ہو تو بجائے دعاء استغفار کے یہ کہتے پھرنا کہ بس اب کھیتی گئی۔ ان سے اگر کوئی پوچھے کہ یہ کہہ کر کس کو سناتے پھرتے ہو' کیونکہ ہم کو سنانا تو بیکار ہے کہ ہمارے قبضہ کی بات نہیں اور خدا تعالیٰ عالم الغیب والشہادت ہیں۔ ان کو ہر امر کی اطلاع ہے۔ تو پھر گویا یہ کہنا انکو رائے دینا' اللہ اکبر یہ کیسی بے ادبی اور گستاخی ہے (جو خواہش نفسانی کے سبب ہے) اور ہر ہوئی کی خاصیت یہ ہے کہ راہ مستقیم سے ہٹا دیتی ہے۔ (زم ھوی: ص۔۲۸ '۲۹ '۳۱)

تقسیم میراث مں خواہش نفسانی کا اتباع

میراث میں بھی فرائض وہی نکلواتے ہیں جن کے قبضہ میں کچھ نہیں' جو قابض ہوتا ہے وہ فرائض نہیں نکلواتا کیونکہ جانتا ہے کہ تقسیم کرنا پڑے گا۔ غرض لینے کے لئے فرائض نکلواتے ہیں' دینے کیلئے کوئی بھی نہیں نکلواتا۔

ان میں بعض ایسے ہیں کہ پہلے ہی پوچھ لیتے ہیں کہ ہمارا بھی اس میں کچھ حصہ ہے۔ اگر حصہ ہوا تو مسئلہ نکلواتے ہیں' ورنہ چل دیتے ہیں۔ بعض حصہ ملنے کی امید پر مسئلہ نکلواتے ہیں مگر جب دیکھتے ہیں کہ ہمارا کچھ حصہ نہیں تو وہ مسئلہ مفتی صاحب کے پاس ہی چھوڑ آتے ہیں۔ یہ سب نفسانی خواہشات کا اتباع ہے۔ (ذم ھوئ ص: ۱۰)

اسی طرح طلاق کے معاملہ میں خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لئے مختلف مفتیوں سے فتوے پوچھتے ہیں کہ کسی طرح طلاق نہ ملنے کا جواز مل جائے' یا کسی پر دل آ گیا' اور شرعاً اس سے نکاح جائز نہ ہو تو اتباع ہوئی کے لئے غیر مذہب کے مفتی کے پاس بھی فتوے جواز کی تلاش میں جاتے ہیں۔

غضب بھی ہوئی کا فرد ہے

ہم غصہ کے وقت سوچتے ہی نہیں کہ اس معاملہ میں ھدیٰ اور شریعت کا کیا حکم ہے۔

فوراً غضب کے مقتضاء پر عمل کرتے ہیں اور غصہ میں گالی دینے، مارنے، سب کچھ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ اتباع ہویٰ ہے۔ (الھویٰ والھدیٰ ص:۹)
علاج: اس کا علاج مجاہدہ ہے، یعنی نفس کے تقاضا سے رک جانا اور محنت و سعی سے اس کے خلاف عمل کرنا۔

حسن پرستی اور اس کا علاج

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ نے کہ:

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت o (الغاشیہ آیت نمبر ۱۷)

ترجمہ: کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا۔'' شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

محقق ہماں بیند اندر ابل — کہ در خوب رویاں چین و چگل

یعنی: جو شخص حقیقت بین ہے وہ اونٹ میں بھی وہی دیکھتا ہے۔ جو چین و چنگل میں خوبصورتی میں دیکھتا ہے بلکہ اونٹ کے دیکھنے میں تو نفع محض ہے اور امرد کے دیکھنے میں فتنہ کا احتمال غالب ہے۔ اسی واسطے اونٹ دیکھنے کا امر فرمایا، یہ نہیں فرمایا کہ افلا ینظرون الی الامارد کیف خلقوا o (یعنی: وہ امردوں کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کئے گئے)۔

(رفع الموانع ص: ۷، ۸)

جواہر غیبی میں لکھا ہے کہ ایک شخص طواف کرتا تھا اور کہتا جاتا تھا اللّٰھم انی اعوذبک منک. (اے اللہ میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں)۔
کسی نے حال دریافت کیا کہنے لگا کہ ایک بار کسی حسین امرد کو نظر شہوت سے دیکھا تھا اسی وقت غیب سے ایک طمانچہ لگا جس سے آنکھ جاتی رہی۔ (تعلیم الدین ص:۱۱۹)

میلان کے درجے

میلان کے دو درجے ہیں۔ ایک تو کسی شئے کی طرف توجہ اور ایک محبت، یعنی توجہ تقاضا کے درجہ میں۔ اول درجہ تو امر طبعی ہے۔ حق تعالیٰ نے مرد کی طبیعت میں میلان رکھا ہے۔ نہ یہ کسی

چیز سے جا سکتا ہے اور نہ اس کے کھونے کا انسان مکلف ہے۔

اور دوسرا درجہ اختیاری ہے۔ یعنی اختیار کو وجود عدم میں دخل ہے انسان کسی چیز میں انہماک اتنا کر سکتا ہے کہ اسی کا ہو رہے اور کسی چیز سے اتنا بچ سکتا ہے (۱) کہ محبت کا درجہ رہے۔ یعنی جب یہ درجہ اختیاری ہے تو انسان اس کا مکلف ہے۔ (کمالات اشرفیہ) اور انسان کا کمال بھی یہی ہے کہ باوجود تقاضا نفس کے اس سے بچے۔ کیونکہ اندھا اگر نظر بد سے نہ دیکھے تو اس کا کیا کمال، ٹاٹ کا پردہ زانی نہ ہو تو کیا کمال، بلکہ کمال تو یہ ہے کہ حسن کا ادراک ہو اور اس کی طرف طبیعت میں میلان بھی ہو پھر بھی نامحرم کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے۔ اور یہ بات مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے یعنی عملاً اس کشش کے مقتضاء کی مخالفت کی جائے، گو کلفت ہو اس کو برداشت کیا جائے اور رکنے کیلئے قصد و ہمت کی ضرورت ہے اور بار بار کی تدبیر مقابلہ تقاضائے نفس سے مشکل نہیں ہوتی (کیونکہ تدبیر سے اس میں ضعف و اضمحلال آجاتا ہے)۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں سے اختلاط (میل جول) چھوڑ دیں۔ آجکل امردوں کے ساتھ ابتلاء عام ہو رہا ہے۔ یہ فعل حرمت میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ یعنی بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ شہوت سے تو پاک صاف ہیں مگر ان میں بھی نظر کے مرض میں مبتلا ہیں حالانکہ زنا آنکھ سے بھی ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے "بد نظری اور اسکا علاج)

عشق مجازی اور اسکا علاج

یہ جو مشہور ہے کہ بغیر عشق کے عشق حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ حظوظ نفسانیہ اور لذت شہوانیہ کو حاصل کرنے کیلئے بزرگوں کے اقوال کو آڑ بنا رکھا ہے۔

(بوادر النوادر)

بلکہ بعض مشائخ نے بعض طالبین کو قصداً عشق مجازی پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ مراد اس سے عشق حلال ہے نہ کہ حرام۔ کیونکہ معصیت تو موصل الی اللہ نہیں ہو سکتی اور جو اس مشورے سے غرض ہے وہ عشق حلال۔ مثلاً اولاد، بیوی وغیرہ سے بھی حاصل ہو سکتی ہے، کیونکہ عشق میں گو وہ

(۱) کیونکہ حسن کا دیکھنا اختیاری ہے نفس کو دیکھنے سے روکنے سے کوئی بیماری لگ جاتی ہے نہ سانس گھٹنے لگتا ہے۔

مجازی ہو یہ خاصیت ضرور ہے کہ اس سے قلب میں سوز و گداز پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے باقی تعلقات قلب سے دفع ہو جاتے ہیں اور خیال میں یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ اب صرف ایک کام رہ جاتا ہے کہ اس تعلق کو حق تعالیٰ کی طرف پھیر دیا جائے تو بہت آسانی سے قلب فارغ ہو جاتا ہے۔ غرض اصل مقصود ترک تعلقات یا قلب میں سوز و گداز پیدا کرتا ہے مگر چونکہ اس زمانے میں اس طریق میں خطرہ شدید ہے۔ کیونکہ نفس میں شہوت پرستی اور لذت جوئی زیادہ ہے اس لئے قصداً ایسے طریق کا بتلانا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی اتفاقاً مبتلا ہو جائے تو تدابیر سے اس کا امالہ عشق حقیقی کی طرف کر دینا چاہئے۔ (التکشف عن ھمات التصوف)

عشق مجازی سے بچنے کی ترکیب

اگر ایسا ہو کہ کوئی عشق مجازی میں مبتلا ہو جائے تو اول عفت و پارسائی اختیار کرے۔ یعنی کوئی امر خلاف شرع اس کے ہاتھ سے نہ ہونے پائے' حتی کہ اس کو قصداً نہ دیکھے' نہ اس سے باتیں کرے اور نہ اس کی باتیں سنے' نہ دل میں قصداً اس کا خیال رکھے۔ کیونکہ شرع کی مخالفت عشق حقیقی کے منافی ہے اور منافی کے رہتے کب امید ہے کہ عشق حقیقی حاصل ہو' دوسرے اس سے ظاہراً دوری اختیار کرے اسطرح کہ اتفاقاً بھی اس پر نظر پڑے' نہ اس کی آواز کان پڑے۔

تیسرے یہ کہ خلوت وجلوت میں یہ سوچا کرے کہ اس شخص کا کمال یا حسن و جمال کہاں سے آیا اور کس نے عطا کیا' جب موصوف مجازی کی یہ دلربائی ہے تو موصوف حقیقی کی کیا شان ہو گی۔ ؎ چہ باشد اں نگار خود کو بندد ایں نگار ہا

اس سے عشق مخلوق سے خالق کی طرف مائل ہو جائے گا۔ یہی معنی ہیں اس قول کے کہ شیخ کامل عشق مجازی کا ازالہ نہیں کرتا' امالہ کر دیتا ہے' (اس کا مصرف بدل دیتا ہے)

(التکشف)

(۲) ایک وقت خلوت کا مقرر کر کے اور غسل تازہ کر کے' صاف کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر' تنہائی میں رو بقبلہ ہو کر اول دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کے روبرو خوب

استغفار وتوبہ کرے اور اس بلا سے نجات کی دعا کرے اور پانچ سو سے لیکر ایک ہزار تک لا الــــہ الا اللہ کا ذکر اس طرح کرے کہ لا الــہ کے ساتھ تصور کیا جائے کہ میں نے سب غیر اللہ کو قلب سے نکال دیا اور الا اللہ کے ساتھ خیال کرے کہ میں نے محبت الٰہی کو قلب میں جما لیا۔

(۳) کوئی حدیث کی کتاب یا کوئی ایسی کتاب (جس میں دوزخ کے عذاب اور غضب الٰہی جو نافرمانوں پر ہوگا) کا ذکر ہو کثرت سے مطالعہ کرے۔

(۴) ایک وقت متعین کر کے خلوت میں یہ تصور باندھے کہ میں حق تعالیٰ کے سامنے میدان حشر میں حساب کیلئے کھڑا ہوں اور حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ تو ہم کو چھوڑ کر ایک مردار کی طرف مائل ہوا۔ بہت دیر تک اس مراقبہ میں مصروف رہنا چاہئے۔

تنبیہ: اگر ان تدابیر سے کچھ فائدہ نہ ہو یا دیر لگے تو پریشان نہ ہونا چاہئے اس کوشش میں اجر ملتا ہے جو اصل مقصود ہے۔ حتیٰ کہ اس میں جان بھی جاتی رہے تو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔

حدیث: جو شخص عاشق ہو اور پاک دامن رہا اور اسکو چھپایا اور صبر کیا پھر مر گیا۔ تو وہ شخص شہید ہے۔ (بصائر حکیم الامتؒ)

بد نظری کا علاج

نگاہ کی حفاظت

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکیٰ لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون٥ (النور آیت: ۳)

ترجمہ: آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں (یعنی جس عضو کی طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اسکو بالکل نہ دیکھیں اور جس کو فی نفسہٖ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے دیکھنا جائز نہیں ہے اسکو شہوت سے نہ دیکھیں) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (یعنی ناجائز محل میں شہوترانی نہ کریں جس میں زنا اور لواطت سے سب داخل ہیں) یہ ان کیلئے صفائی کی بات ہے اور اس کے خلاف میں آلودگی ہے زنا یا مقدمہ زنا میں بے شک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے

جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں (پس خلاف کرنیوالے سزایابی کے مستحق ہوں گے)

(تفسیر بیان القرآن جلد۲ ص ۶۹۵ تاج کمپنی)

ف: آیت شریفہ میں اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ جن چیزوں کو اللہ پاک نے حرام کیا ہے ان پر نگاہ بھی نہ ڈالو حرام چیزوں سے نظریں نیچی رکھیں۔ مثلاً شہوت کے ساتھ کسی کی طرف خواہ وہ اپنے ہوں یا پرائے مرد ہوں یا عورت قصداً نگاہ ڈالنا جائز نہیں البتہ بیوی یا باندی ہو تو مضائقہ نہیں۔

(۳) **یعلم خآئنة الاعین وما تخفی الصدور** (المؤمن آیت ۱۹) وہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینے کے راز تجھ کو سب معلوم ہیں اے بے نیاز

بدنظری سے بچنے کی تاکید میں احادیث مبارکہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ "نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے حق تعالیٰ جل شانہ اس کو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں جس کی حلاوت اور لذت وہ قلب میں محسوس کرتا ہے۔"

(۲) حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جسکی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہ ہٹالے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ایک ایسی عبادت اسے عطا فرماتے ہیں جس کی لذت وہ اپنے دل میں پاتا ہے۔

(۳) حضور ﷺ کا ارشاد فرماتے ہیں کہ آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے اور کان زنا کرتے ہیں ان کا زنا سننا ہے اور زبان بھی زنا کرتی ہے اور اس کا زنا بولنا ہے اور اسی طرح ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں ان کا زنا غیر محرم کو پکڑنا ہے۔

بدنظری کے نقصانات

بدنظری اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے مگر چونکہ اکثر لوگ اس کو خفیف (۱) سمجھتے ہیں اس لئے بے دھڑک اسکو کرتے ہیں۔ اور پھر کسی فتنہ میں مبتلا ہو گئے خواہ وہ قلب کا ہی ہو یہ کارگذاری شیطان کی ہے کہ کہاں سے کہاں لایا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ دنیا سے منہ موڑ کر غار میں رہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ شہر میں کیوں نہیں آتے تا کہ لوگوں میں ملکر ذرا دل بہلے کہنے لگے کہ وہاں حسین لوگ ہیں اور جہاں پھسلن ہو وہاں تو ہاتھی بھی پھسل جایا کرتے ہیں۔

بدنظری کے متعلق بزرگوں کے ارشادات

☆...... شیخ واسطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی ذلت اور خواری چاہتے ہیں تو ان گندے اور سڑے ہوؤں کی طرف ڈالتے ہیں اور مائل کرتے ہیں۔ مراد اس سے امردوں اور لڑکوں سے میل جول ہے۔ (شریعت و طریقت)

☆...... حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ لڑکی کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے اور امرد لڑکے کے ساتھ دو شیطان ہیں میں اپنے نفس پر اسکے دو شیطانوں سے ڈر گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ امرد لڑکے کے ساتھ کچھ اوپر دس شیطان ہوتے ہیں۔

☆...... حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے لڑکے کو نصیحت فرمائی کہ شیر اور اژدھے کے پیچھے جانا روا ہے مگر عورتوں کے پیچھے ہرگز نہ جانا۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ مرد پر پھاڑ کھانیوالا شیر جھپٹے تو میں اتنا نہیں ڈرتا جتنا کہ خوبصورت غلام امرد لڑکے سے ڈرتا ہوں۔

مولانا روم فرماتے ہیں:۔

---

(۱) خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق نے خوب فرمایا کہ بدنظری معمولی گناہ نہیں۔

آنکھ سے آنکھ ہے لڑائی مجھے ہے ڈر دل کا ۔۔۔ کہیں جائے نہ یہ اس جنگ و جدل میں مارا

ان کے شاگرد مکندرام نے اپنے مضمون کو ایک شعر میں باندھا مگر استاد سے بڑھ گیا۔

دل کی نہیں تقصیر مکند آنکھیں ہیں ظالم ۔۔۔ یہ جا کے نہ لڑتیں وہ گرفتار نہ ہوتا

بظاہر بدنظری شیرینی کی طرح بعض کو مرغوب معلوم ہوتی ہے مگر یہ شیرینی وہ ہے جس میں زہر ملا ہوا ہے کھاتے ہی ہلاکت کا سبب بنے گی۔ (احقر قریشی غفرلہ)

نور تقویٰ می بردتا شاہ جہاں   بد نگاہی تی برد زنا م گاں

ترجمہ: تقوے کا نور خدا تک لے جاتا ہے بدنگاہی مردہ لاشوں تک لے جاتی ہے جن کو گھورتی ہے۔"

☆...... ہمارے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ صاحب نے خوب فرمایا تھا۔

ارے یہ ظلم کر رہا ہے مرنیوالوں پہ مر رہا ہے   جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق ونظر نہیں ہے

بدنظری میں کلفت ہی کلفت ہے

بدنظری اور نافرمانی میں خاص اس وقت تک تو لطف آتا ہے پھر بعد کو پوری مصیبت کا سامنا ہے مثلاً دن کو ایک حسین عورت سامنے سے گزری۔ نفس نے دیکھنے کا بہت تقاضا کیا لیکن فوراً آنکھیں بند کرلیں نظر کو روکنے میں اس وقت تو بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن جب الگ ہو گئے واللہ دیکھو گے کہ دل میں ایک بہت بہار ہوگی سارا دن اور ساری رات آرام سی گزرے گی اور اگر نظر معرکہ دیکھ لیا اور چار دن نظر نہ آئی تو دوزخی سی زندگی گزرے گی۔ (راحت القلوب ص: ٦٤)

نفسانی نگاہ سے بچوں کو دیکھنا بھی گناہ ہے

جس طرح نفس کی خوشی سے بڑے لڑکے یا بڑی لڑکی کو دیکھنا بھی گناہ ہے اسی طرح اگر ساتھ آٹھ سال عمر کے لڑکے کو دیکھنے میں نفس میں ایک قسم کی لذت ہو تو اسکو دیکھنے میں بھی واقعی شبہ گناہ کا ہے۔ (تربیت السالك ج۔١۔ ص:٣١٤)

بدنظری سے کبھی سیری نہیں ہوتی

بری نظر کا گناہ کم بخت ایسا ہے کہ اس سے جی نہیں بھرتا پر گناہ کر کے انسان کا دل اس سے فارغ ہو جاتا ہے بلکہ اکثر گناہ کے بعد آدمی اپنے اوپر نفرتیں کرتا رہتا ہے لیکن بری نظر کا مرض ایسا ہے کہ اس کا بار بار تقاضا ہوتا ہے سیری ہوتی ہی نہیں ایک کانٹا کھٹکتا رہتا ہے لوگ اسکو ہلکا سمجھتے ہیں مگر در حقیقت یہ ایک سنگین جرم ہے دوسری خرابی یہ ہے کہ یہ زنا کا مقدمہ ہے۔ زنا کی خواہش بھی بدنظری ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ (رجاء اللقاء)

امرد لڑکوں اور عورتوں کے متعلق حضرۃ حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی احتیاط

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا میں کبھی علیحدگی میں کسی بے ریش لڑکے کو اپنے پاس بیٹھنے نہیں دیتا ہوں' یہ بات تو معمولی ہے لیکن نفس کا پورا بھروسہ نہیں' یہ بات دوسروں کو بھی ہے کہ جب شیخ اتنی احتیاط کرتا ہے تو دوسروں کو تو اور بدرجہ اولیٰ ان امور سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(اشرف السوانح حصه سوئم)

حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا یہ اصول تھا کہ کبھی کسی بے ریش لڑکے کو رات کو خانقاء میں سونے نہیں دیتے تھے۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ میں نابالغ نامحرم لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیرنے سے بھی پرہیز کرتا ہوں۔ کیونکہ پہلے تو محبت کے جوش میں ہاتھ پھیر دیا جاتا ہے لیکن بعد میں نفس کی آمیزش ضرور ہوتی ہے۔

بد نگاہی مت سمجھ چھوٹا گناہ   دل کو یہ اک دم کرتی ہے تباہ

بدنظری کا علاج

(۱) اسکا علاج مجاہدہ ہے یعنی بزور مخالفت کرنا اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بدوں ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہیں ہوتا' دیکھئے امراض ظاہری کے لئے دواء تلخ و ناگوار پینا پڑتی ہے چونکہ صحت مطلوب ہوتی ہے اس لئے ہمت کر کے پی جاتے ہیں اور امراض باطنی میں تو زیادہ ضرورت ہوگی' جب یہ امر معلوم ہوا تو اب علاج سنئے۔ یہ خیال کرو کہ اگر عورت کے شوہر یا (امرد لڑکے کے وارث کو) اس خیال کی اطلاع کر دوں تو کتنی رسوائی ہو۔ تو حق تعالیٰ تو بے کہے مطلع ہیں۔ کتنی شرم کی بات ہے کہ اس ارادے کو دیکھ رہے ہیں۔

(۲) جہنم کی دردناک سزا کو مستحضر کر کے اس میں لگ جاوے' یا نفس سے یہ کہے کہ جس طرح تو مجھے دوسری عورتوں سے تحفظ حاصل کرنے کو کہتا ہے اگر کوئی شخص میری بیوی سے لذت حاصل کرے اور مجھ کو اس کا علم ہو جائے تو میں کیا کروں گا؟ ظاہر ہے کہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاؤں گا۔ اسی طرح کی دوسروں کو غیرت نہیں آئے گی' ان کو خبر ہو جائے تو وہ بھی مجھے مار ڈالیں' ہر

طرح کے ضرر پہنچانے پر آمادہ ہو جائیں۔ اصل علاج بدنظری کا یہی ہے کہ جس وقت ایسا موقع ہوا کرے یہ خیال کرلیا کیجئے کہ حق تعالیٰ اس وقت دیکھ رہے ہیں اور قیامت میں باز پرس کریں گے۔ کیا ہم نے آنکھوں کی نعمت کا یہی حق ادا کیا اگر سزا کا حکم دیا تو کیسی بنے گی۔ بار بار اس خیال کے کرنے سے انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔ پس ہمت کیجئے یہی اس کا علاج ہے۔ چند دن کی تکلیف ہوگی پھر عادت ہو جائے گی اس کے بعد لذت اور فرحت نصیب ہوگی۔

(۳) جب نگاہ پڑے یا دل میں تقاضا ہو تو فوراً وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھو اور توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو پھر جب تقاضا ہو تو فوراً پھر ایسا کرو۔ ایک دن تو بہت سی رکعتیں پڑھنا پڑیں گی دوسرے دن بہت کم ایسا خیال آئے گا اس طرح یہ مرض بتدریج نکل جائے گا تیسرے دن بہت کم ایسا خیال آئے گا اسلئے کہ نفس کو نماز گراں ہے جب دیکھے گا کہ ذرا سا مزہ لینے پر مصیبت ہوتی ہے یہ ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے پھر ایسے وسوسے نہ آئیں گے۔ (غض البصر وعظ)

(۴) بدنگاہی سے ایک درجہ میلان ہوتا ہے جو کہ غیر اختیاری ہے اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ ایک درجہ اور ہے اس کے متقضاء پر عمل کرنا یہ اختیاری امر ہے اس پر مؤاخذہ بھی ہے اس عمل میں قصداً دیکھنا اور سوچنا سب داخل میں ہیں۔ اسکا علاج نفس کو روکنا اور نگاہ نیچی رکھنا ہے کہ یہ اختیاری امر ہے ہمت کر کے اس کو اختیار کیا جائے گو نفس کو تکلیف ہو مگر یہ تکلیف نار جہنم سے زیادہ نہیں یعنی نار جہنم کی تکلیف کا تصور جما لے اور جب چند روز ہمت سے ایسا کیا جائے گا تو میلان میں کمی ہو جائے گی۔ پس یہی علاج ہے اس کے سوا کچھ نہیں اگرچہ ساری عمر سرگرداں رہے۔ (کمالات اشرفیہ)

(۵) جب بدنگاہی ہو جائے تو ہر بدنگاہی پر اتنی رکعتیں نفل بطور جرمانہ پڑھیں کہ نفس کو شاق ہو۔ مثلاً بیس رکعت۔ (تربیت السالك)

(۶) اگر عمداً اغوائے شیطانی سے غیر محرم کو دیکھنے کیلئے نظر اٹھائی جائے تو فوراً نظر نیچی کر لیں

---

(۱) ترک معصیت کے لئے معصیت کا اختیار کرنا جائز نہیں۔ مثلاً نظر بد کا علاج یہ نہیں کہ ایک مرتبہ پیٹ بھر کر دیکھ لے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ص۱۷۶)

جہنم کا تصور کیا جائے' سوچا جائے کہ قیامت کے روز آنکھوں میں سیسہ بھرا جائے گا۔

(۷) معاصی (۱) کی نسبت خصوصاً بدنظری کے مرض میں یہ غلطی ہوگئی ہے کہ ایک مرتبہ اچھی طرح دل کھول کر گناہ کر لینے سے ارمان نکل جائے گا' حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اس سے تو اور قلب کے اندر مرض کی جڑ جمتی ہے گو اس وقت تسکین ہو جاوے یہ تمبا کو کی سی لت ہے جتنا پیو گے اتنی ہی اور لت پڑے گی اور اگر ہر بار خواہش کو روک لو گے تو کچھ دن بعد بالکل بجھ جائے گی۔ اس مرض کے ازالہ کے لئے اپنی ساری عمر تکلیف میں رہنے کے لئے سہنے کے لئے آمادہ ہو جانا چاہئے۔ خدا کے ساتھ نسبت پھر تکلیف سے بچنا چاہو پھر مالک چاہے دو دن بھی تکلیف میں نہ رکھے تو تم کو تجویز کا کیا حق ہے۔ سوچو اگر ساری عمر خدانہ کرے کوئی بیماری لگ جائے مثلاً اندھا ہو جانا تو کیا مر جاؤ گے۔ آخر تکلیف برداشت کرو گے اور عمر اس طرح بسر کر دو گے۔ اسی طرح اگر حق تعالیٰ کسی باطنی مصیبت میں مبتلا کر دے تو صبر کرو' انشاء اللہ تعالیٰ غالب آؤ گے اور اگر کلفت برابر بھی رہے گی تو کیا' اگر مر گئے تو شہید اکبر مرو گے۔ حدیث شریف میں ہے:

''اگر کوئی عشق میں مبتلا ہو جائے اور عفت اختیار کرے اور دوسروں کو رسوا نہ کرے بلکہ اپنے عشق کو چھپائے یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر جائے تو وہ شہید ہے۔''

اگر تم اپنی طرف سے عمر بھر تکلیف میں رہنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ گے تو اسی تفویض کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد راحت نصیب کریں گے' ایسی راحت نصیب کریں گے جس کو تم بھی راحت سمجھو گے ذرا ہمت کر کے دیکھو۔ خلاصہ عذر کا یہ ہوتا ہے کہ صاحب ہمت نہیں ہوتی دین کے واسطے تو ہمت نہیں ہوتی' دنیا کے واسطے تو بڑی ہمتیں کرتے ہو۔ حضرت اگر کوئی حاکم آپ پر ایک شخص مسلط کر دے کہ جس وقت یہ کسی نامحرم پر نظر کرے تو فوراً اس کی آنکھوں میں تکلے دے دینا'' تو سچ کہئے کیا پھر بھی نظر کو نہ روک سکو گے؟ دیکھیں تو پھر نظر کیسے نہیں رکتی۔ پھر افسوس ہے اللہ میاں کے تکلوں کا ڈر نہیں۔ بات یہ ہے کہ تکلیف اٹھانا گوارا نہیں کرتے ورنہ سب کچھ ممکن ہے۔ خدا کے طالب نہیں راحت کے طالب ہیں مگر راحت بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ مادہ کا منقطع ہو جانا یعنی بالکل میلان (شہوت) ہی کبھی پیدا نہ ہو' دیکھو یہ

شیطانی وسوسہ ہے۔ یہ ہرگز مطلوب نہیں کہ مادہ منقطع ہوجائے اگر مادہ جاتا رہے گا تو گناہ سے بچنے میں کوئی کمال نہیں' اندھا اگر فخر کرے کہ میں حسین عورت کو دیکھتا نہیں تو یہ کونسی فخر کی بات ہے۔ دیکھے گا کیا' دیکھنے کا آلہ نہیں۔ عنین (نامرد) اگر عفت کا دعوے کرے تو کیا کمال ہے' اور کمال مطلوب تو یہ ہے کہ گناہ کر سکو اور پھر اپنے دل کو روکو' مادہ کا زائل کر دینا مطلوب ہی نہیں' بلکہ اس کا زائل کرنا جائز نہیں۔

ہمارے خواجہ عزیز الحسن مجذوب نے کیا خوب فرمایا ہے ۔

میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے — جو تجلی دل تباہ میں ہے

دیکھ تو آتش رخوں کو نہ دیکھ — ان کی جانب نہ آنکھ اٹھا زنہار

دور ہی سے کہہ الٰہی خیر — وقنا ربنا عذاب النار

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوب — خدا کا گھر عشق بتاں نہیں ہوتا

حسن ظاہر پر اگر تو جائے گا — یہ منقش سانپ ہے ڈس جائیگا

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دل — یہ خزاں ہے جو بہ انداز بہار آئی ہے

جو چمن میں سے گذرے تو اے صبا یہ کہنا بلبل زار سے

کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل بہار سے

ہزاروں حسن کے پیکر لحد میں دفن ہوتے ہیں — مگر عشاق ناداں مبتلا ہیں خوش گمانی میں

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں — تیری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

اے بدیدہ لونہائے چرب خیز

فضلہ آں رابہ بیں در آب ریز

ترجمہ: اے شخص تو عمدہ غذاؤں کی وجہ سے اس کے حسن پر فریفتہ ہے لیکن بیت الخلاء میں اس کے فضلاء کو جاکے دیکھ کہ کیا نتیجہ ہے۔

نمبر۸: اگر کوئی عورت (یا حسین امرد) نظر آئے اور نفس کہے کہ ایک دفعہ نظر کر لے کیا حرج ہے تو کونسا اس سے بدفعلی کرے گا یہ سمجھ لینا کہ یہ نفس کا کید ہے۔ شریعت نے خود اس نظر کو زنا بتلایا

ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۱۶۹)

نمبر۹: نظر بد کا جس وقت وسوسہ ہوتو تصور کیا جائے کہ اس وقت میرا پیر یا استاد دیکھتا ہوتا تو میں یہ حرکت کبھی نہ کرتا اب جو اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں تو ایسا کام کیوں کر رہا ہوں۔

(انفاس عیسیٰ)

نمبر۱۰: فعل اختیاری کا علاج بجز قصد و ہمت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

(تربیت السالك ج:۱ ص:۲۲۷)

بدنظری سے بچنا فعل اختیاری ہے غیر اختیاری یا اضطراری نہیں کہ اگر نگاہ بد سے بچے تو موت واقع نہیں ہو جائے گی۔

غیبت اور اس کا علاج

غیبت کی وعید میں ارشاد باری تعالیٰ:

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یأکل لحم اخیه میتا فکرهتموه واتقوا الله ان الله تواب رّحیم○ (الحجرات آیة نمبر ۱۲)

ترجمہ: اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھالے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ف: پس غیبت بھی اسی کی مشابہ ہے اس سے بھی نفرت ہونا چاہئے مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح انسان کو اس کا گوشت جسمانی نوچ کر کھانے سے تألم جسمانی ہوتا ہے اسی طرح اس کی آبرو کہ گوشت سے زیادہ معزز و اشرف ہے۔ ریختہ ہونے سے تألم قلبی ہوتا ہے گو بالفعل بوجہ اس کے کہ اس کو اس آبروریزی کی اطلاع نہیں عدم حس میں مشابہ مردہ کے ہے لیکن فی نفسہ تو مظنہ (۱) تألم ہے (کذافی الخازن) اور اللہ سے ڈرتے رہو اور غیبت چھوڑ دو اور توبہ کرلو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔ (تفسیر بیان القرآن)

---

(۱) گمان کرنے والی اذیت

غیبت کی وعید میں احادیث مبارکہ:

وعن ابی سعید و جابر قال قال رسول اللہ ﷺ الغیبة اشد من الزنا قالوا یا رسول اللہ ﷺ و کیف الغیبة اشد من الزنا قال ان الرجل لیزنی فیتوب‘ فیتوب اللہ علیه وفی روایة فیغفر اللہ له وانّ صاحب الغیبة لا یغفرله حتی یغفرله صاحبه وفی روایة انسؓ قال صاحب الزنا یتوب وصاحب الغیبة لیس له توبه.”رواہ البیهقی فی شعب الایمان“ (کذافی المشکوٰة)

حضرت ابی سعید اور جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ غیبت زنا سے بدتر ہے‘ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ غیبت زنا سے زیادہ بری کیونکر ہو سکتی ہے۔آپؐ نے فرمایا آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں‘ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر زانی توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ لیکن غیبت کرنیوالے کی حق تعالیٰ اس وقت تک مغفرت نہیں فرماتے جب تک کہ وہ شخص اس کو معاف نہ کردے جس کی اس نے غیبت کی ہے اور حضرت انسؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ زانی توبہ کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کے لئے توبہ نہیں ہے۔(یعنی اسکو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی)۔

ف: اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیبت حق العبد میں سے ہے۔

(۳) لا تسبّوا الاموات فتؤذوا لاحیاء. الترمذی من حدیث المغیرة بن شعبه ورجاله ثقات:. (التشرف بمعرفت احادیث التصوف ص۹۶)

”ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ مرے ہوؤں کو برا مت کہو کہ اس سے تم زندہ کو ایذا دو گے۔روایت کی اس کو ترمذی نے مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث سے اور اسکے رجال ثقات ہیں“۔

ف: اس میں دلالت ہے اس پر کہ مرے ہوئے کی غیبت کرنا (زندہ کی غیبت کرنے سے) زیادہ شدید ہے اس لئے کہ وہ دو خرابیوں پر مشتمل ہے ایک مرئے ہونے کی اہانت دوسرے زندہ کی ایذا رسانی۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ اسی قسم کی ایک اور حدیث تحریر

فرما کر اس کی حکمتوں پر یوں روشنی ڈالتے ہیں: ''اشارہ ہو دوسری حکمتوں کی طرف جیسے مردہ سے معاف کرانے کا دشوار ہونا اور جیسے یہ احتمال ہونا کہ اس کی مغفرت ہو گئی ہو اور اس احتمال پر یہ غیبت کرنے والا گویا خدا تعالیٰ کے حکم کا مقابلہ کر رہا ہے۔''

(التشرف بمعرفة احاديث التصوف ص:۹۷)

(۳) عن انس ابن مالکؓ قال قال رسول الله ﷺ لما عرج بی مررت بقوم لهم اظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم فقلت من هؤلاء يا جبريل قال هؤلاء الذين يأكلون لحوم الناس ويقعون في اعراضهم. (رواه ابو داؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو (ملاء اعلیٰ کے اس سفر میں) میرا گذر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن سرخ تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور اپنے سینوں کو نوچ نوچ کر زخمی کر رہے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں لوگوں کے گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی اللہ کے بندوں کی غیبتیں کیا کرتے تھے) اور ان کی آبروؤں سے کھیلتے تھے۔

ف: عالم برزخ میں اپنے چہروں اور سینوں کو نوچنے کی سزا اس لئے دی گئی کہ یہ لوگ دنیوی زندگی میں غیبتیں کیا کرتے تھے''۔

غیبت کی حقیقت

کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو اگر چہ وہ بات اس کے اندر موجود ہی ہو اگر وہ بات اس میں موجود نہیں تو غیبت سے بڑھ کر بہتان ہے۔ اسی طرح کسی کی نقل اتارنے سے مثلاً آنکھ دبا کر دیکھنا، لنگڑا کر چلنا بھی (غیبت ہے) بلکہ یہ زیادہ برا ہے۔

غرض جس شے سے بھی اس کو تعلق ہو اس کا کوئی عیب ایسا بیان کرنا جس کا سننا اسے

ناگوار گذرے خواہ زبان سے ظاہر کی جائے یا رمز و کنایہ سے ہاتھ سے اور آنکھوں کے اشارے سے یا نقل اتاری جائے یا تعریض (۱) کی جائے یہ سب غیبت میں داخل ہے۔

(تبلیغ دین ص: ۱۰۱ امام غزالیؒ)

گناہ غیبت جاہی

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ نے حدیث الغیبة اشد من الزناء (یعنی غیبت زنا سے بھی زیادہ بری چیز ہے) کے متعلق فرمایا کہ ''غیبت کے اشد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زنا گناہ باہی ہے اور غیبت گناہ جاہی ہے کیونکہ زنا میں مبتلا ہونے کے بعد عجز پیدا ہوتا ہے کہ میں نے یہ خبیث کام کیا اور غیبت میں بعد ابتلاء کے ندامت پیدا نہیں ہوتی۔'' یہ بھی فرمایا کہ حضرت آدمؑ کی زلت باہی تھی کیونکہ شہوت طعام سے تھی بعد ابتلاء تو بہ نصیب ہوئی اور ابلیس کا گناہ چونکہ جاہی تھا اس واسطے اسے ندامت نہ ہوئی۔''

(الکلام الحسن ملفوظ نمبر ۱٤٦ معارف امدادیہ ص ۱٤۱)

غیبت کبیرہ گناہوں میں سے ہے

محقق یہ ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے البتہ جس سے بہت کم تازی ہو وہ صغیرہ ہوسکتا ہے جیسے کسی کے مکان یا سواری کی مذمت کرنا۔ (بیان القرآن ج:۲ ص:۹۹٦)

غیبت کے دینی اور دنیوی مضرات

غیبت سے دنیا کی مضرت تو یہ ہے کہ اس سے باہمی تشویش اور نا اتفاقی ہوتی ہے آپس میں فساد ہو جاتا ہے اور دین کی مضرت یہ ہے کہ قیامت کے دن غیبت کرنے والوں کی نیکیاں اسکومل جائیں گی جس کی غیبت کی تھی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ غیبت حق العبد ہے جب وہ معاف کرے تب معاف ہوگا۔ (شریعت و طریقت ص۱۸۷)

غیبت عداوت کا باپ بھی ہے اور بیٹا بھی

---

(۱) برانگیختہ کرنا۔ (۲) لغزش

غیبت عداوت کا باپ بھی ہے اور بیٹا بھی۔ یعنی کبھی عداوت سے غیبت پیدا ہوتی ہے اور کبھی غیبت سے عداوت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نسب ایسا بیہودہ ہو اس کی بے ہودگی کیلئے یہی بات کافی ہے۔ پھر جب کوئی کسی کے در پے ہو جاتا ہے تو مشاہدہ ہے کہ دین کا خیال بالکل نہیں رہتا۔ نہ ایذا سے دریغ ہے نہ جھوٹ اور فریب سے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ دشمن کو ضرر پہنچائے' چاہے اس کے ساتھ اپنا بھی خاتمہ کیوں نہ ہو جائے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۷)

اس لئے جھوٹ و مکر و فریب اور عداوت کی بنیاد یعنی غیبت سے حتی الوسع بچنے کی پوری کوشش کرنا چاہئے۔ اللھم وفقنا۔ آمین

غیبت میں عجب لازم ہے

عجب اس میں لازم ہے' کیونکہ غیبت آدمی جب ہی کرتا ہے جبکہ اپنے آپ کو پاک سمجھے پس یہ عیب بڑا سخت ہے۔ (التّصدی للغیر ص ۱۰۰) پس انسان غیبت اسی وقت کرتا ہے جبکہ اپنے آپ کو بے عیب (۱) سمجھے فلا تزکوا انفسکم ط ھو اعلم بمن اتقٰی o (النجم آیت ۳۲) یعنی تم اپنے کو مقدس مت سمجھو' تقویٰ والے کو وہی خوب جانتے ہیں۔ (التصدی للغیر ص:۱)

غیبت کی عادت ہونے کے بعد حفظ حدود نہیں ہوسکتا

غیبت بھی دو قسم کے لوگوں کی ہوتی ہے ایک تو برے کو برا کہنا' اور ایک اچھے کو برا کہنا۔ عوام الناس اگر غیبت میں مبتلا ہیں تو وہ اکثر ایسے لوگوں کو برا کہتے ہیں جو کہ واقع میں بھی برے ہیں اور ہم ایسے لوگوں کو برا کہتے ہیں جو کہ نہایت صالح متقی عالم فاضل ہیں۔ اکثر طالب علموں کی زبانی سنا ہوگا کہ فلاں شخص میں یہ عیب ہے اگر چہ ان فضلاء میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو فضول سے مشتق ہیں اور ان کی غیبت جائز بھی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خلق اللہ کو گمراہ کرتے ہیں۔ لیکن

---

(۱) حالانکہ انسان اپنے عیوب اور گناہوں پر غور کرے تو اس کا یہ عالم ہو بقول بہادر شاہ ظفر مرحوم۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں اپنے کوئی برا نہ رہا

احقر قریشی

بہتر یہ ہے کہ ان کی غیبت سے بھی بچا جائے کیونکہ غیبت کی عادت جب ہو جاتی ہے تو پھر اچھے اور برے کی تمیز نہیں رہتی اور حفظ حدود نہیں ہوسکتا۔ یہ حالت ہوتی ہے کہ جس کی طرف سے ذرا بھی کدورت ہوئی فوراً اس کا تذکرہ برائی کے ساتھ شروع کر دیا۔ (العمل للعلماء ص ۲۰)

غیبت کے لئے صرف استغفار کافی نہیں

ہر گناہ سے توبہ کرنیکا طریقہ الگ ہے اگر غیبت کی ہو تو اس کے لئے صرف استغفار کافی نہیں، بلکہ جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی بھی چاہو مگر معافی چاہنے میں اس کی ضرورت نہیں کہ اس سے یوں کہو میں نے تیری فلاں فلاں غیبت کی ہے اور یوں تجھے برا بھلا کہا ہے۔ کیونکہ اس تفصیل سے خواہمخواہ اسکو ایذا دینا ہے (۱) ممکن ہے کہ اب تک اس کو غیبت کی اطلاع بھی نہ ہوئی ہو تو تم خود کہہ کر اسکا دل کیوں دکھاتے ہو بلکہ اجمالاً معافی چاہ لو کہ میرا کہا سنا معاف کر دو اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے تم نے غیبت کی تھی ان کے سامنے اس کی مدح وثناء بھی کرو اور پہلی بات کا غلط ہونا بھی ثابت کرو اور اگر وہ بات غلط نہ ہو سچی ہو تو یوں کہ دو کہ بھائی میری اس بات پر اعتماد کر کے تم فلاں شخص سے بدگمان نہ ہونا کیونکہ مجھے خود اس پر اطمینان نہیں رہا۔ کیونکہ سچی بات پر بھی اعتماد قطعی بدوں لوحی کے نہیں ہوسکتا۔ اور اگر وہ مر گیا ہو جس کی غیبت کی تھی تو اب غیبت معاف کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے لئے دعا واستغفار کرتے رہو یہاں تک کہ دل گواہی دے دے کہ اب وہ تم سے راضی ہو گیا ہوگا۔

(مطاهر الاقوال ص ٢٤)

غیبت کرنے والے سے دل میں کدورت بلکہ حرارت کا پیدا ہونا

یہ دونوں کیفیتیں انفعال ہیں اور انفعالات غیر اختیاری ہوتے ہیں اور غیر اختیاری پر ذم واثم نہیں۔ البتہ ان کے مقتضیات (۱) کہ اس کی غیبت کرنے لگے، اسکو ایذا (۲) پہنچانے لگے ومثل ذلک یہ افعال ہیں اور افعال اختیاری ہوتے ہیں اور ان میں بعض ذم واثم بھی

(۱) تقاضا (۲) تکلیف

ہوتا ہے۔ پس جب یہ کیفیات انفعالیہ حادث ہوں ان کے مقضیات فعلیہ پر عمل نہ کیا جائے اور ان کے ازالہ کی دعا کی جائے تا کہ مفضی الی الافعال نہ ہو جائیں اور اپنے عیوب و ذنوب کا استحضار کیا جائے تا کہ اس کا جزم ہو جائے کہ میں اس شخص کی بدگوئی سے بھی زیادہ کا مستحق ہوں اور افعال پر عقوبت کا بھی استحضار کیا جائے تا کہ داعیہ افعال کا مضمحل ہوئے۔

(تربیت السالک ج ۱ ص۳۱۷)

شرعی مصلحت کی بناء پر کن کن کی غیبت جائز ہے

اگر برائی کرنے کی ضرورت یا مصلحت ہو جو شرعاً معتبر ہو تو وہ غیبت حرام میں داخل نہیں؛ جیسے ظالم کی شکایت ایسے شخص کے سامنے جو ظلم کو دفع کر سکے یا مستفتی (فتویٰ پوچھنے والا) صورت واقعہ بیان کرنے کی وجہ سے کسی کا ذکر کر کے یا مسلمانوں کو کسی کے شر دنیوی یا دینی سے بچانے (۱) کے لئے کسی کا حال بتلا دے یا کسی کے متعلق مشورہ لینے کے وقت اس کا حال ظاہر کردے۔ ومثل ذٰلک: (بیان القرآن ج۲ ص:۹۹۷) اس طرح فاسق کی غیبت وجہ اللہ تعالیٰ اور تحذیر مسلمانوں کے واسطے درست ہے یا وہ اس فعل کو ہنر جانتا ہو جیسے مرتشی (۲) رشوت کو کمال جانتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۶۰) اسی طرح کوئی شخص کسی سے نکاح یا خرید و فروخت کرنا چاہتا ہے اور تمہارے علم میں ناواقفیت کی وجہ سے نقصان ہے تو اس کو نقصان سے بچانے کیلئے اس کا حال بیان کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح قاضی کی عدالت میں کسی گواہ کا عیب اس نیت سے ظاہر کرنا کہ صاحب حق کو اس مقصد میں میرے خاموش رہنے سے نقصان نہ پہنچے جائز ہے البتہ صرف اسی شخص سے ذکر کرنا چاہئے جس کے نقصان کا اندیشہ ہو یا جس پر حکم اور فیصلہ کا مدار ہو۔ (تبلیغ دین اردو امام غزالیؒ)

---

(۱) ہر مسلمان پر واجب ہے کہ کسی کو ایذا نہ دے اور غیبت سے ظاہر ہے کہ معلوم ہونے پر کتنی تکلیف ہوتی ہے اس لئے غیبت سے بچنا بھی ضروری ہوا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کی تعریف یوں فرمائی: المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔
(احقر قریشی غفرلہ)

(۲) رشوت لینے والا

دینی ضرورت کی بناء پر غیبت مباح ہے

بہر حال اگر دینی ضرورت ہو تو پھر غیبت بھی جائز ہے جیسے محدثین نے رواۃ حدیث پر جرح کی ہے۔ محدثین نے کسی کو بھی نہیں چھوڑا' نہ امام بخاریؒ کو 'نہ ترمذیؒ کو' نہ مسلمؒ کو' نہ امام ابوحنیفہؒ کو' نہ امام شافعیؒ کو۔ ہر ایک کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور کلام کیا ہے پس وہی حال ہے کہ:۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

بعض کم فہم کہتے ہیں محدثین سے قیامت میں غیبت کی بہت پکڑ ہو گی۔ یہ معترضین کی غلطی ہے۔ اگر ان کی نیت میں فساد ہو گا تو پکڑ ہو گی ورنہ ان کو اجر ہو گا کیونکہ مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ کی تنقیح کی جائے اسی لئے وہ راوی کا حال بیان کرتے ہیں کہ فلاں ثقہ ہے فلاں ضعیف ہے فلاں کذاب ہے' اگر اس میں ان سے خطا بھی ہو گئی تو وہ خطا ایسی ہے ۔

گر خطا گوئی (۱) ورا خاطی مگو ورشود پر خون شہیداں (۲) رامشو
خون شہیداں (۳) را از آب اولی تر است ایں خطا از صد ثواب اولی تر است

(مظاہر الاقوال ص ۳۱)

اپنے آپ کو غیبت سی بچانے کے لئے حضرۃ بانی دارالعلوم دیوبند اور سید الطائفہ حضرۃ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا عجیب معمول۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تو روایت سنتے ہی نہ تھے شروع ہی میں روک دیتے اور حضرت امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عجب معمول تھا کہ سب سن لیتے تھے دوسرے دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرتؒ پر بڑا اثر ہو رہا ہے۔ اور جب بیان کرنے والا

---

(۱) اگر خطا کریں انکو خطا کار مت کہو۔ (۲) اگر شہید خون میں لت پت ہو جائے تو اس کو مت دھوؤ۔ (۳) شہیدوں کا خون پانی سے بہت بہتر ہے یہ خطا صواب سو صواب سے زیادہ بہتر ہے۔

خاموش ہو جاتا تو بے تکلف فرما دیتے کہ سب غلط ہے وہ شخص ایسا نہیں۔ اور اس کہنے کا یہ مطلب تھا کہ چاہے واقع میں صحیح ہو چونکہ شرعی شہادت نہیں اس لئے اس کے ساتھ جھوٹے کا سا معاملہ کیا جائے یہی محمل ہے اس آیت کا: فاذ لم یأتو بالشھدآء فاولئک عنداللہ ھم الکذبون O

ترجمہ: سو یہ لوگ جب چار گواہ نہیں لائے تو پس یہ لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

(النور آیة ١٣)

عنداللہ سے مراد یہاں فی دین اللہ' فی قانون اللہ ہے۔ یعنی شریعت کے قانون کی رو سے تم جھوٹے ہو۔ تمہارا کہنا سب غلط ہے پس اس تقریر کے بعد یہ شبہ نہ رہا کہ متحمل الصدق کو کیسے کاذب فرما دیتے تھے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی صاف مستنبط ہے کہ حسن ظن کیلئے تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں' سوءظن کیلئے دلیل کی ضرورت ہے۔

(کمالات اشرفیه ص ٣٨٠ ' معارف امدادیه ٤٢'٤٤)

اسی طرح سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس نے پس پشت کہا لیکن تم اس سے زیادہ بے حیاء ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو۔ (نسیان النفس ص١٨)

سبحان اللہ غیبت نہ سننے کا عجیب معمول تھا۔

حضرت حاجی صاحب کا غیبت کو علم و حکمت میں تبدیل فرمانا

ایک دفعہ کسی شخص نے مکہ شریف اور حکام کی شکایت حضرت حاجی صاحب کی مجلس میں کی جو صورتاً غیبت تھی کہ یوں ظلم کرتے ہیں' یوں پریشان کر رکھا ہے۔ حضرتؒ نے سنتے ہی فرمایا کہ ہاں بھئی آج کل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے (۱) وہاں تو دل میں بس ایک ہی بسا ہوا تھا اس کے بعد مسئلہ توحید' وحدت الوجود اور مسائل السلوک کی تحقیقات شروع ہو گئی جس سے وہ غیبت علم و حکمت بن گئی۔ آج کل گودڑ کا کاغذ بنتا ہے۔ ہم نے حاجی صاحبؒ کے یہاں گودڑ کی کتاب بنتے

(۱) مراد اسماء جلالیہ اسماء قہریہ اور اسماء جمالیہ سے اسماء لطیفہ ہیں تو یہ جو سختی وغیرہ ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ظہور ہوتا ہے اور اس میں حکمتیں ہوتی ہیں۔ (النور ص۴)

ہوئے دیکھا کہ کیسی لغو اور فضول بات کسی نے کہی مگر حضرتؒ نے اس پر ایک علم عظیم متفرع (۱) کردیا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ حضرتؒ وقت کے امام تھے اور اکثر محققان سلف سے بڑھے ہوئے تھے۔ (جمال الجلیل ص۳۸' النور ص٤)

جن لوگوں کی غیبت حرام یا مباح ہے

صبی اور مجنون اور کافر ذمی کی غیبت حرام ہے اور کافر حربی مباح الایذا کی غیبت تضیع وقت کے مکروہ ہے اور غیبت کبھی فعل سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً کسی لنگڑے کی نقل بنا کر چلنے لگے جس سی اس کی حقارت ہو۔ (بیان القرآن ص ۹۹٦) اگر کسی کا عیب کھلا پایا جائے مثلاً مخنث یا ہجڑا ہو یا کوئی شخص ایسے ہی نام سے مشہور ہو جائے۔ مثلاً چندیا نا یا لنگڑا وغیرہ تو ان لوگوں کا اس نام سے تذکرہ کرنا غیبت سے خالی ہے البتہ اگر کوئی دوسرا نام بتلا دو تو بہتر ہے۔

(تبلیغ دین ص۱۰۵ امام غزالیؒ ملخصاً)

غیبت کا علاج

الف: (۱) استحضارِ عقوبت (۱) وقت غیبت (غیبت کرتے وقت اسکی سزا کا استحضار) (۲) تامل قبل تکلم (بات کرنے سے پہلے سوچنا) (۳) معافی چاہنا بعد صدور غیبت (غیبت ہونے کے بعد معافی مانگنا) (۴) کچھ جرمانہ اپنے اوپر نقد یا نفل کا۔

(تربیت السالك جلد۲ ص ۱۲٤)

ب: بات کرتے وقت اگر غیبت کا استحضار ہو جائے تو اسوقت اس بات سے رک کر دوسری بات شروع کر دینا عمل حسن ہے اور اس سے احسن یہ ہے کہ دوسری بات بھی نہ کہی جائے بلکہ خاموش ہو جائیں۔ اس میں نفس کا زجر بھی زیادہ ہے نیز دوسروں کے لئے تنبیہ ہے کہ جب کلام کا نامناسب ہونا متحضر ہو جائے اس طرح سے رک جانا چاہئے دوسری بات کی طرف منتقل ہونے میں یہ تنبیہ نہیں جو کہ نفع متعدی ہے۔ (تربیت السالك ج۲ ص ۱۸۵)

---

(۱) نکلنے والا۔ (۲) آخرت میں غیبت کرنے پر جو سزا ملے گی اس کا تصور۔

غیبت کا مؤثر علاج

ج: استحضار و ہمت اور بعد صدور صاحب حق سے معاف کرا کر تدارک اور یہ جزو سب اجزاء سے ضروری اور موثر ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج ۲ ص ۲۲۰) مآثر حکیم الامتؒ)

غیبت سے بچنے کی ایک تدبیر

غیبت اور لایعنی باتوں سے بچنے کی صرف ایک تدبیر ہے لیکن اگر اس تدبیر پر بھی عمل نہ کیا جائے تو پھر اس تدبیر کی کوئی تدبیر نہیں اور وہ تدبیر یہ ہے کہ جو بات منہ سے کہنا ہو بولنے سے پہلے ذرا سوچ لیا جائے کہ جو بات میں کہنا چاہتا ہوں یہ معصیت یا فضول تو نہیں ہے جس میں اس کا شبہ بھی ہو اسکو منہ سے نہ کہا جائے...... چند روز میں انشاء اللہ بے تکلف عمل ہونے لگے گا۔

(تربیت السالك ج ۱ ص ۲۸۳)

غیبت کا عملی علاج

ہر ایک کے پاس نہ بیٹھیں، دینداروں کے پاس بیٹھیں اور اگر دیندار نہ ملیں تو خود غیبت نہ کریں اور اگر دوسرا کرے تو برا سمجھیں شرکت نہ کریں۔ (تربیت السالك ج ۱ ص ۲۸۳)

ہمت واستحضار کا معین طریق

ہمت اور استحضار کا معین طریق یہ ہے کہ جب ایک بار ایسا ہو جائے ایک وقت فاقہ کرو۔ (تربیت السالك ج ۱ ص ۳۱۸)

چونکہ غیبت میں حق اللہ اور حق العبد دونوں ہیں اس لئے توبہ بھی واجب ہے اور معاف کرانا بھی ضروری ہے۔ البتہ بعض علماء نے کہا ہے کہ جب تک اس شخص کو اس غیبت کی خبر نہ پہنچے تو حق العبد نہیں ہوتا۔ نقلہ، فی الروح عن الحسن والخیاطی، وابن الصباغ والنووی وابن الصلاح والزرکشی وابن عبدالبر عن ابن المبارک) لیکن اس صورت میں بھی جس شخص کے سامنے غیبت کی تھی اسکے سامنے اپنی تکذیب کرنا ضروری ہے اور اگر ممکن نہ ہو تو مجبوراً اور بعد موت وارثوں سے

معاف کرانا کافی نہیں بلکہ غائب اور میت میں اپنے اور ان کے لئے کثرت استغفار کرتا رہے۔
(بیان القرآن)

بجائے غیبت کے دعا

عارف باللہ سیدی حضرت حاجی محمد شریفؒ صاحب نے اپنے ایک عریضہ میں حکیم الامت مولانا تھانویؒ کو لکھا اگر کوئی مجھ پر ظلم کرتا ہے تو میں اپنے دوستوں سے اسکی شکایت کرتا ہوں اس سے طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے اگر ذکر نہ کروں تو طبیعت پر بوجھ رہتا ہے اگر غیبت ہو تو علاج ارشاد فرمائیں؟

ج: حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا دقیق مسئلہ ہے مگر احتیاط ہی اسلم ہے بجائے شکایت کے دعا کر دیا کریں، تذکرہ بھی ہو جائیگا اور غیبت بھی نہ ہوگی"۔(مکتوبات اشرفیہ)

تجسس (۱) اور اسکا علاج

تجسس کی مذمت قرآن وحدیث کی روشنی میں

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

ولا تجسّسوا (الحجرات آیت ۱۲)

ترجمہ: اور (کسی کے عیب کا) سراغ مت لگایا کرو۔

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) ولا تجسّسوا ولا تنا جشوا (رواہُ البخاری و مسلم عن ابی ھریرۃؓ)

ترجمہ: یعنی تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح رازدرانہ طریقہ سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو۔

(۲) عن ابی برزہ الاسلمیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یا معشر من امن بلسانہ ولم یدخل الایمان قلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتھم یتّبع اللہ عورتہ بفضحہ فی بیتہ. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے وہ لوگو جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان ابھی ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور انکے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے نہ پڑا کرو (یعنی ان کی چھپی ہوئی کمزوریوں کی ٹوہ لگاتے اور ان کی تشہیر (۱) کرنے میں دلچسپی نہ لیا کرو) کیونکہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اسکے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ اور جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معاملہ ہوگا اللہ تعالیٰ اسکو گھر میں ذلیل کر دے گا۔

(۳) **لا تنظروا الی ذنوب العباد کانکم ارباب**

ترجمہ: تم بندوں کے گناہوں کو اس طرح نہ دیکھو گویا کہ تم خدا ہو۔

تجسّس کے دینی و دنیوی مضرات

ایک خرابی اور مضرت عیب جوئی اور عیب گوئی میں یہ ہے کہ جس شخص کی برائی کی جارہی ہے یہ ممکن نہیں کہ اس کی اسکو خبر نہ ہو اور خبر ہونے کے بعد بہت دشوار ہے کہ وہ تم کو برا نہ کہے اور پھر یہ ممکن نہیں کہ اسکے کہنے کی تم کو خبر نہ ہو اور اس میں تمام الٹ پھیر کا نتیجہ یہ ہے کہ آپس میں عداوتیں بڑھیں اور دشمنیاں قائم ہوں اور پھر یہ عداوتیں بعض اوقات پشت ہا پشت تک چلتی ہیں اور بنیاد اس کی محض ذرا سی بات کہ اس نے ہم کو یوں کہہ دیا تھا۔ (جواهر اشرفيه ٤٦)

تجسّس کی صورتیں

آڑ میں بیٹھ کر کسی کی باتیں سننا بھی تجسّس میں داخل ہے۔ جسکو آڑ میں بیٹھنا ہے تو زبان سے کہہ دنا چاہئے کہ میں بیٹھا ہوں یا اسکے سامنے بیٹھنا چاہئے۔

اسی طرح اگر ایک آدمی سونے کو لیٹ گیا اور دوسروں کو یہ خیال ہوا کہ یہ سو گیا ہے اور وہ آپس میں باتیں کرنے لگیں مگر یہ جاگ رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ انکو اطلاع کر دے کہ میں جاگ رہا ہوں البتہ اگر وہ لوگ اسی کے متعلق باتیں کر رہے ہوں اور اسکو ضرر پہنچانا چاہتے ہوں تو

(۱) مشہور کرنا۔

تجسس کے ساتھ انکی گفتگو سننا جائز ہے۔

نیز اگر دو شخص آپس میں انگریزی یا عربی میں گفتگو کر رہے ہوں اور تیسرا شخص بھی ان دونوں کی زبانوں کو سمجھتا ہو مگر ان دونوں کو خبر نہ ہو تو اسکو چاہئے کہ ان دونوں کو مطلع کر دے کہ میں انگریزی یا عربی سمجھتا ہوں۔ (انفاس عیسیٰ ج ۱ ص ۱۸۱،۱۸۲)

اسی طرح بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ دبے پاؤں آہستہ آکر خاموشی سے باتیں سننے لگ جاتے ہیں۔

اور بعض لوگ کسی کے دیوان خانہ یا بیٹھک میں جائیں تو اسکی کتابیں بلا اجازت اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیتے ہیں اور کتاب میں یا ڈیسک پر خطوط پڑے ہوں تو انہیں پڑھے بغیر رہ نہیں سکتے اور بعض لوگوں کی دوسروں کے خطوط کھول کر پڑھنے کی عادت ہوتی ہے۔ یہ سب تجسس میں داخل ہے اور مذموم ہے۔

یہاں تک کہ بعضے دوسروں کی نسبت مع اللہ کی ٹوہ میں رہتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست   شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

تجسّس کا اصل منشاء کبر ہے

تجسس کا اصل منشاء کبر ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج ۱ ص ۱۸۱) کیونکہ بندہ اپنے آپ کو عیوب و ذنوب سے مبرا اور اپنے نفس کو مقدس اور پاکیزہ سمجھتا ہے تب ہی دوسروں کو حقیر اور کمتر سمجھ کر اسکے عیوب کے تجسس اور تلاش کی کوشش کرتا ہے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر

پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں اپنے کوئی برا نہ رہا

حالانکہ انسان اپنے گناہوں اور عیوب کا جائزہ لیتا رہے تو اسے دوسروں کے عیوب کی تجسس کی فرصت ہی نہ ملے گی۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی   تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اپنے عیوب پر نظر رکھو

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ اے عزیز تیری مثال ایسی ہے کہ تیرے بدن پر سانپ بچھو لپٹ رہے ہیں اور ایک دوسرے شخص کے بدن پر ایک مکھی بیٹھی ہے تو اسکو مکھی بیٹھنے پر ملامت کر رہا ہے لیکن اپنے سانپ بچھو کی خبر نہیں لیتا جو کوئی دم میں تجھ کو فنا کئے ڈالتے ہیں ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اپنی آنکھ کا شیشہ کبھی نظر نہیں آتا اور دوسرے کے آنکھ کے تنکے کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ (نسیان النفس)

تجسّس کا مکمل علاج

ہمیشہ اپنے عیوب پیش نظر رکھا کرو۔ تکبر کو دل سے نکالو۔ تواضع اختیار کرو اور جب تک اصلی مرض زائل نہ ہو اس وقت تک فکر و تامل سے کام لو اور کوتاہی پر جرمانہ مقرر کرو۔

(انفاس عیسیٰ)

ڈاکٹری نسخہ خواہ جس قدر بیش قیمت ہو جب تک اسے استعمال نہ کیا جائے اس سے نفع نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ان روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے محض مطالعہ کافی نہیں بلکہ مجاہدہ کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے تب جا کر ان رذائل سے نجات ہوگی۔

ہے عمل لازمی تکمیل تمنا کیلئے ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے

کسی کی عیب جوئی کا علاج

حال: حضور مجھ میں تو ایک سخت عیب بھی ہے اور سختی کے ساتھ راسخ ہو گیا ہے کہ دوسروں کا عیب تو بہت بڑا معلوم ہوتا ہے حتی کہ اس میں غیبت تک کی نوبت آ جاتی ہے اور اپنا عیب نہیں معلوم ہوتا ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ یہ عادت مجھ سے دفع ہو جائے لیکن کسی طرح نہیں جاتی کوئی طریقہ ہدایت فرما دیں تا کہ اس پر عمل کرنے سے اس بد عادت کا استیصال (۱) ہو جاوے اس خاص صورت میں حضور کے خیال اور دعا کا متمنی (۲) ہوں۔

---

(۱) جڑ سے اکھاڑنا۔ (۲) خواہش مند۔

تحقیق: دعا بھی کرتا ہوں باقی تدبیر یہ ہے کہ آپ ہر کلام سے پہلے یہ سوچ لیا کیجئے کہ اگر یہ کلام میں نہ کروں تو کوئی ضروری نفع فوت تو نہ ہوگا جس میں ضروری نفع کا فوت نہ ہونا معلوم ہو اس سے زبان بند رکھئے یہ تو زبان کا انتظام ہے باقی اس کی جڑ کا انتظام یہ ہے کہ جب کسی کے عیب پر نظر پڑے تو یوں سوچا کیجئے کہ گو اس شخص میں یہ عیب ہے مگر ممکن ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں ایسی ہوں جن کے اعتبار سے اسکی مجموعی حالت میری مجموعی حالت سے عند اللہ احسن ہو پھر مجھ کو اس کی عیب جوئی یا عیب گوئی کا کیا حق حاصل ہے جس طرح اندھے کو یہ حق نہیں کہ کانے کو چڑائے بار بار اس مضمون کے استحضار سے انشاء اللہ اس عیب کا استیصال ہو جاوے گا اور اگر احیاناً(۱) واتفاقاً پھر بھی اس کا صدور ہو جاوے تو بطور جرمانے کے بیس رکعت نفل پڑھا کیجئے انشاء اللہ نفس سیدھا ہو جاوے گا۔   (تربیۃ حصہ پنجم ص ۲۶۳)

بدگمانی اور اسکا علاج

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے یآ یھا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظَّنّ انّ بعض الظن اثم   (الحجرات آیت نمبر ۱۲)

اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں۔

ف: ظن میں کثیر اور بعض جو کہ مقابل جمیع کا ہے اور شامل کثیر کو ہے اس لئے فرمایا کہ ظن کی کئی قسمیں ہیں۔

ایک واجب جیسے ظن فقہی غیر مخصوص میں اور حسن ظن مع اللہ اور دوسرا مباح جیسے ظن امور معاش میں

(۳) اور ایسے شخص کے ساتھ بدگمانی کرنا جسمیں علانیہ علامات فسق کے پائے جاتے ہیں جیسے شراب خانوں میں اور فاحشہ عورتوں کی دکانوں مکانوں میں کسی کی آمد و رفت ہو اور اس پر فسق کا گمان ہو جائے جائز ہے مگر یقین نہ کرے۔

اسی طرح جو سوءِ ظن (۲) غیر اختیاری ہو مگر اسکے مقتضاء پر عمل نہ ہو اسمیں بھی گناہ نہیں

---

(۱) جان بوجھ کر۔ (۲) بدگمانی۔

بشرطیکہ حتی الامکان اسکو دفع کرے۔

اور تیسرا حرام جیسے الٰھیات ونبوات میں بلا دلیل (۱) قاطع یا کلامیات وفقہیات میں خلاف دلیل قاطع ظن کرنا۔

یا جسمیں علامات فسق کے قوی نہ ہوں بلکہ ظاہراً اصلاح کے آثار نمودار ہوں اسکے ساتھ سوءظن کرنا حرام ہے۔

کیونکہ سب افراد ظن کے حرام نہ تھے اس لئے کثیراً فرمادیا گیا اور یہ کثرت فی نفسہٖ (۲) یہ ضرور نہیں کہ اس کی فردیں (۳) دوسری قسم کی فردوں سے زیادہ ہوں اور اگر بہ اعتبار (۴) عادت عامہ ناس کے دیکھا جائے تو قسمیں باقیین کے اعتبار سے بھی کثرت صحیح ہوسکتی ہے کیونکہ زیادہ (۵) ابتلاء لوگوں کا ظن حرام ہی میں ہے یہ تفصیل ہے ان اقسام کی جنکی طرف ان بعض الظن کے ترجمہ میں اشارہ ہے۔

اور سوءظن کے بارے میں جو مشہور ہے الحزم (۶) الظن اس کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ (۷) شخص سے اپنی احتیاط رکھے پس سوءظن کے مقتضاء (۸) پر عمل کرنا مظنون (۹) بہ کے حق میں تو حرام ہے جیسے اسکی تحقیر (۱۰) وتنقیص کرنا، اسکو ضرر پہچانا اور خود ظان کے حق میں جائز ہے بایں معنی (۱۱) کہ اسکی مضرت سے خود بچے۔ (بیان القرآن ج۲ ص ۹۹۶ تاج کمپنی)

اور ارشاد فرمایا حضور ﷺ نے:

(۱) ظنوا بالمومنین خیرا۔ (یعنی) ''ہر مومن کے ساتھ حسن ظن رکھو''

(۲) ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ ''تم بدگمانی سے بچو بے شک برا گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔

بدگمانی وبدزبانی کا سبب کبر ہے

---

(۱) کاٹنے والی، قطع کرنے والی۔ (۲) ایک ایک۔ (۳) عام لوگوں کی عادت کے اعتبار سے (۴) مبتلا ہونا۔ (۵) بغیر قطع کرنے والی دلیل۔ (۶) احتیاط بدگمانی میں مبتلا ہونا۔ (۷) مشکوک۔ (۸) تقاضا۔ (۹) جس کے بارے میں گمان کیا جائے۔ (۱۰) حقیر سمجھنا اور رسوا کرنا۔ (۱۱) اس معنی میں

فرمایا کہ بڑی چیز تو یہ ہے کہ آدمی اپنے ہر فعل کو شریعت پر منطبق کرے کہ کون فعل میرا شریعت کے موافق ہے اور کون خلاف اور حضرت کسی کے ساتھ جائز اعتقاد رکھنا ضروری نہیں۔ ہاں بدگمانی اور بدزبانی بلا ضرورت کسی کے ساتھ نہیں۔ اگر بدگمانی نہ کی تو کیا نقصان ہوا۔ پھر فرمایا کہ اس کا منشاء کئی چیزیں ہیں۔ ان سب کا منشاء کبر ہے۔ اگر سب سے کمتر اپنی آپ کو سمجھے گا تو جس وقت بدگمانی ہونے لگے گی فوراً اپنا عیب پیش نظر ہو جائے گا اور سوچے گا کہ ہم تو اس سے بھی زیادہ نالائق ہیں۔ پھر کبھی اس کی نوبت نہ آئے گی۔ لہذا کبر کا علاج کسی کامل شخص کے پاس رہ کر کرانا ضروری ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۳٦)

مرض بدگمانی اختیاری ہے

احقر نے اپنا مرض بدظنی ظاہر کر کے اسکا علاج چاہا تھا۔ حضرت والا نے یہ جواب عنایت فرمایا کہ یہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ اور صرف بدظنی ہی ہے یا اسکے مقتضاء پر عمل بھی ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے؟ احقر کے خیال میں بدظنی کے دو مرتبے ہیں ایک تو یہ کہ خود بخود دل میں کسی کے متعلق بدظنی ہو جائے یہ غیر اختیاری ہے اور دوسرا یہ کہ کسی کے برتاؤ سے دل میں فکر کر کے بدظنی پیدا کی جائے۔ یہ اختیاری ہے اور ہر دونوں کے مقتضاء پر شکوہ شکایت نا جائز ہے۔ (تربیت السالک ج ۲ ص ۳۵٦)۔ مرض اختیاری کا علاج بھی اختیاری ہوتا ہے یعنی اسکے تقاضا پر عمل نہ کیا جائے۔

بدگمانی ہی نا اتفاقی اور پریشانی کا سبب ہے

آجکل قرائن (۱) ضعیفہ محتملہ یا اخبار (۲) کاذبہ کی بناء پر دوسرے مسلمان پر بدگمانی کر بیٹھے ہیں اسکے بعد معمولی قرائن تائید و تقویت کرتے جاتے ہیں حتی کہ وہ بدگمانی درجہ یقین تک پہنچ جاتی ہے اس سے یہ آفتیں پیدا ہوتی ہے حقیر سمجھنا دوسرے کو اس سے بغض و عداوت کرنا اس کے افعال حسنہ کو محمول (۳) کرنا کسی نفسانی غرض پر اس کی غیبت کرنا اسکے نقصان و ذلت پر خوش

---

(۱) مشکوک کمزور اندازے۔ (۲) جھوٹی خبریں۔ (۳) گمان کرنا۔

ہونا۔ اور طرح طرح کی خرابیاں اس پر مرتب ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ قوی قرائن کے ہوتے ہوئے بھی حتی الامکان بدگمانی نہ کرے بلکہ کچھ تاویل کرکے اس کو اپنے دل سے دفع کرے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو بچشم خود چوری کرتے دیکھ کر ٹوکا۔ اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں چوری نہیں کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ''میرے خدا کا نام سچا ہے۔ میری آنکھ جھوٹی ہے''

البتہ اگر دفع کرنے پر بھی دل سی دفع نہ ہو تو اس پر مؤاخذہ نہیں مگر اس کا ذکر کرنا اسکے مقتضاء کے موافق برتاؤ کرنا یہ ضرور گناہ ہے۔ خصوصاً چغل خوری کی وجہ سے کسی سے بدگمان ہو جانا۔ (فروغ الایمان)

اپنے نفس سے بدگمان رہے

فرمایا کہ الحزم سوء الظن اس کی تفسیر میں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ اَیْ بنفسہٖ یعنی دانائی اور احتیاط یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس سے سوء ظن (برا گمان) ہی رکھے، کسی وقت مطمئن نہ ہو۔ ہمیشہ کھٹکھتا رہے۔ عارفین یہی کہتے ہیں کہ دوسروں سے تو حسن ظن (نیک گمان) رکھے اور اپنے نفس سے سوء ظن رکھے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۱٤)

دوسروں کے ساتھ حسن ظن کی تعلیم

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے پاس جو لوگ آتے میں ان کے قدموں کی زیارت کو موجب نجات (یعنی اپنی نجات کا ذریعہ) جانتا ہوں۔ کیونکہ وہ یقیناً اچھے ہیں اور ان کے اچھے ہونے کی میرے پاس دلیل یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ باوجود ناچیز ہونے کے حسن ظن رکھتے ہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۱۵)

نیک گمانی اور بدگمانی میں اعتدال

فرمایا کہ شیخ سعدیؒ کے دو شعر اس معاملہ میں متضاد ہیں ایک گلستان میں ہے۔

ہر کہ جامہ پارسا بینی !! پارسا دان و نیک مرد انگار

دوسرا بوستان میں ہے ۔

نگہ دارد آن شوخ در کیسہ در — کہ داند ہمہ خلق راکیسہ بر

گلستان کے شعر سے سب کے بارے میں نیک گمانی کی اور بوستان کے شعر سے بد گمانی کی تلقین معلوم ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اعتقاد کے اعتبار سے تو گلستان کے شعر پر عمل چاہئے کہ جس کا ظاہر اچھا دیکھے اس کے ساتھ نیک گمان رکھے مگر معاملات میں بوستان کے شعر پر عمل کرے کہ اپنے راز اور خاص چیزیں' ہر شخص کے سامنے نہ کھولے۔ اسمیں احتیاط کرے۔

(مجالس حکیم الامتؒ ص:٢٧٩' ٢٨٠)

بلا وجہ کسی کی طرف سے بدگمانی کے ناجائز ہونے سے تو یہ لازم نہیں آتا کہ دنیا بھر کو سچا ہی سمجھتا رہے بلکہ اگر کسی کی کوئی بات دل قبول نہ کرے اور اسکے قول کے سچا ہونے میں کسی وجہ سے شبہ پیدا ہو جائے تو وہاں پر گناہ سے بچنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس قائل کو یقیناً جھوٹا نہ سمجھے۔ لیکن احتمال پیدا ہو جائے جس سے معاملہ احتیاط کا کرے۔ (انفاس عیسی حصہ دوم ص ٦٦٣)

اپنے شیخ پر بدگمانی کرنے کا نقصان

جس شخص کو اپنے شیخ پر پورا اعتماد اور اعتقاد نہ ہو' اسکو نفع نہیں ہوتا۔ حضرت حکیم الامتؒ کے متوسلین میں سے ایک صاحب (۱) نے یہ غلطی کی کہ ایک مرتبہ بعد نماز فجر حضرت حکیم الامتؒ وظائف و اوراد میں مشغول تھے کہ حضرت حکیم الامتؒ کے قریب بیٹھ کر عرض کیا کہ ''حضرت مجھے وہم سا ہو گیا ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں'' حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ ''اگر میں تم سے ناراض ہوتا تو تمہاری تعلیم کیوں جاری رکھتا' کیا میں تم لوگوں کی خوشامدیں کروں' یہ مجھ سے سوء ظن کیوں'' اور خسرو دربار اشرفی عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ سے فرمایا کہ جس شخص کو اپنے شیخ پر پورا اعتماد اور اعتقاد نہ ہو' اس کو نفع نہیں ہوتا نیز یہ بھی فرمایا کہ ''گو اس نالائق کی ناشائستہ حرکت سے مجھے بے حد تکلیف پہنچی لیکن نفع بھی بے حد ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا حسن ظن بڑھ گیا جس طرح اس نے مجھ سے بدظنی کی اور مجھے تکلیف ہوئی اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی

(۱) واضح ہو کہ حضرت حکیم الامتؒ نے بعد عتاب انہیں دل سے معاف فرما دیا تھا۔ (احقر قریشی غفرلہ)

سوءظن سے خوش نہیں ہوتے انکے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہئے۔

(مزید تفصیل کیلئے دیکھو مکتوبات و ملفوظات اشرفیہ ص ۵۸ تا ص ٦٣)

عورتوں میں بدگمانی کا مادہ بہت ہے

مستورات تقریبات کے ہنگامہ میں بعض دفعہ زیور کونکال کر موقع بے موقع ڈال دیتی ہیں پھر اس کی تلاش میں تکلیف الگ ہوتی ہے اور برائیاں جدا ہوتی ہے۔عورتوں میں بدگمانی کا مادہ بہت ہونے کے سبب فوراً کسی کا نام لے دیتی ہیں کہ یہ کام اس کا ہے۔ (انعانی)

بدگمانی کا علاج

ایک صاحب نے بدگمانی کا علاج دریافت کیا تو فرمایا کہ کسی کی طرف سی بدگمانی قلب میں آوے تو اول علیحدہ بیٹھ کر یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے منع فرمایا ہے تو یہ گناہ ہوا اور گناہ پر عذاب کا اندیشہ ہے۔تو اے نفس حق تعالیٰ کے عذاب کو کیسے برداشت کرے گا۔ یہ سوچ کر توبہ کرے اور دعا بھی کرے کہ اے اللہ میرے دل کو صاف کر دے اور جس پر بدگمانی ہوا اس کے لئے بھی دعا کرے کہ اے اللہ اسکو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرما۔ دن رات میں تین مرتبہ ایسا کرے۔ اگر پھر بھی اثر رہے دوسرے تیسرے دن ایسا ہی کرے۔ اگر پھر بھی اثر رہے اب اس شخص سے مل کر کہے کہ بلاوجہ مجھ کو تم پر بدگمانی ہوگئی تم معاف کر دو اور میرے لئے دعا کر دو کہ یہ دور ہو جائے۔ (کمالات اشرفیہ ص ٦٢٧)

یہ سوچے کہ بدگمانی رکھنے پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ مجھ سے دلیل کا مطالبہ فرمائیں گے جو میرے پاس نہیں ہے۔اسلئے بلادلیل بدگمانی پر سخت سزا ہوگی۔

(٣) مذموم بدگمانی اور اسکا علاج

مذموم بدگمانی وہ ہے جو خود دلائی جائے باقی جو وسوسہ خود آئے وہ مذموم بدگمانی نہیں جب تک اس پر عمل نہ ہو اور عمل کی صورت یہ ہے کہ دل سے اس پر اعتقاد جازم (۱) کر لے

(۱) قصد کرنے والا

یا زبان سے کسی کے سامنے اسکا تذکرہ کردے۔ جب تک وسوسہ پرعمل نہ ہو اس وقت تک نہ اس پر مؤاخذہ ہے نہ وہ مضر ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص:۱۸۱)

(۴) بدگمانی کا مکمل علاج

بدگمانی میں گناہ کا درجہ تو وہ ہے جس کا ذہن میں اعتقاد راسخ (۱) ہو اگر راسخ نہ ہو تو واضح مضر نہیں مگر علاج اسکا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے پھر اگر علاج کے بعد بھی کچھ اثر رہے تو وہ مذموم نہیں۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص:۱۸۱)

(۵) تواضع اختیار کرنے کی ضرورت

بدگمانی، تجسس وغیبت کا علاج یہ ہے کہ تواضع اختیار کرو، تکبر کو دل سے نکالو اور وسوسہ بدگمانی کے وقت توجہ کو ذکر اللہ کی طرف منعطف کرو۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص:۱۸۱)

(۶) زبان سے اظہار بدگمانی سے بچنے کی ضرورت

عرض: بعض اوقات ذرا سی بات پر دوسروں سے بدگمانی بھی ہوتی ہے مگر اس کو بھی دل سے بہت دور کرتا ہوں۔

ارشاد: اسکے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ زبان پر اس کو کسی کے سامنے نہ لائیں۔

(تربیت السالك ج:۱ ص:۳۵۲، النور ص٤٨٤)

جھوٹ اور اسکا علاج

جھوٹ کی مذمت میں آیات واحادیث:

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

☆...... واجتنبوا قول الزور ترجمہ: "اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو"۔

☆...... لعنت الله على الكذبين ترجمہ: "جھوٹ بولنے والے پر خدا کی لعنت"۔

---

(۱) پکا

☆...... انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنونo (النحل آیت ۱۰۵)

ترجمہ: ”جھوٹی بات بھی لوگ کرتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

نیز ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

☆...... علیکم بالصّدق وایاکم والکذب (متفق علیہ)

ترجمہ: سچ بولو جھوٹ مت بولو۔

☆...... کفٰی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ماسمع

ترجمہ: آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو بات سنے بیان کردے“۔

☆...... ان الصّدق بر و ان البرّ لیھدی الی الجنّة وان الکذب فجور وانّ الفجور لیھدی الی النّار (رواہ مسلم)

ترجمہ: سچ نیکی ہے اور بے شک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بے شک جھوٹ بدی ہے اور بدی دوزخ کی طرف لیجاتی ہے۔

جھوٹ کی حقیقت

خلاف واقعہ کہنا کذب ہے۔ (انفاس عیسٰی)

بے تحقیق کسی بات کا نقل کرنا اور سنی سنائی تحقیق کو بدوں تحقیق کے فوراً زبان سے نکال دینا بھی گناہ ہے۔ (انفاس عیسٰی ص ۱۸۵ شریعت و طریقت)

جھوٹ بولنے کے نقصان

جھوٹ بولنے سے قلب میں کجی آجاتی ہے اور خواب بھی سچے نظر نہیں آتے۔

(تبلیغ دین ص ۹۸)

جھوٹ اکثر برائیوں کی جڑ ہے

ایک شخص نے مسلمان ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ کے سامنے اپنی بہت سی بری عادتوں کا ذکر کیا۔ آپ نے اس سے صرف جھوٹ نہ بولنے کا عہد لیا۔ رات کو چوری وغیرہ کے

لئے اٹھا تو سوچا کہ اگر چوری کر کے انکار کروں گا تو جھوٹ ہوگا اور میں جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کر چکا ہوں اور اگر اقرار کروں گا تو سب کے سامنے رسوائی ہوگی' اور سزا ملے گی۔ یہ سوچ کر چوری کرنے سے بچ گیا۔ اسی طرح جس برائی کا بھی ارادہ کیا مذکورہ باتوں کو سوچ کر ان کے ارتکاب کی جرات نہ کر سکا۔ اس طرح وہ تمام برائیوں سے بچ گیا اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ اکثر برائیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے اس کو صرف هل تعاهد نی علی ترک الکذب فرما کر صرف جھوٹ سے بچنے کا عہد لیا اور اسکی برکت سے وہ تمام برائیوں سے بچ گیا۔

ہنسی مذاق اور تحصیل مال و جاہ کیلئے جھوٹ بولنا حرام ہے

مذاق میں دوسروں کو ہنسانے کیلئے عزت و جاہ حاصل کرنے کیلئے' بچوں کو دور سے بلانے کے لئے (کسی چیز کا وعدہ محض بہلانے کے لئے کرنا) جھوٹ بولنا قطعاً حرام ہے۔

دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز کا مفہوم

یہ عام نہیں کہ ہر مصلحت میں جھوٹ بول دیا کرے بلکہ جس دروغ میں دوسرے کا ضرر نہ ہو اپنا یا کسی کا اس سے ضرور دفع ہوتا ہے۔ شیخؒ نے اس کو مصلحت سے تعبیر کیا ہے مثلاً ایک شخص سو روپیہ قرض لے آیا مگر یہ تجربہ نہیں کہ یہ شخص معاملہ کا کیسا ہے تو ہمیں اس گمان کرنے میں کوئی ہرج نہیں کہ یہ شخص معاملہ کا کیسا ہے' دہندہ ہے یا نادہندہ۔ اگر ہم جھوٹ بول بھی دیں کہ روپیہ ہمارے پاس نہیں تو بھی گناہ ہوگا۔ کیونکہ یہ شخص اپنے کو ضرر سے بچا رہا ہے دوسرے کو ضرر نہیں دے رہا۔ اس جھوٹ سے گناہ نہیں ہوتا۔ (انفاس عیسٰی ج:۱ ص:۳۱)

مثلاً: دو مسلمانوں میں صلح کرا دینے یا جہاد میں دشمن کو دھوکہ دینے یا بی بی کو رضامند اور خوش کرنے کیلئے جھوٹ بولنے کی حدیث میں اجازت آئی ہے (مسلم) اگر راست گوئی کے سبب میاں بیوی میں نا اتفاقی پیدا ہونیکا اندیشہ ہو تو جھوٹ بول دینا جائز ہے۔ یا اپنے مسلمان بھائی کا مال ظالم کے ہاتھ سے بچانے یا کسی کی خفیہ رکھی ہوئی امانت کو محفوظ رکھنے کیلئے دوسروں کے سامنے انکار کر دینا اور جھوٹ بول دینا جائز ہے۔ (تبلیغ دین' امام غزالیؒ ص ۹۸' ۹۹)

کسی مسلمان کی عزت بچانے کیلئے جھوٹ بول دینا جائز ہےاور احیاء العلوم میں ایسے موقع پر کہ قتل مسلم ناحق ہوتا ہو بدوں کذب نجات نہ ہوتو کذب کو فرض لکھ دیا ہے۔

(فتاوی رشیدیه ص ٢٥٤)

علاج

(۱) جو بات کہنا ہو تھوڑی دیر پہلے تامل کر لے کہ اس سے اللہ جو سمیع وبصیر ہیں ناخوش تو نہ ہوں گے۔ انشاء اللہ کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکلے گی۔ (تعليم الدين ص ٨٥)

(۲) جس کو اکثر جھوٹ بولنے کی عادت ہو اس کا بڑا علاج یہ ہے کہ جب کذب صادر ہو فوراً اپنی تکذیب (۱) مخاطب کے سامنے کرے کہ یہ بات میری کذب (۲) ہے۔

(مآثر حكيم الامتؒ)

(۳) جھوٹ بولنے کی عادت کا ازلہ (علاج مذکورہ۔۲) کے تکرار ودوام سے ہو جائے گا اور اگر اس سے جلدی ازالہ نہ ہو تو پھر اس کے صدور پر کوئی جرمانہ ہو جو نہ بہت ثقیل (۳) ہو اور نہ بہت خفیف (۴)، نفس پر کیا جائے۔ خواہ ایک وقت کھانا ترک کر دینے کا یا کچھ رقم مسکین کو دینے کا۔ (تربيت السالك ج٢ ص ٩٣)

زبان کی دوسری آفات

اختصار کے پیش نظر زبان کی دیگر آفات میں ہر عنوان کے تحت صرف ایک حدیث لکھی جاتی ہے عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ذمائم (۵) سے محفوظ رکھے۔ آمین!

جھوٹی قسم کھانا: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جھوٹی قسم گھروں کو برباد کر دیتی ہے۔" (بخاری)

چغل خوری کرنا: چغل خور بہشت میں نہ جائے گا۔ (صحيحين)

---

(۱) اپنے آپ کو جھٹلانا۔ (۲) جھوٹ۔ (۳) بھاری۔ (۴) ہلکا۔ (۵) برائیوں۔

شعروشاعری: شعروشاعری بھی ایک قسم کا کلام اور باتیں ہیں۔ ان میں جو باتیں اچھی ہیں وہ اچھی ہیں اور جو باتیں بری ہیں وہ بری ہیں۔ (دار قطنی)

دورخی پالیسی: جوآدمی دنیا میں دورویہ ہوقیامت میں اس کی دوزبانیں ہوں گی۔

عبارت آرائی اور تکلف: ہلاک ہوئے وہ لوگ جو بناوٹ سے باتیں کرتے ہیں' یہ بات آپؐ نے تین بار ارشاد فرمائی۔ (صحیح مسلم)

تمسخر اور دل لگی: آدمی بعض باتیں (جھوٹ) اس سے کہتا ہے کہ لوگ ان کو سن کر ہنسیں لیکن ان باتوں کے باعث وہ زمین وآسمان کے فاصلہ سے زیادہ دور (دوزخ کی طرف) گرتا ہے۔

(بیہقی)

لعنت کرنا: جس شخص پر لعنت کی جائے اگر وہ مستحق نہ ہو تو یہ لعنت اس کہنے والے پر لوٹتی ہے۔

(صحیحین)

گالی دینا: مسلمان کو گالی دینا بڑے گناہ کی بات ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔

(بیہقی)

بےادبی کرنا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہماری بوڑھوں کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالموں کی قدر نہ کرے۔

مدح میں مبالغہ کرنا: فاسق کی مدح کرنے سے خداتعالیٰ ناراض اور غضبناک ہوتا ہے اور فاسق کی تعریف سے عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ (بیہقی)

بحث مباحثہ اور لڑائی جھگڑا کرنا: ہدایت کے بعد جو قوم گمراہ ہوئی' وہ امور دین میں بحث ومباحثہ اور جھگڑے وجدال کی عادت کی وجہ سے گمراہ ہوئی۔ (ترمذی)

کلمات کفر بکنا: اگر تم کو ماردیا جائے یا جلادیا جائے تو بھی کسی کو خدا کا شریک نہ کرنا۔

(مسند امام احمدؒ)

اس سے ظاہر ہے کہ کفر کی بات نہ کہنے سے آگ اور موت کا بھی سامنا کرنا پڑے تو نہ گھبرائے۔

جھوٹا خواب بیان کرنا: جوشخص جھوٹا خواب سنائے گا خدا تعالیٰ اسکو قیامت کے دن عذاب دیں گے کہ وہ جو میں گرہ لگائے۔ (بخاری) جومحال ہے مقصد یہ کے اسکوسخت عذاب دیا جائے گا۔

جھوٹا دعویٰ پیش کرنا: جوکوئی دعویٰ پیش کرے ایسی چیز کا جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں اور وہ اپنا گھر دوزخ میں بنائے۔ (صحیح مسلم)

جھوٹا نسب بیان کرنا: جوشخص اپنے باپ کا نسب چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے جنت اس پر حرام ہے۔ (بخاری' مسلم' ابو داؤد)

جھوٹا مسئلہ یا جھوٹی حدیث بیان کرنا: جوکوئی میری نسبت جھوٹ بولے (ایسی بات کی نسبت میری طرف کرے جو میں نے نہ کہی ہو) وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں سمجھ لے۔

(بخاری)

احسان جتلانا: خدا تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں سے کلام نہ کرے گا' نہ ان کی جانب نظر رحمت سے دیکھے گا۔ (مسلم)

راز فاش کرنا: جوشخص کسی کا بھید ظاہر کرے اس نے امانت میں خیانت کی۔ (ابو داؤد) (ترمذی) بعض لوگ ادھر ادھر کی سن کر کہہ دیتے ہیں یہ امانت میں خیانت ہے۔

کسی کو کافر یا فاسق کہنا: اگر کوئی شخص کسی کو کافر یا فاسق کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو کہنے والے کی بات اسی پر الٹ آئے گی۔ (بخاری و مسلم)

خوشامد کرنا: جو لوگ امیروں کے پاس جا کر ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں اور ان کے ظلم میں ان کی اعانت کریں وہ لوگ مجھ سے نہیں اور میں ان سے نہیں مجھے ان سے کوئی تعلق نہیں' وہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ آئیں گے۔ (ترمذی)

تفاخر کی مذمت کرنا: اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا پر غرور کرنے کو دور کر دیا آدمی نہیں ہے مگر مسلمان متقی یا بدکار شقی' سب آدمی آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنائے گئے تھے۔ (ترمذی و ابو داؤد)

کسی کے نسب پر طعنہ مارنا: دو چیزیں ایسی ہیں جن کا ارادہ کرنا بھی کفر کے قریب ہے ایک کسی کے

نسب پر طعنہ مارنا: دوسرے میت پر نوحہ کرنا۔ (مسلم)

غیر اللہ کی قسم کھانا: جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر و شرک کا کام کیا۔ (ترمذی)

نجومیوں کاہنوں سے غیب کی باتیں پوچھنا: جو شخص آئندہ کی غیبی خبریں بتلانے والے کے پاس گیا اور سے غیب کی خبریں پوچھیں اس کے چالیس روز کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (جامع صغیر)

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا: مسجد میں دنیا کی باتیں اس شخص کی نیکیوں کو اس طرح کھا لیتی ہیں جیسے آگ سوکھی لکڑی کو۔

فضول گوئی کرنا: انسان کا اسلام درست و صحیح ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں (اس میں لایعنی باتیں بھی داخل ہیں) کو چھوڑ دے۔ (ترمذی)

نابینا کو غلط راستہ بتلانا: رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی نابینا کو راستہ سے گمراہ کر دے۔

بیوی کو شوہر یا نوکر کو آقا کے خلاف ابھارنا: جو شخص کسی کی بیوی کو شوہر کے یا نوکر کو آقا کے خلاف آمادہ کرے (یعنی بیوی یا غلام یا نوکر کے دل میں عداوت کے جذبات پیدا کرے یا ان کو تقویت پہنچائے) وہ ہم میں سے نہیں۔

جھوٹی گواہی: جھوٹی شہادت تین مرتبہ شرک کے برابر ہے۔"

ان احادیث مذکورہ میں زبان کی چند آفات کا بیان ہے جو جنت کی ضمانت اور گناہ بے لذت میں کچھ سرسری نگاہ ڈالنے سے سامنے آئیں نہ معلوم ان کے علاوہ اور کون کونسے کبیرہ گناہ ہیں جن میں ہم زبان کی بدولت مبتلا ہوتے ہیں ان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ بغیر سوچے کوئی بات منہ سے نہ نکالے بات کرنے سے پہلے دو تین سیکنڈ سوچ لے کہ جو بات میں کر رہا ہوں یہ گناہ کی بات تو نہیں؟ اور اگر گناہ کی بات ہو تو سوچے کہ جتنی دیر میں یہ گناہ کی بات کروں گا اگر اس وقت ایک بار بھی سبحان اللہ کہہ دوں تو میزان عمل کا آدھا پلہ بھر جائے گا۔

دوسرا علاج ان سب گناہوں سے بچنے کا خاموشی ہے۔

عرصہ ہوا احقر نے ''خاموشی سلامتی دارین کا سبب ہے'' پر مضمون لکھا تھا' اب اس کا جزو بنا کر اس کا ثواب برادر بزرگ حضرت ڈاکٹر احسان الحق صاحب قریشیؒ کیلئے وقف کرتا ہوں۔حق تعالیٰ شانہٗ قبول فرما کر مرحوم کے درجات بلند فرمائیں۔آمین۔

خاموشی سلامتی دارین کا سبب ہے!

زبان اظہار مافی الضمیر کا ایک آلہ ہے۔سبحان اللہ حق شانہٗ نے بدن میں گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ایسا بنایا ہے جس سے انسان اپنا مافی الضمیر ادا کرتا ہے۔اسی سے کلمہ طیبہ پڑھتا ہے' قرآن پاک کی تلاوت' حق تعالیٰ شانہٗ کی عبادت' وعظ گوئی یہاں تک کہ ہر طاعت اسی سے ہوتی ہے۔دیگر معاملات مثلاً نکاح' طلاق اور لین دین' تجارت وغیرہ بھی اس کے بغیر نہیں ہو سکتے۔دیگر منکرات مثلاً کلمہ کفر جھوٹ' چغلی' غیبت' گالی گلوچ وغیرہ بھی اسی سے ہوتے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مومن میں کوئی بوٹی ایسی نہیں جو اللہ کو زیادہ محبوب ہو سوائے اس کی زبان کے' اور کافر میں کوئی بوٹی ایسی نہیں سوائے اس کی زبان کے جس کے ذریعے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (کنز العمال ج:۲ ص۱۵۹)

پھر کمال ہے کہ پاؤں کثرت سے چلنے کے باعث' ہاتھ لکھنے یا کام کرنے سے اور آنکھ دیکھنے سے تھک جاتے ہیں مگر زبان بولنے سے نہیں تھکتی! خواہ متواتر آٹھ دس گھنٹے بولتا رہے۔حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمیں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے اور اپنی عبادت کرنے کیلئے یہ آلہ عنایت فرمایا ہے جو نہیں تھکتا۔

اسی طرح مصنوعی آلہ تار کی مشین ہے وہ بھی اظہار مافی الضمیر کا آلہ ہے جو دن بھر کھٹ کھٹ کرنے کے باوجود نہیں تھکتا۔لیکن بابو اسے صرف اشد ضرورت اور سرکاری کام کیلئے استعمال کرتا ہے۔اگر وہ اسے فضول مصرف میں لائے تو اس کی پورے مہینے کی تنخواہ ایک ہی دن میں صرف ہو جائے۔

جس طرح تار میں ایک جملہ زائد ضرورت لکھنے سے پانچ دس روپے کا نقصان ہوتا ہے
اسی طرح بلاضرورت ایک جملہ کہنے سے قلب کی نورانیت جاتی رہتی ہے۔

(ذمّ المکروھات ص ۵۹)

جس طرح تار کی مشین میں کئی پرزے کام کرنے کے بعد ایک جملہ لکھا جاتا ہے اسی طرح اطباء کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عضو کی حرکت عضلات کی حرکت سے ہوتی ہے اور عضلات کی حرکت دماغ کے پٹھوں کی حرکت سے ہوتی ہے اور دماغی پٹھوں کی حرکت قوت ارادیہ کی حرکت سے ہوتی ہے تو کسی عضو کی حرکت اتنی حرکتوں کے بعد انجام پاتی ہے۔ اس سے اندازہ فرمایئے کہ ایک مرکب لفظ کے لئے کتنی حرکتوں کی ضرورت ہوتی ہے اور مرکب تقریر کرنے میں کتنی حرکتوں کی ضرورت ہوگی؟ ذرا غور فرمایئے تار کی مشین میں دو چار پرزے ہوتے ہوں گے زبان میں نہ معلوم کتنے پرزے اور اجزاء ہیں پھر وہ کس خوبی سے کام کرتی ہے کہ کسی جزو کی حرکت کی ترتیب میں ذرا فرق نہیں آتا۔ نیز جملہ بولنے میں کتنی دفعہ زبان عرض میں بڑھتی ہے کتنی دفعہ طول میں اور کتنے اجزاء میں انخصاض (۱) ہو جاتا ہے اور کتنے اجزاء کو ارتقاء (۲)۔

(ذمّ المکروھات ص ۳۰)

جس طرح تار کی مشین میں بجلی خرچ ہوتی ہے اسی طرح بولنے سے نور قلب خرچ ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں روایۃ عن عیسیٰ علیہ السلام آیا ہے۔ ارشاد ہے: **لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ یقسی القلب و ابعد شیٔ من اللہ القلب القاسی او کما قال رسول اللہ ﷺ** ۔ (یعنی) سوائے ذکر اللہ کے کلام کی کثرت نہ کرو۔ کیونکہ اس سے قلب میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے اور قلب قاسی کے برابر کوئی چیز یں حق تعالیٰ سے زیادہ دور نہیں''۔ کیونکہ جس چیز کا تصور دل میں آتا ہے اس کا اظہار زبان کیا کرتی ہے جیسا کہ ـ

ان الکلام لفی الفواد و انما جعل اللسان علی الکلام دلیلاً

(۱) پستی۔ (۲) سرخی۔

یعنی: اصل میں کلام تو دل میں ہوتا ہے اور زبان تو صرف ترجمان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زبان کی تاثیر قلب پر زیادہ نمایاں ہوتی ہے اسی لئے زیادہ بولنے سے نور قلب جاتا رہتا ہے اور قلب میں قساوت آجاتی ہے۔ جو سب سے بڑی بدبختی ہے۔ قرآن کریم میں قلب قاسی کو پتھر سی بھی زیادہ جامد (ہدایت کیلئے) کہا گیا ہے: **ثم قست قلوبهم من بعد ذلك فهي كالحجارة او اشد قسوة ۝** (سورۃ بقرہ آیت ۷۳) ترجمہ:- تمہارے دل بھی سخت ہی رہے انکی مثال پتھر کی سی ہے۔ بلکہ سختی میں (پتھر سے بھی) زیادہ سخت۔

ترجمہ: حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اصول اربعین میں تحریر فرماتے ہیں: ''یاد رکھو کہ جب زبان جھوٹی ہو جاتی ہے تو دل میں صورت کاذبہ(۱) کی تصویر کھینچتی ہے اور کجی آجایا کرتی ہے۔ خصوصاً جبکہ جھوٹ کے ساتھ فضول اور لغوگوئی بھی شامل ہو تو قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ کثرت کلام سے دل بالکل مر جاتا ہے اور معرفت الٰہی حاصل کرنے کی قابلیت اس میں باقی نہیں رہتی۔'' (تبلیغ دین اردو ص ۹۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

اندازہ فرمایئے کہ فضول گوئی سے کس قدر نقصان عظیم ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زبان تمام بدن کو درست رکھنے والی ہے۔ جب زبان درست ہوتی ہے تو تمام جوارح درست ہوتے ہیں اور جب زبان مضطرب ہوتی ہے تو پھر کوئی عضو درستگی پر نہیں رہتا۔ (اخرجه ابن ابی الدنیا فی انعمت)

حدیث میں ہیں: **اذا اصبح ابن ادم فان الاعضاء كلها تكفر اللسان فتقول اتقنا الله بيننا نحن بك فان اسلمت اسلما وان عوججت اعوججنا.''**

یعنی: جس وقت ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کی قسم کھاتے ہیں کہ اے زبان ہمارے بارے میں خدا سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ پس اگر تو راست رہی تو ہم سب راست رہیں گے اگر تو کج ہوگئی تو ہم سب کج ہو جائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زبان تمام طاعات یا منکرات کی جڑ ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو تمام

---

(۱) جھوٹی۔

اعضاء درست اور اگر یہ بگڑ جائے تو سب بگڑ جاتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا:

اللسان جرمه صغير و جرمه كبير

یعنی: زبان کا جسم چھوٹا ہے اور گناہ بڑا ہے۔"

زباں منہ کے اندر ہوتی ہے زبان　　بڑھے ایک نقطہ تو ہوتا ہے زیاں

اسی لئے ضروری ہے کہ زبان کو گندی باتوں سے آلودہ نہ کرنا چاہئے اور ہمیشہ بھلی بات کرنی چاہئے کیونکہ فضول گوئی سے حق تعالیٰ شانہٗ ناراض ہوتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ: ان الله كره لكم قيل وقال و كثرت السوال و اضاعة المال." یعنی: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قیل وقال کو اور زیادہ سوال کرنے اور مال کو ضائع کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔"

بعض لوگ ہر وقت بک بک کرتے ہیں اور قیل وقال کے معنی بک بک کے ہیں۔ غالب مرحوم نے کیا خوب کہا:

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ　　کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جب انسان فضول باتیں کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے جو گناہ کبیرہ ہے حدیث پاک میں ہے الصدق ينجي و الكذب يهلك۔ یعنی سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔" نیز جھوٹ بول کر انسان حق تعالیٰ شانہٗ کی لعنت کا مستحق بنتا ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے لعنت الله على الكذبين٥

یعنی جھوٹ بولنے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔ نیز باتیں کرتے کرتے انسان اپنی سچائی کا یقین دلانے کیلئے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے جس کی وعید مین یہ حدیث آئی ہے: اليمين الفاجرة تدع الديار بلاقع یعنی: جھوٹی قسمیں آباد گھروں کو چٹیل میدان بنا دیتی ہیں۔"

باتیں کرتے کرتے خوب ہنستا اور ہنساتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اياكم بكثرة الضحک فانها تميت القلوب یعنی تم زیادہ ہنسنے سے بچا کرو کیونکہ اس سے دل مردہ ہوجاتا ہے۔" انسان زیادہ اور فضول قسم کی باتیں اس وقت کرتا ہے جب اپنے آپکو بڑا سمجھتا ہے اور اپنے

آپ کو بڑا سمجھنا تکبر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان اللہ لا یحب المستکبرین یعنی: اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔'' نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری یعنی بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری شان ہے جو بڑائی کرے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔''

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں احادیث میں تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہے اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں۔''

(علاج الکبر ص ٥)

العیاذ باللہ. یہ سب لغو گوئی اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ نیز قیل وقال میں انسان بعض اوقات گالی گلوچ پر اتر آتا ہے اور اس سے اپنی زبان آلودہ کرتا ہے: ۔

پاک رکھ اپنی زبان تلمیذ رحمانی ہے تو

ابونعیمؒ نے حلیہ میں حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ بندہ کی پاک رکھے جانے کے قابل اس کی زبان ہے اور گالیاں دینا تو فاسق کا کام ہے۔

بخاری اور مسلم میں حدیث ہے: سباب المسلم فسوق یعنی: گالی دینا سخت گناہ ہے۔ نیز فضول گوئی میں انسان کسی کی مدح کرتا ہے جو یقیناً اس کا مستحق نہیں ہوتا۔ مثلاً 1947ء سے قبل ایک ہندو کی نسبت کہا گیا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو یہ شخص مستحق نبوۃ ہوتا۔ افسوس کی انتہا ہے: کیا نبوت کیلئے ایمان کی شرط بھی نہ رہی تقویٰ وداع تو الگ رہا۔

(المورد الفرسخی فی المورد البرزخی ص ٢٤)

افسوس کتنی لغوبات کہی۔

شعور و فکر کی یہ کافری معاذاللہ   فرنگ تیرے خیال وعمل کا ہے مسجود

نیز قیل وقال میں اکثر غیبت ہوتی ہے جو بڑا گناہ ہے قرآن پاک میں غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر کہا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا یغتب بعضکم بعضاً ط ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً

فکر ھتموہ واتقوا اللہ ط ان اللہ تواب رحیمo (الحجراۃ آیت ۱۲)

نیز ایک غلط خبر الزام کو سن لیتے ہیں اور اسے پھیلا دیتے ہیں یا پھر یہ خبر یا افواہ حقیقت سے زیادہ مشہور ہو جاتی ہے۔ نقل کرتے وقت کہتے ہیں:۔

دروغ برگردن راوی

حالانکہ بلا تحقیق بات کو نقل کرنا گناہ عظیم ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواھکم ما لیس لکم بہ علم و تحسبونہ ھینا وھو عنداللہ العظیم o(سورۃ نور) ''جبکہ تم اس جھوٹ کو اپنی زبانی نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو (کسی دلیل سے) مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات (یعنی غیر موجب گناہ) سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری ہے یعنی گناہ عظیم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دروغ برگردن راوی کہہ کر چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جب تک ثقہ اور معتبر آدمی سے تصدیق نہ ہو جائے اس کے بغیر اس کی تصدیق یا تائید جائز نہیں۔

قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

یٰا ایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنباءٍ فتبینوا ان تصیبوا قوماً o بجھالۃ فتصبحوا علی مافعلتم ندمین o یعنی: اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہیں کسی قوم کو نادانی سے ضرر نہ پہنچاؤ پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔'' (الحجرات آیت ٦)

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اجمیری کے پاس دو شخص بغرض بیعت کرنے حاضر ہوئے' آپ کی مسجد میں حوض کے قریب ہی وضو کرنے لگے۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ہماری مسجد کا حوض اس سے بہت بڑا ہے۔ حضرتؒ نے گفتگو سن کر فرمایا کہ پہلے دونوں حوضوں کی پیمائش کر لو پھر نماز پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے پیمائش کی تو حوض صرف دو بالشت بڑا نکلا۔ انہوں نے خوشی خوشی رپورٹ پیش کی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ

دو بالشت بڑے کو بہت بڑا نہیں کہتے' تم بہت بے احتیاط لوگ معلوم ہوتے ہو' بے ثبوت اور بلا تحقیق بات کردیتے ہو۔ جاؤ پہلے اپنی زبان کی اصلاح کرو پھر بیعت ہونا۔ غرض کہاں تک شمار کرایا جائے۔ بڑے بڑے گناہ جیسے دنگا فساد' غصہ' لڑائی جھگڑا قیل وقال سے ہوتے ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرۃ امام غزالی قدس سرہٗ نے کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم میں چالیس بڑے بڑے گناہ ذکر کئے ہیں۔ حضور علیہ السلام ایک مختصر سے جملہ میں ان اللہ کـــرہ لکم قیل و قال یعنی: بے شک اللہ تعالیٰ زیادہ گفتگو کو ناپسند کرتے ہیں۔'' میں نہ صرف سب گناہ ذکر کردیئے ہیں بلکہ ان کا علاج بھی بتلا دیا ہے۔ اگر یہ فرماتے کہ ان اللہ کرہ لکم معاصی اللســـان یعنی: اللہ تعالیٰ زبان کے گناہوں کو ناپسند فرماتے ہیں۔'' فرماتے تو صرف گناہ ذکر ہوتے علاج ذکر نہ ہوتا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ان اللہ کرہ لکم قیل و قال میں فرمایا ہے کہ سب گناہ قیل وقال سے ہوتے ہیں اور اس کا علاج یہ ہے کہ قیل وقال چھوڑ دو۔ خاموشی اختیار کرو' سب گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے۔ سبحان اللہ بالکل مختصر جملہ میں کتنا وسیع مضمون بیان فرما دیا ہے۔ کیوں نہ بیان فرماتے' حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو جامع الکلم عطا فرمائی۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور عقدہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ظاہر ہے جو شخص ساکت ہو کر بیٹھ جائے اس کے ہاتھ سے نہ ظلم ہوگا نہ زیادتی نہ کسی سے برائی ہوگی نہ تکبر ہوگا۔ (تسهيل الاصلاح ص ١٧)

گویا سو دردوں کا ایک درماں ہے وہ ہے خاموشی۔ اگر خاموش رہے گا تو سب گناہوں سے محفوظ رہے گا جیسا کہ طبرانی میں حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''اولاد آدم کی زیادہ تر خطائیں زبان سے ہوتی ہیں۔'' خاموش رہنے سے ان سب سے نجات ہو جاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا کہ:

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمے آید

یعنی خاموشی ایسی چیز ہے جس کے اوصاف بیان نہیں کئے جاسکتے۔ حضرت علیؓ کا قول

ہے کہ خاموشی جنت کی طرف بلانے والی ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ قول گویا شرح ہے۔ اس حدیث کو جو بخاری ومسلم میں موجود ہے کہ فرمایا آپ ؐ نے جو شخص اپنی شرمگاہ اور زبان کا کفیل ہو گیا میں اس کے لئے جنت کا کفیل ہوں۔"

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ خاموشی جنت کی طرف بلانے والی ہے۔

(ابن ابی الدنیا)

یہ قول گویا شرح ہے۔ اس حدیث کو جو بخاری ومسلم میں موجود ہے کہ فرمایا آپ ؐ نے جو شخص اپنی شرمگاہ اور زبان کا کفیل ہو گیا میں اس کیلئے جنت کا کفیل ہوں۔"

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ خاموشی کو اسطرح سیکھو جس طرح گویائی کو سیکھتے ہو کیونکہ خاموشی بڑی بردباری ہے اور بات کرنے سے زیادہ سننے کا حریص ہو جا۔ (ابن عساکر) کیونکہ بات کرنے سے بہر حال خطاؤں کا امکان ہے خواہ وہ باتیں عمدہ اور شیریں ہی کیوں نہ ہوں۔ حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہیں۔

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن   گرچہ گفتارش بود در عدن

دل زیادہ باتیں کرنے سے مرجاتا ہے اگر چہ وہ باتیں عمدہ کلام کیوں نہ ہوں، اسی لئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ مبتدی کو وعظ کہنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور فرماتے کہ مبتدی کو وعظ گوئی مضر ہے کیونکہ اس کے پاس نور قلب بہت کم ہے اگر ابھی سے اس میں صرف کرے گا تو او رکاموں کے لئے باقی نہ رہے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اطباء صغر سنی میں جماع سے منع کرتے ہیں کیونکہ اس میں وہ مادہ جو محرک جماع ہے بہت کم ہے اگر ابھی سے صرف ہونے لگا تو پھر اس کی نشوونما کہاں سے ہوگی۔ (ذم المکروھات ص ۳۱)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو تبلیغی جماعت کے بانی اور بڑے بزرگ ہوئے ہیں فرماتے ہیں جب بھی مجھے میوات (تبلیغ کیلئے) جانا ہوتا تو میں ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں، پھر بھی عمومی اختلاط اور کثرت سے بولنے سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعے اسکو غسل نہ دوں یا چند روز کے

لئے سہارنپور یا رائپور کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔ (ملفوظات ص ۷۳ مولانا موصوف مرتبہ مولانا منظور نعمانیؒ)

اندازہ کرو کہ نیک باتیں سے یہ اثر ہے تو فضول گوئی سے قلب میں کتنی کدورت آتی ہو گی۔حدیث شریف میں ہے کہ زبان کے کرتوت سے اکثر لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ (طبرانی و ترمذی)

ایک حدیث میں ہے کہ بعض آدمی زبان سے ایسا کلمہ نکالتا ہے جسکی وجہ سے ستر برس کی مسافت پر دوزخ میں گر جاتا ہے۔اس لئے انسان کو ہر وقت سوچ کر بات کرنی چاہئے اور بلا ضرورت کوئی کلمہ زبان سے نکالنا نہ چاہئے:

ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتیدo

کیونکہ جو کچھ بھی انسان زبان سے کہتا ہے کراماً کاتبین اسے نوٹ کر لیتے ہیں اور قیامت کے دن اس کا مواخذہ ہوگا۔**ولا تقف ما لیس لک بہ علم ط ان السّمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولاo** (بنی اسرائیل آیت ۳٦)

اس چیز کی اتباع مت کرو جس کی تمہیں تحقیق نہیں بے شک کان اور آنکھ اور دل کے متعلق سوال ہوگا۔اس میں زبان کی حفاظت کا حکم بھی دخل ہے۔(تطھیر الاعضاء ص ۱۳)

آج کل بلا ضرورت حضرات صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی مشاجرت پر بحث کرتے ہیں۔اگر خدانخواستہ زبان سے کوئی جملہ غلط نکل جائے تو قیامت کے دن سخت مواخذہ ہوگا اس میں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے اس بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

طھّر اللہ عنہ ایدینا فلیطھر عنھا السنتنا

یعنی: یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ہمارے ہاتھوں کو پاک صاف رکھا ہے تو ہم کو اپنی زبانیں ان سے پاک صاف رکھنی چاہئیں۔ (تحقیق الشکر ص ۳۲)

ان سب کا علاج خاموشی ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ من سکت نجا جس نے

خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی۔امت کو سکھانے کیلئے سرکار دو عالم ﷺ خود خاموش رہتے تھے۔ (احمد طبرانی)

خاموشی سے دینی اور دنیاوی دونوں فائدے ہیں۔ایک لڑکی نہایت بدزبان تھی اس کی شادی کے وقت اس کی ماں نے نصیحت کی کہ بیٹی سسرال میں خاموش رہنا۔چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا' اس کی ساس یہ دیکھ کر بے حد پریشان ہوئی اور اس نے اصرار کیا کہ بیٹی باتیں کیا کرو۔ اس نے کہا بہت اچھا' تھوڑی دیر میں اس نے پوچھا کہ اگر تمہارا فرزند مر جائے تو تم میری دوسری شادی بھی کر دو گی یا ساری عمر مجھے بٹھائے رکھو گے' ساس نے فوراً کہا کہ بیٹی تم خاموش ہی رہا کرو۔تمہاری ماں بہت دانا ہے اس نے بالکل صحیح نصیحت کی۔شیخ سعدیؒ نے بالکل صحیح کہا ہے ۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد   عیب و ہنرش نہفتہ ساز

جب تک آدمی خاموش رہے اس کے عیوب اور ہنر پوشیدہ رہتے ہیں۔''حضرت امام یوسفؒ کے ایک شاگرد ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔امام صاحب نے ایک دن فرمایا بھائی تم بھی کوئی سوال کیا کرو۔اس کے بعد جب سبق پڑھتے پڑھتے یہ حدیث آئی کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو فوراً روزہ افطار کر لیا کرو' تو اس نے دریافت کیا جس دن آفتاب غروب نہ ہو تو کیا کیا جائے۔حضرت امامؒ نے فرمایا کہ بھائی تم خاموش ہی رہا کرو تمہارا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

غرض خاموشی میں بڑے فائدے ہیں۔اختصار کے پیش نظر یہاں سب بیان کرنا دشوار ہے ورنہ یہ ثابت کر دیتے کہ سیاست میں بھی خاموشی سب سے بہتر ہے۔امیر شریعت خطیب ملت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے خوب فرمایا:

''زندگی میں کچھ چیزیں بھی ہوتی ہیں' بعض گفتنی بعض ناگفتنی۔ناگفتنی میں کام کی کوئی چیز نہیں اور گفتنی میں خطرات ہی خطرات ہیں۔(سوانح امیر شریعتؒ مرتبہ شورش)

اس سے معلوم ہوا کہ خاموشی ہی مناسب ہے۔صوفیاء کرام کے قلب پر بہت سی باتیں وارد ہوتی ہیں لیکن وہ عوام الناس کے گمراہی میں پڑ جانے کے خطرے سے زبان پر نہیں لاتے ۔

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی   خوف فساد خلق سی ناگفتہ رہ گئے

کلام کی تین قسمیں مرشدنا حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بیان فرمائی ہیں۔کلام لفظی یعنی لغو گوئی۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں تم کو فضول کلام سے ڈراتا ہوں تم میں سے ہر ایک کیلئے اتنا کلام کافی ہے کہ حاجت پوری ہو جائے۔

انسان کو چاہئے کہ بلاضرورت اور فضول گفتگو کرنے کی بجائے خاموش رہے حدیث پاک میں ہے من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیہ یعنی: انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی کو ترک کردے۔نیز ارشاد خداوندی ہے:

لا خیر فی کثیر من نجواھم"

''بہت سی سرگوشیوں میں بھلائی نہیں۔'' چونکہ زبان کو اعمال صالحہ میں دخل عظیم ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس کی اصلاح کا بطور خاص حکم دیا ہے:

یآ یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفرلکم ذنوبکم." (الاحزاب آیت نمبر ۷)

''یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو اللہ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔'' اس لئے ہمیشہ راست گوئی سے کام لینا چاہئے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا قول ہے کہ جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اسکو ترک کر دینا چاہئے جس کا عمل اسی پر ہوگا۔یعنی باتوں پر بڑا وقت برباد ہوتا ہے۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو لایعنی باتوں سے سخت نفرت تھی۔ایک مرتبہ ایک شخص قتل ہوگیا۔رونے والی اس پر روئی اور کہا ہائے میرا شہید۔آپ نے فرمایا تجھے کیا پتہ کہ وہ شہید تھا' شاید وہ لایعنی باتیں کرتا ہو۔اور کسی چیز میں بخل کرتا ہو جس میں اس کا کوئی نقصان نہ ہو۔

(حیات الصحابه ص ۲۹۹ ج:۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ بروز قیامت زیادہ خطا کار انسان وہ ہوگا جو سب سے زیادہ بے کار باتیں کرتا ہے۔اسی لئے بزرگان نے بعض ضروری باتوں کا جواب بھی نہیں دیا۔امیر خسرو

فرماتے ہیں۔

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی مے کند　　آرے آرے مے کند با خلق عالم کار نیست

''دنیا کہتی ہے کہ خسرو بت پرستی کرتا ہے' ہاں ہاں وہ کرتا ہے مجھے لوگوں سے کوئی کام نہیں ہے۔''

''ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے' حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا اے خلیفہ رسولؐ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپؓ نے جواب دیا کہ اس نے مجھے ہلاکت کے مقام پر ڈالا ہے۔''

حضرت داؤد طائیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے پوچھا کہ تم باہر کیوں نہیں آتے آپ نے فرمایا میں نے مجاہدہ اختیار کیا ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ مجلس میں آؤ اور کچھ نہ بولو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا' اور اس سے بڑا کوئی مجاہدہ نہیں (کیمیائے سعادت) خاموشی بہت بڑا مجاہدہ ہے صوفیائے کرام قلت کلام کی اکثر مشق کراتے ہیں۔

مزن بے تامل بگفتا روم　　نکو گوئی دیر گوئی چہ غم

(۲) کلام تحریری

یہ بھی کلام لفظی میں شامل ہے۔ بلاضرورت ایک جملہ لکھنے سے بھی قلب کا ستیاناس ہو جاتا ہے بعینہ لکھے ہوئے مضمون کا دیکھنا تکلم تحریری ہے اس لئے غیر ضروری مضامین' افسانے ناول اور ڈراموں کے مطالعہ سے بچنا چاہئے۔

(۳) کلام نفسی

بعض لوگ اسکو کلام نہیں سمجھتے اور غیر ضروری حدیث النفس میں مشغول رہتے ہیں۔ سب سے زیادہ مضر غیر ضروری کلام نفسی ہے کیونکہ وہ قلب سے زیادہ قریب ہے۔ بلاضرورت حدیث النفس میں مشغول رہنے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ بہر حال غیر ضروری کلام سے حتی الوسع بچنا ہی چاہئے اور خاموش رہنا چاہئے۔

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمے آید

یعنی خاموش رہنے میں جو فائدہ ہے وہ بولنے میں نہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ نے غذائے روح میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنی ایک نیک خو فرزند کو ایک عالم کے حوالہ بغرض تحصیل علم کیا' فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب شہزادہ گھر آیا تو بادشاہ چاہتا تھا کہ اس سے علمی گفتگو کرے اور معقولات و منقولات کے چند سوالات کرے لیکن شہزادہ ہمیشہ خاموش رہتا تھا' کوئی چھی یا بری بات زبان سے نہ نکالتا تھا۔ جب بادشاہ نے یہ ماجرہ دیکھا کہ استاد صاحب کو بلایا اور شہزادہ کی خاموشی کا سبب پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ جس دن سے اس نے خاموشی کا وصف پڑھا ہے کوئی بات زبان سے نہیں کہتا' بادشاہ کو اس سے پریشانی لاحق ہوئی۔ اس نے جاسوس مقرر کئے کہ یہ بات کرے تو مجھے مطلع کرنا۔ اتفاقاً بادشاہ شکار کو گیا' شاہزادہ کو بھی ساتھ لے گیا۔ ایک درخت پر تیتر چھپا بیٹھا تھا کسی کو معلوم نہ ہوا۔ سب وہاں سے گذر گئے اتنے میں تیتر بولا' بادشاہ نے فوراً اپٹ کر شکار کر لیا۔ شہزادے نے اپنے ندیموں سے کہا کہ اگر تیتر خاموش رہتا تو اس کی جان بچ جاتی۔ مصاحبوں نے بادشاہ کو خبر دی' بادشاہ کی گویا عید آ گئی۔ اس نے شہزادے سے بے حد اصرار کیا کہ وہی جملہ دہرا دو۔ لیکن شہزادہ خاموش رہا۔ بادشاہ نے شہزادہ کو سخت غصہ میں سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ شاہزادے نے کوڑے کھانے کے بعد جو کہا وہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی زبان میں سنئے۔

غصے سے بولا وہ شاہ بے خبر	مارو اس کو تازیانے بے ثمر
اس پسر نے پھر ندیموں سے کہا	کیا یہ تم بناتے ہو سدا
اک دفعہ وہ جانور بولا تھا واں	قطع سر اس کا ہوا او رمیں یہاں
اک سخن کہنے سے پائی یہ سزا	اے سخن گو ڈر تو از روز جزا
اک سخن کہنے سے دیکھو یہ غضب	تازیانے تن پہ سو کھائے ہیں اب
چق چق و بق بق میں جو رہتے یہاں	دیکھئے کیا حال ہوا ان کا وہاں
تو بھی اے امدادؒ باہوش رہ	سو حکایت گر سنے خاموش رہ
خاُمشی کا ہے قلعہ مضبوط تر	صاحب اس قلعہ کا رہتا ہے نڈر

کیونکہ اس عالم میں ہے سود و زیاں ہوں زباں سے آفتیں اکثر یہاں
نادم آخر ز اول دم مزن اول دم خود کار خود برہم مزن

(مجموعه كليات امداديه ص ١٧٢)

اب مثل آفتاب ثابت ہوگیا کہ خاموشی نجات دارین کا سبب ہے اس لئے ہمیں خاموشی اختیار کرنا چاہئے۔ اللہ ہمیں توفیق دے۔ خود بھی اس پر عمل کر کے خاموش ہوتا ہوں۔

گفتگو بسیار شد خامش شدم مسئلہ بسیار گفتم دم ز دم

غصہ اور اسکا علاج

غصہ کی مذمت میں آیت مبارکہ:

(۱) اذ جعل الذين كفروا فی قلوبهم الحميّة حمية الجاهليّة

(الفتح آیت ٢٦)

ترجمہ: جب کیا ان لوگوں نے کافر ہوئے اپنے دلوں میں کد کد کی جاہلیت کی۔"

(۲) ولا يجرمنكم شنان قوم على ان لا تعد لوا ط o (المائدة آيت نمبر ٨)

ترجمہ: "کسی خاص قوم کی عداوت تم کو اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو"۔

(۳) واما ينز غنک من الشيطٰن نزغ فاستعذ بالله

(الاعراف آیت نمبر ١٩٩)

ترجمہ: اور اگر آپ کو شیطان مردود کی طرف سے غصہ آئے تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے: (جبکہ ایک شخص نے کہا کہ مجھے نصیحت فرمایئے)۔

(۱) لا تغضب "غصہ نہ کرو"۔

پھر اس شخص نے کئی بار سوال دہرایا آپ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔ (بخاری)

(۲) سأل رجل رسول الله ﷺ مايبعد نى من غضب الله قال لا تغضب"

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون چیز مجھے غضب الٰہی سے دور کرسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو غضب مت کرنا۔'' (التشرف بمعرفة احاديث التصوف ص ٩٧)

عارف رومی نے اپنے اس شعر میں اسی حدیث کا ترجمہ کیا ہے۔

گفت از خشم خدا چہ بود اماں — گفت ترک خشم خویش اندر زماں

(۳) ولاتحاسدوا ولاتباغضوا (متفق علیہ) اور نہ حسد کرو اور نہ غصہ کرو۔

غصہ کا وجود مذموم نہیں

غصہ کا وجود مذموم نہیں۔ ہاں اس کے مقتضاء پر عمل کرنا برا ہے۔ اخلاق ذمیمہ خود برے نہیں' کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بھی بغیر مصلحت اور حکمت پیدا نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ کفر کا وجود بھی مصلحت سے خالی نہیں۔

در کارخانہ عشق از کفر ناگزیر است — آتش کرا بسوز د گر بولہب نباشد

سید الطائفہ حضرة حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کا قول ہے کہ ہر چیز میں بھلائی اور برائی دونوں ہیں۔ موقع استعمال کے فرق سے ایک ہی چیز خیر اور شر ہو جاتی ہے۔ غصہ کو حق تعالیٰ نے نفرت کیلئے پیدا کیا ہے اس دفعہ کا ایسا اثر ہے جیسا تلوار میں کاٹنے کا۔ تلوار خواہ دشمن کی گردن پر رکھدو خواہ کسی دوست کی گردن پر' بہر صورت کاٹے گی۔ غرض غصہ میں فی ذاتہٖ کوئی برائی نہیں بلکہ قصور کام لینے والے کا ہے کہ اسے اعداء اللہ کے مقابلہ میں کام لینا چاہئے۔

(غوائل الغضب ص ٢٣)

غصہ کے وقت حرارت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں

غصہ آگ کا ایک شعلہ ہے' غصہ کے وقت حرارت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں' چہرہ سرخ ہو جاتا ہے حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک موجود ہے کہ ''غصہ شیطان کا اثر ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے''۔ چنانچہ کسی نے شیطان سے پوچھا کہ تو انسان کے جسم میں کہاں رہتا ہے۔ شیطان نے کہا جس وقت انسان خوش ہوتا ہے اس وقت اس کے دل

میں؛ اور جس وقت غصہ کی حالت میں ہوتا ہے اسوقت سر میں ہوتا ہوں۔

(غوائل الغضب ص ٦٧٥)

غصہ آنا غیر اختیاری ہے

غصہ آنا غیر اختیاری ہے اس لئے غصہ آنے پر کوئی مواخذہ (۱) نہیں، ہاں غصہ کی متقضاء (۲) پر کوئی عمل کرنا یا نہ کرنا اختیاری ہے۔ پھر فکر کیا ہمت سے کام لینا چاہئے اور اس کے متقضاء پر عمل نہ کرنا چاہئے۔ (خیر السوانح مرتبہ احقر)

غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھنے کی بشارت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا پہلوان کس کو کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا پہلوان وہ ہے جو کشتی لڑے فرمایا نہیں، پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے اس حدیث کا خوب ترجمہ کیا ہے۔

نہ مرد است آں بہ نزدیک خرد مند — کہ با پیل و پیکار جوید
بلے (۳) مرد کہ آنکس از روئے تحقیق — کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

بقول بہادر شاہ ظفر مرحوم ؎

ظفر اس کو آدمی نہ جانئے گا — چاہے ہو وہ کیسا صاحب فہم و زکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی — جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ "قوی وہ شخص ہے جو غصہ کا مالک ہو بیہقی کی ایک روایت ہے کہ فرمایا آپؐ نے جو شخص غصہ روکے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے عذاب روکیں گے۔ ابوداؤد، احمد، ترمذی کی حدیث میں ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے سب سے بہتر گھونٹ جو مسلمان پیتا ہے وہ غصہ کا گھونٹ ہے۔ ابن ابی الدنیا اور ابی داؤد میں ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے کہ جس مسلمان کو غصہ آئے اور اپنے بیوی بچوں پہ، اور اپنا غصہ جاری رکھ سکتا ہو اور سزا دے سکتا ہو۔

---

(۱) باز پرس۔ (۲) پایا جانا۔ (۳) عقل مند کے نزدیک جوان مرد وہ نہیں کہ غصہ والے ہاتھی سے جنگ کرے۔

اگر وہ اسکو ضبط کر جائے اور تحمل سے کام لے تو حق تعالیٰ اس کا قلب امن و امان سی بھر دے گا۔"

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحمل کی بدولت انسان شب بیدار، روزہ دار، عابد وزاہد کا مرتبہ پالیتا ہے۔ (تبلیغ دین اردو ص ۱۹۳)

غصہ سے مختلف امراض خبیثہ پیدا ہوتے ہیں

غصہ جب آتا ہے اسی پر آتا ہے جس کو اپنے سے چھوٹا سمجھے اور جب کسی کو اپنے سے چھوٹا سمجھا تو اپنے آپ کو بڑا سمجھا اسی کا نام کبر ہے۔ (اوج قنوج ص ۲۳)

گویا غصہ کبر کی بھی جڑ ہے۔ غیبت جب کبھی ہوتی ہے تو کسی ایسی بات کے بعد ہوتی ہے جو خلاف طبع ہو جب وہ بات ناگوار ہوتی ہے تو اس کا ذکر زبان پر آجاتا ہے اگر غصہ نہ آئے یا آدمی بجز اس ناگواری کو ضبط کرلے تو شکایت کیوں زبان پر آئے۔ اس سے ثابت ہوا شکایت و غیبت غصہ ہی کا نتیجہ ہے۔ (غوائل الغضب ص۳)

اگر انتقام لینے کی قدرت ہو تو غصہ میں اکثر ظلم ہوتا ہے کیونکہ غصہ میں اتنا ہوش نہیں رہتا کہ اس نے اتنی برائی میرے ساتھ کی ہے اور ہم جو سزا دیتے ہیں وہ اس کے برابر ہوگی۔ اکثر ظلم اور زیادتی ہوتی ہے کیونکہ غصہ کے وقت دوسرے کی بھلائی بھی برائی ہی نظر آتی ہے۔

(اوج قنوج ص ۲۳)

اگر انتقام لینے کی قدرت نہ ہو تو کینہ پیدا ہوتا ہے پھر اس سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوتے ہیں مثلاً حسد پیدا ہوتا ہے اس سے ایذا رسانی کی فکر ہوتی ہے۔ پھر مکر و فریب کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ (اوج قنوج ص ۲۶)

غصہ ہی کی سبب مار پیٹ، گالی گلوچ، افشاء راز و تک کی نوبت آتی ہے غصہ کی وجہ سے مسلمان بھائی کا خوش کرنا ناگوار گزرتا ہے اور اس کا رنج و تکلیف میں رہنا پسند آتا ہے۔ غرض غصہ بہت سے امراض روحانی کی جڑ ہے۔

غصہ میں عفو سے کام لینا عزیمت ہے

اگر صاحب غضب کو اتنی قدرت بھی ہو کہ غصہ سے مغلوب نہ ہو جائے اور سزا بقدر عمل پر بھی کرنے کی پوری طاقت نہ ہو تب قرآن پاک میں حکم ہے کہ برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی سے لینا جائز ہے اور یہ فتویٰ ہمارے ضعف کی وجہ سے ہے ورنہ عزیمت تو درگزر کر دینا ہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے: و جزاء سیّئة سیّئة مثلها فمن عفاوا صلح فاجرهٗ علی الله ط انه لا یحب الظلمین o

ترجمہ: اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر بعد انتقام کے جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے واقعی اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔"

نیز محققین و محسنین کی صفات میں فرمایا:

"والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس". (اور غصہ پینے والے لوگوں کو معاف کرنے والے)

غصہ کا اعتدال

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ غصہ کو مہذب اور عقل و شرع کا تابعدار بنالیا جائے کہ جب شریعت حکم دی' بھڑک اٹھے ورنہ ضبط سے کام لے۔ (تبلیغ دین)

دین اسلام' دین و ایمان' جان و مال' ملک و وطن اور عزت و ناموس کی خاطر غصہ کو استعمال کرنا اعتدال ہے۔ (سیرت کی اهمیت از مولانا شمس الحق افغانیؒ)

دین کی حمیت پر غصہ نہ آنا انسانیت کے خلاف ہے

اگر کوئی دشمن دین و اسلام' عزت و ناموس اور ملک و وطن پر حملہ کرے تو ایسے وقت پر غصہ نہ آنا تو انسانیت نہیں' حضرت جنید بغدادیؒ اور پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ جس کو غصہ دلایا جائے اور اسے غصہ نہ آئے وہ گدھا ہے۔ (سیرۃ کی اهمیت)

آج کل اکثر نو تعلیم یافتہ احکام الٰہی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس وقت غصہ کا استعمال ضروری ہے۔ اگر طاقت ہو تو ہاتھ سے روک دینا چاہئے۔ ورنہ زبان سے' اگر یہ بھی نہ ہو تو دل

سے برا سمجھا جائے۔ یہ ضعف ایمان ہے او کما قال رسول اللہ ﷺ بہتر ہے کہ ایسے وقت مجلسوں سے اٹھ جائیں اور استغفار کریں۔"

نفس پر غصہ

شیخ العرب والعجم سید الطائفہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر اعداء اللہ کے مقابلہ میں غصہ سے کام لینے کا موقع نہ ہوتو اپنے نفس پر اس سے کام لو۔ کیونکہ سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے اعدیٰ عدوک التی بین جنبک. تیرا سب سے بڑا دشمن تیرے پہلو میں ہے۔ (غوائل الغضب ص ۲۳)

غصہ کا علاج

جس وقت انسان کو غصہ آئے اس وقت تعوذ پڑھنا چاہئے اس سے غصہ جاتا رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ غصہ کے وقت وضو کر لینا چاہئے۔

حکمت

غصہ کے وقت حرارت تیز ہوتی ہے کیونکہ نار کا اثر ہوتا ہے جو اعضاء کے دھونے سے بے شک کم ہو جاتا ہے۔ لیکن صرف ہاتھ پاؤں دھونا اس لئے نہیں فرمایا کہ غصہ میں شیطان کا اثر بھی ہوتا ہے اور ہاتھ پاؤں دھونے سے یہ اثر کم ہو جائے گا بلکہ وضو کرنے میں یہ حکمت عملی ہے کہ وضو ایک عبادت ہے اور عبادت تکبر کی ضد ہے اور شیطان کی تمام شیطانیت کا خلاصہ کبر ہے۔ تو جہاں عبادت ہو وہاں شیطان کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ نیز وضو چونکہ عبادت ہے اور عبادت کہتے ہیں تقرب الی اللہ کو۔ جب انسان کا حق تعالیٰ سے قرب ہوگا تو یقیناً شیطان سے بعد ہوگا' بلکہ شیطان خود وہاں نہ ٹھہر سکے گا۔ اور اس کو دور ہونا پڑے گا۔ دشمن چہ کند چوں مہربان باشد دوست

اگر کسی کا غصہ وضو کرنے سے بھی نہ جائے تو یہ اس کا فساد طبیعت اور ضعف ایمان ہے مہربان طبیعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس علاج پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ متعدد علاج بیان فرمائے تاکہ کسی طرح ان کی جان بچ جائے۔ چنانچہ فرمایا:

''جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو' اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے' اور اگر اس سے بھی نہ جائے تو لیٹ جائے کامل یقین ہے کہ اس سے آگے کسی تدبیر کی ضرورت نہیں اور غصہ فرو ہو جائے گا۔ (غوائل الغضب ص:٦'٧'٩)

حکمت

اس علاج میں اہل لطائف نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جب آدمی کھڑا ہوتا ہے تو زمین سے اس کے جسم کو بعد ہوتا ہے اور بیٹھنے میں بہ نسبت زمین سے قرب ہو جاتا ہے اور لیٹنے میں اس سے بھی زیادہ آدمی زمین سے لپٹ جاتا ہے اور زمین کی طبیعت میں حق تعالیٰ نے انکسار رکھا ہے وہ انکسار آدمی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور انکسار غضب اور تکبر کی ضد ہے۔ تو گویا یہ علاج بالضد ہوا' اور یہی اصل الاصول علاج کا ہے' اور فطری طور پر بھی علاج واقعی علاج ہے۔ یہ یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے' اگر وہ میرے ساتھ یہی معاملہ کریں تو عذاب الٰہی سے کون چھڑائے گا' اور یہ سوچ کر بدوں ارادہ خداوند کے کچھ واقع نہیں ہوتا میں کیا چیز ہوں؟ جو مشیت الٰہی کو مزاحمت کروں۔

جہاں غصہ آیا ہے اس جگہ سے علیحدہ ہو جائے کیونکہ وہاں نہ وہ شخص موجود ہوگا جس پر غصہ آیا' نہ وہ اسباب موجود ہوں گے جو غصہ کے باعث ہوئی تو غصہ آپ ہی ٹھنڈا ہو جائے گا۔ جس شخص کو غصہ زیادہ ہو' کاغذ پر یہ لفظ لکھ ایسی جگہ لگا دے جہاں سب کی نظر پڑتی ہو' وہ یہ کہ:

خدا تعالیٰ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے۔'' کہ جتنی تجھ کو ایک دوسرے انسان پر ہے۔ انسان سوچے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ میں بڑا ہوں' اس وقت میں زبردست ہوں لیکن ممکن ہے کہ ابھی ذرا سی دیر میں یہ شخص زبردست ہو جائے اور میں زیر دست ہو جاؤں؟

(غوائل الغضب ص ٢١)

یہ سوچنا چاہئے کہ ممکن ہے کہ یہ شخص مجھ سے آخرت میں بہتر ہو' بلکہ دنیا میں خدا تعالیٰ کے بہترین آدمیوں یا اولیاء اللہ میں سے ہی نہ ہو؟ کیونکہ کسی کی بدی اور نیکی پیشانی پر لکھی ہوئی

نہیں ہوتی۔ اگر یہ شخص حق تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہے تو اس کے ستانے والے کو تو خداوند قدوس اعلان جنگ کا چیلنج دیتا ہے۔

حدیث قدسی ہے: من عاذیٰ لی ولیّا فقد اذنته بالحرب فلیعزم بحرب من اللہ۔ (تفسیر مظھری)

تو گویہ شخص ضعیف ہے مگر اسکی پناہ میں سب سے بڑا زبردست موجود ہے۔ غصہ کے سبب اگر کسی سے اور کینہ پیدا ہو گیا تو بہ تکلف اس شخص سے ملاقات کر کے اس کے ساتھ طرح طرح کی خدمت واحسان سے پیش آئے' یہاں تک کہ اس کو اس شخص سے محبت پیدا ہو جائے اور اس کا احسان سمجھے' جیسا کہ اپنا احسان ماننے والے اور اپنے ساتھ محبت کرنے والے سے کینہ باقی نہ رہے۔ (فروع الایمان)

عین غصہ کے وقت فیصلہ نہ کرنیکا حکم

حدیث شریف میں ہے کہ: حاکم کو چاہئے کہ عین غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ دے' بلکہ اس وقت مقدمہ ملتوی کرے والا تاریخ بڑھا دے۔ (یہاں حاکم سے مراد ہر وہ شخص ہے ان کی دو آدمیوں پر حکومت ہو) اس میں معلم' استاد اور گھر کا مالک بھی شامل ہے لہذا غصہ میں بچوں یا دیگر ماتحتوں اور کمزوروں پر کسی جرم میں بھی سزا دینے پر جلدی نہ کرے بلکہ غصہ فرو ہونے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے اور یاد رکھیں کہ جس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا' یہاں تک کہ کافر ذمی پر کوئی ظلم کرے تو حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اسکی طرف سے مطالبہ کریں' لہذا سزا دینے کے وقت احتیاط لازمی ہے۔ (شریعت و طریقت ص ۲۳۸)

غصہ میں طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے

غصہ میں طلاق دینے کی مثال ایسی ہے جیسے بھری ہوئی بندوق کی کیل دبا دی' ہنسی میں دباؤ تب بھی گولی لگ جائے گی غصہ میں دباؤ تب بھی لگ جائے گی۔ اسی لئے تو قابو میں رہنے کا حکم ہے۔

غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے بلکہ غصہ فرو ہونے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے اور بہتر سزا یہ ہے کہ بچوں کی چھٹی بند کر دی جائے اور اس کا اثر ان پر کافی ہوتا ہے ملا جی (اساتذہ) مارنے میں اس واسطے آزاد ہیں کہ ان سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں بچے تو باز پرس کے اہل نہیں اور والدین کا مقولہ ہے کہ ہڈی تو ہماری اور چمڑا میاں جی کا۔ یہ بس ایک ضرب المثل ہے جسکی کوئی اصل نہیں۔ مگر یاد رکھو جس حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو اسکا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا یہاں تک کہ اگر کافر ذمی پر کوئی حاکم ظلم کرے تو حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اسکی طرف سے مطالبہ کریں۔ (انفاس عیسیٰ ص ۲۰۱ ج:۱)

کینہ اور اسکا علاج

کینہ کی مذمت آیات قرآنی کی روشنی میں

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

☆...... خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين . (آل عمران آیت ۸)

معاف کر دینے کو اختیار کرو اور جاہلوں سے منہ موڑ لو۔

☆...... والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس. (آل عمران آیت ۱۳۲)

حق شانہ نے متقین کی صفات میں فرمایا کہ وہ لوگ غصہ کو ضبط کرنیوالے اور لوگوں کی (تقصیرات) سے درگزر کرنے والے ہیں۔

ف: چونکہ غصہ دل میں کینہ رکھنے سے ہی پیدا ہوتا ہے اس لئے ان متقین کی تعریف بیان کی گئی جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔

☆...... لا يحب الله الجهر بالسوءِ من القول الامن ظلم ط (النساء آیت ۱۴۸)

''اللہ تعالیٰ بری بات کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے بجز مظلوم کے۔''

اسمیں ضعفاء کی شان ہے اور اسمیں مصلحت ہے کہ قلب کینہ سے صاف ہو جاتا ہے۔

(مسائل السلوک)

کینہ کی مذمت احادیث کی روشنی میں

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ:

(۱) لا تباغضوا ''آپس میں بغض نہ رکھو''۔ (متفق علیه)

(۲) یفتح ابواب الجنة یوم الاثنین ویوم الخمیس ویغفر لکل عبد لا یشرک باللہ شیأ الا رجلا کانت بینهٗ و بین اخیه شحنآء فیقال انظروا هذین حتی تهامدوا (مسلم)

جمعرات اور پیر کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں پس اس شخص کی مغفرت کردی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے سوائے اس شخص کے جس کو اپنے مسلمان بھائی سے بغض و کینہ ہو'' کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ ان میں صلح ہو جائے۔''

کینہ کی حقیقت

جب غصہ میں بدلہ لینے کی ہمت نہیں ہوتی تو ضبط کرنے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی ہوتی ہے اسکو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں (اور بغض کہتے ہیں)۔(تعلیم الدین ص ۸۱)

کینہ اور انقباض طبعی میں فرق

کینہ وہ ہے جو قصد و اختیار سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جائے اور اس کو پہنچانے کی تدبیر بھی کرے۔ اگر کسی سے رنج کی کوئی بات پیش آئے طبیعت اس سے ملنے کو نہ چاہے تو یہ کینہ نہیں بلکہ انقباض طبعی ہے گناہ نہیں ہے۔(بصائر حکیم الامۃؒ ص ٤٤٩)

کینہ بہت سے گناہوں کا تخم ہے

میٹھا غصہ دل کے اندر جمع رہتا ہے اسی کو کینہ کہتے ہیں۔ کینہ کا منشاء غصہ ہے۔ سو ایک تو خود وہ غصہ تھا اور دوسرا عیب یہ کینہ کہ جب غصہ نکالا نہیں تو اس کا خمار دل میں بھرا رہتا ہے اور

معمولی بات و بہانہ پر رنجیدگیاں بڑھتی ہیں۔ تو صرف ایک گناہ نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا تخم ہے۔ (غوائل الغضب ص:۲۴،۲۵)

عورتوں کو کینہ کے علاج کی طرف زیادہ توجہ کرنا چاہئے

چونکہ کینہ میٹھے غصہ میں ہوتا ہے اور میٹھا غصہ عورتوں میں زیادہ ہے۔ مردوں میں بھی کینہ ہوتا ہے لیکن عورتیں اس سے بڑھی ہوئی ہیں، کیونکہ مردوں کا غصہ اکثر جوشیلا ہوتا ہے اور چیخنے چلانے سے ان کا ابال نکل جاتا ہے اس لئے عورتوں کو کینہ کے علاج کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ (غوائل الغضب ص ۲۵)

علاج: جس شخص سے کینہ ہو اسے معاف کر دے اور اس سے میل جول شروع کریں۔ گو بہ تکلف ہی سہی، چند روز میں کینہ دل سے نکل جائے گا۔ (تعلیم الدین ص ۸)

اگر وہ شخص جس سے دل میں بغض و کینہ ہے سامنے نہیں بلکہ کسی اور شہر میں ہے تو اس سے خط لکھ کر معافی کرے۔ (ارشاد حضرت مرشدی مولانا خیر محمد صاحبؒ جالندھری قدس سرہٗ)

بعض اوقات کسی سے انتقاماً یہ کہنا کہ تمہاری حرکت سے مجھے رنج ضرور ہے۔ اچھا ہے اس سے دل صاف ہو جاتا ہے البتہ زیادہ پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۴۷)

اپنے مخالف کو کوئی نقصان پہنچ جائے اور قلب میں فرحت محسوس ہو تو اور اعتقاداً اس کا استحضار کیا جائے کہ یہ فرحت قابل دفعہ ہے اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس فرحت کو دفع فرمائیں۔ اس لئے کہ ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن   آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

ہماری طریقت میں کینہ رکھنا کفر ہے ہمارا آئین سینوں کو آئینہ کی طرح صاف رکھنا ہے۔

(انفاس عیسیٰ)

حسد اور اسکا علاج

حسد کی مذمت میں آیات و احادیث

قولہ تعالیٰ:

☆...... ومن شر حاسد اذا حسدo (الناس آیت :٦)

ترجمہ: اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔'' (الناس)

ف: اس میں حسد کی مذمت ظاہر ہے۔ (مسائل السلوك من كلام الملوك)

☆...... وقال رسول الله ﷺ لا تحاسدوا . (بخاری)

ترجمہ: اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ آپس میں حسد نہ کرو۔

☆...... وقال عليه الصّلوة والسّلام دب عليكم داء الامم قبلكم الحسد والبغضاء هي الحالقة لا اقول تحلق الشعر ولكن تحلق الدين.

ترجمہ: اور فرمایا رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے تم سے پہلی امتوں کی بیماریاں تم میں آہستہ آہستہ پہنچ جائیں گی اور حسد اور بغض وہ مونڈ دینے والی ہیں' میں نہیں کہتا کہ وہ بال مونڈ دیتی ہے لیکن دین کو مونڈ دیتی ہے (یعنی برباد کر دیتی ہے) (رواہ احمد' ترمذی)

وقال عليه الصّلوة والسلام اياكم والحسد فان الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب. (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ بچو تم حسد سے کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔

ف: عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحبؒ پھولپوری (خلیفہ اعظم حضرت حکیم الامت تھانویؒ) فرماتے ہیں۔'' حدیث شریف میں حرق یعنی جلانے کی بجائے اکل یعنی کھا جانے کو جو فرمایا گیا ہے اس کے متعلق حق تعالیٰ نے میرے قلب میں ایک عجب حکمت وارد فرمائی ہے وہ یہ کہ بعض چیزوں کو آگ جلا کر پہلے سے بھی زیادہ قابل قدر اور قیمتی بنا دیتی ہے مثلاً ببول اور املی کی لکڑی کو جلا کر کوئلہ بنا لیتے ہیں تو کوئلہ زیادہ بیش قیمت وہ جاتا ہے۔ پس حسد کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسد اعمال حسنہ کو کھا جاتا ہے۔ یعنی کسی درجہ میں اعمال کی نافعیت باقی نہیں رہتی۔ یہ کمال بلاغت ہے۔

(ضمیمه مشتمله بر چند اهم خطوط اصلاحیه در اصول الوصول ص ۲۰۶)

حسد کی حقیقت

حسد کے لغوی معنی ''برا چاہنے'' کے ہیں۔ اصلاح شریعت میں کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گذرنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اس کی زائل ہو جائے حسد کہلاتا ہے۔

(تعلیم الدین ص ۶۶)

حسد اور غبطہ میں فرق

حسد وہ ہے جسمیں محسود سے زوال نعمت کی تمنا ہو اور غبطہ وہ ہے کہ اس کے پاس رہتے ہوئے حصول کی تمنا کرنا۔ (انفاس عیسیٰ ص ۲۰۲)

حسد کے دینی و دنیوی نقصانات

حسد سے دین کا نقصان تو یہ ہے کہ کئے ہوئی اعمال صالحہ حبط (ہیچ اور باطل ہونا) ہو جاتے ہیں نیکیاں چلی جاتی ہیں اور حق سبحانہٗ کے غصہ کا نشانہ بنتا ہے کیونکہ حاسد حق تعالیٰ کی نعمتوں میں بخل کرتا ہے اور اس کے وسیع خزانہ کی بے شمار نعمتوں میں سے دوسرے پر انعام ہونا نہیں چاہتا۔''

اور حسد سے دنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا اور ہمیشہ اسی فکر میں گھلتا رہتا ہے کہ کسی طرح فلاں شخص کو ذلت و افلاس نصیب ہو۔ حالانکہ محسود کو اس سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔ نہ اس کی نعمتوں میں کسی قسم کی کمی آتی ہے۔ بلکہ اس سے حاسد ہی کو علاوہ عذاب آخرت کے ہر وقت کی خلش اور دنیوی کوفت ہوتی ہے اس کی مثال تو یوں ہے کہ جو ڈھیلا دشمن کو مارنا چاہا وہ اپنے ہی آ لگا جس سے آنکھ پھوٹ گئی۔

(تبلیغ دین اردو از حجۃ الاسلام امام غزالیؒ)

حسد قلبی مرض ہونے کے علاوہ روحانی مرض بھی ہے اور اس کا سبب یا تو نخوت و غرور ہوتا ہے اور یا عداوت و خباثت نفس کہ بلا وجہ خدا کی نعمت میں بخل کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں کسی کو

کچھ نہیں دیتا۔ اسی طرح حق تعالیٰ بھی دوسرے کو کچھ نہ دے گا۔ (تبلیغ دین ص ١١٤)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حسد صرف اکیلا نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ دیگر متعدد امراض روحانیہ کا موجب ہوتا ہے۔ عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب قدس سرہٗ نے خوب فرمایا:

دغا' مکر و حرص وہویٰ دل کے اندر　　حسد' بغض و کبر و ریا دل کے اندر
تمہیں اس زمانے میں کیا دل کے اندر　　نہیں ہے تو خوف خدا دل کے اندر

حسد کے درجات

حسد کے تین درجے ہیں۔

☆...... کیفیات نفسانیہ(۱): جس میں تو انسان معذور' مجبور ہے۔

☆...... عمل اسکے مقتضاء پر: اس میں انسان مازور (گنہگار) ہے۔

☆...... مخالفت اس مقتضاء کی: اس میں انسان ماجور (ثواب پانے والا) ہے۔

☆...... یعنی: حسد کے غلبہ سے کسی کی مذمت کا تقاضا ہو' اس کی مدح کرو' اس سے اعراض (منہ پھیرنا) کو دل چاہے تو اس سے ملو' اس کی تعظیم کرو' اس کے ساتھ احسان کرو۔

(انفاس عیسیٰ ج ١ ص١٦٩)

بعض ذاکرین شاغلین بھی حسد سے مبرا نہیں ہوتے

اکثر ذاکر شاغل لوگ بھی حسد سے مبرا اور پاک نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کو بھی حسد کے علاج کی فکر کرنی چاہئے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جب حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ مکہ معظمہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے پاس عرصہ چھ ماہ کے قیام کی نیت سے تشریف لائے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت حکیم الامتؒ

---

(۱) کسی دوست یا دشمن کے زوال نعمت سے اگر اندر سے دل خوش ہوا اگرچہ بظاہر اس سے اظہار افسوس بھی کیا جائے' یہ چونکہ غیر اختیاری ہے اور اس کو مذموم بھی سمجھا جاتا ہے اس لئے معصیت نہیں' البتہ نقص ہے اس کا علاج بہ تکلف اس شخص کے لئے دعا کرنا ہے بکثرت ایسا کرنے سے انشاء اللہ یہ نقص زائل ہو جائے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص۴۹۸)

پر خاص الخاص توجہات عنایات شروع فرمادیں اور اس درجہ شفقت و دیات فرماتے تھے کہ دوسروں کو حسد ہونے لگا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت حکیم الامتؒ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت میرے اوپر اتنی عنایات وشفقت سب کے سامنے نہ فرمایا کریں تو اچھا ہے۔

آخر میں حضرت حکیم الامتؒ کو ان حاسدین سے اتنا اندیشہ پیدا ہو گیا کہ چھ ماہ پورا فرمانے کی بجائے ہفتہ عشرہ قبل ہی اجازت لے کر روانہ ہو گئے کہ آئندہ یہ لگائی بجھائی کرنے والے حاسدین میری طرف سے حضرت کو کہیں مکدر نہ کر دیں اس لئے انشراح کی حالت میں رخصت ہو جانا چاہئے۔ (اشرف السوانح ص ۲۹۲ ج:۱)

اسی لئے شیخ کے زیادہ مقرب بننے سے لوگوں میں حسد پیدا ہوتا ہے۔

(کمالات اشرفیه ۲٤٦)

اسی بناء پر حضرت حکیم الامتؒ نے اپنا مقرب کسی کو بننے نہیں دیا' بلکہ فرمایا کرتے کہ یہ مقرب سے مکرب بن کر لوگوں کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں' بلکہ فرمائشیں تک کرتے ہیں اور مرید بیچارے شکایت کے ڈر سے ان کی ناجائز فرمائش بھی پوری کرتے ہیں۔ انـا لله وانـا اليـه راجعون!

حسد کے زوال کی علامت

حسد کے زوال کی علامت یہ ہے کہ محسود علیہ (جس پر حسد کیا جائے) کے منعم (اسکو کوئی نعمت نصیب ہونا) ہونے سے عقلاً کوئی پریشانی اور قلق نہ ہو۔ (تجلیات رحمانی ص ۳۷۷)

حسد اور غبطہ میں فرق

دوسرے کو نعمت میں دیکھ کر حرص کرنا اور چاہنا کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور مجھے بھی ایسی ہی حاصل ہو جائے غبطہ کہلاتا ہے اور غبطہ شرعاً جائز ہے کیونکہ غبطہ میں کسی کی نعمت کا ازالہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس جیسی نعمت کے اپنے آپ کو حاصل ہو جانے کی تمنا ہوتی ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ (تبلیغ دین اردو ص ۱۱٤)

کیونکہ حق سبحانہ کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے وہ اس جیسی نعمت کی تمنا کرنے والے کو عطا فرما سکتے ہیں۔

تیرے یہاں سے بے نیاز کونسی شئے ملی نہیں
اپنی ہی جھولی تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

برخلاف حسد کے اس میں دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا ہوتی ہے، یہی فرق ہے حسد اور غبطہ میں۔''

حاسد کے سامنے اپنی نعمت کا ذکر نہ کرنا مستحسن ہے

جس شخص کے متعلق یہ احتمال ہو کہ ہماری خوشحالی اور نعمت کا ذکر سنے گا تو اسکو حسد ہوگا اور نقصان پہنچانے کی فکر کرے گا تو اس کے سامنے اپنی نعمت دولت و عزت وغیرہ کا ذکر نہ کرے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے مقاصد کو کامیاب بنانے کے لئے انکو راز میں رکھنے سے مدد حاصل کرو۔ کیونکہ دنیا میں ہر صاحب نعمت سے حسد کیا جاتا ہے۔

(معارف القرآن ص ۱۱: ج:۵)

حسد کا علاج

☆...... حسد کا علمی علاج: حاسد کو جاننا چاہئے کہ حسد اسی کو نقصان پہنچا رہا ہے، اس سے محسود کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ اس میں حاسد کا نقصان ہے، دین کا بھی اور دنیا کا بھی (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے) اور محسود کا اس میں یہ نفع ہے کہ اس کو مفت میں حاسد کی نیکیاں ملتی ہیں۔

(تبلیغ دین از امام غزالی)

☆...... حسد کا عملی علاج: گو بہ تکلف ہی سہی اس شخص کی خوب تعریف کیا کرو، اور اس کے ساتھ خوب احسان، سلوک سے اور تواضع کیساتھ پیش آؤ، ان معاملات میں اس شخص کے قلب میں تمہاری محبت ہوگی، پھر وہ تم سے اسی طور سے پیش آئے گا۔ اور اس سے تمہارے دل میں اس کی محبت ہوگی اور حسد جاتا رہے گا۔ (تعلیم الدین' محشّٰی' مکمل ومدلل ص ۱۲۰)

حسد کے عملی علاج پر ایک اشکال اور اسکا مدلل جواب

عارف کامل حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ (خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانویؒ) نے اپنے ایک مرید کوحسد کے علاج کا یہ طریقہ ارشاد فرمایا کہ محسود علیہ کی خدمت جانی مالی اور غیبت حضور میں اس کی تعریف ہی علاج ہے۔اس پر انہوں نے اپنے شیخ کی خدمت میں یہ اشکال پیش کیا کہ تعریف کرنے سے محسود علیہ کے فتنہ میں پڑ جانے کا احتمال ہے اس پر حضرت کامل پوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ اسی میں تو کلام ہے کہ وہ کیسے اور کیوں فتنہ میں پڑیگا اور اگر آپ صرف اور خالص اپنے نفس کو سنبھالنے کیلئے علاج کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں اگر وہ فتنہ میں پڑے گا تو آپ کا کیا بگڑیگا۔اگر آپ نماز پڑھیں تو کوئی نادان تمسخر کر کے کافر بنے تو کیا اس سبب سے آپ نماز چھوڑ دیں گے؟

نیز فرمایا:۔صرف شبہات تو مانع نہیں ہو سکتے شرعاً اسکا کوئی اعتبار نہیں البتہ تحقیق (۱) و تیقن ہو تو اس کو اپنی فکر چاہئے۔آپ تو تو صرف اپنے نفس کو حرام سے بچانے کی ضرورت ہے اور وہ خود مکلف ہے اپنی فکر کرے گا۔ (تجلیات رحمانی ص ۳۷۵ تا ۳۷۷)

میں عرض کرتا ہوں کہ دراصل یہ نفس کا حیلہ اور مکر ہے کہ محسود علیہ کے فتنہ میں پڑے گا وسوسہ ڈال کر اسکی تعریف کرنا نہیں چاہتا اور خواہمخواہ اپنے شیخ کامل کے ارشاد فرمودہ علاج پر شبہ کر کے عمل سے پہلو تہی کا بہانہ ڈھونڈتا ہے ورنہ سالک کو تو اپنے پیر و مرشد کے ارشاد پر بلا چوں چرا عمل کرنا چاہئے اور اس کے یہ حال ہونا چاہئے۔

بہ (۲) تو مایہ سپردم خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

حسد دور کرنے کی مؤثر تدبیر

جس پر حسد ہوتا ہے اس کے ساتھ (اسکے آمنے سامنے آنے پر) اس کی تعریف کرنا یہ ایک مؤثر تدبیر ہے۔امید ہے کہ اس کے بعد مفصل تدبیر کی حاجت نہ ہوگی۔انشاءاللہ العزیز۔

---

(۱) تحقیق اور یقین۔(۲) میں نے اپنے آپ کو تمہارے سپرد کر دیا تو خود حساب کم و بیش کو جانتا ہے۔

حسد کا ایک آسان علاج

جس کے ساتھ حسد ہو اس کیلئے ترقی خیر کی خوب دعا کرے اور اسکے ساتھ احسان بھی کرتا رہے۔خواہ مال سے یا بدن سے چند دنوں میں حسد دور ہو جائے گا۔(انفاس عیسی ج ۱ ص:۲۰۳)

حب دنیا اور اسکا علاج

دنیا کی مذمت میں آیات مبارکہ:

☆...... وما الحیوٰة الدنیا الا متاع الغرورo ." (آل عمران آیت ۱۸٤)

ترجمہ: اور نہیں ہے زندگانی دنیا کی مگر دھوکے کی ٹٹی۔

☆...... بل تؤثرون الحیوة الدنیا والأخرة خیر و ابقیٰo (الاعلیٰ آیت ۱٦)

ترجمہ: بلکہ ترجیح دیتے ہو دنیوی زندگی کو اور حالانکہ آخرت (دنیا سے ہزار درجہ) بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

☆...... یعلمون ظاهراً من الحیوة الدنیا وهم عن الأخرة هم غافلونo

(سورة الرّوم آیت نمبر ۷)

ترجمہ: یہ لوگ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں۔"

مذمت دنیا میں احادیث طیبہ:

☆...... الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (مسلم)

ترجمہ: دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔"

☆...... لو کانت الدنیا تعدل عندالله جناح بعوضة ما سقٰی کافراً منها شربة.

(رواه احمد' الترمذی' ابن ماجه)

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ (پانی) پینے کے برابر بھی نہ دیتا۔"

☆...... حب الدنیا رأس کل خطیئة. (البیہقی)

ترجمہ: دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔"

دنیا کا مفہوم

دنیا لغۃً نزدیک چیز کا نام اور "عرفاً" اس کی حالت کا نام ہے جو موت سے پہلے ہے اور "شرعاً" خالص اس حالت کا نام ہے جو مانع عن الآخرت ہے اور مجازاً (۱) ان اموال ومتعہ پر اطلاق کیا جاتا ہے جو اس کی مانعیت (۲) کے اسباب بن جائیں۔ پس جو احوال خواہ از قسم اقوال ہوں یا از قبیل افعال (۳) واعمال یا عقائد وعلوم ہوں۔ اسی طرح جو اموال کہ آخرت واجبۃ التحصیل سے مانع ہوں وہ سب دنیائے حرام ومذموم میں داخل ہیں، اوران کے مذموم ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا۔

ماہیت دنیا

جس چیز میں فی الحال حظ نفس ہو اور آخرت میں اس کا کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو وہ دنیا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۷۱)

دنیا نفس مال کا نام ہے بلکہ دنیا نام ہے تعلق بغیر اللہ کا، یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے تعلق بڑھا کر، بکھیڑوں میں پڑ کر معاملات میں گھس کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا، پس یہ تعلق بغیر اللہ سب کے لئے برا ہے، بخلاف (۴) وہاں کے، مال کسی کے لئے اچھا ہے کسی کے لئے برا ہے۔ ایسے ہی اولاد بھی دنیا نہیں، ہاں قلب کا اس کے ساتھ اتنا تعلق ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے دنیا ہے۔ (الدنیا ص ۱۳)

---

(۱) خلاف حقیقت۔ (۲) منع کرنا۔ (۳) افعال واعمال کی قسم سے۔ (۴) مثلاً مال قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین (دین) ہے ۔

نعم مال صالح گفتش رسول
مال را گو بہر دین باشد حمول

حدیث شریف میں ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی نیک آدمی کے لئے حلال مال بہت ہی اچھا ہے کیونکہ مومن صالح اس مال میں سے اقارب کو دے گا۔ ضرورت دین میں چندہ دے گا اور لوگوں کی مدد کرے گا۔
(شریعت وتصوف ص ۲۱۵)

اسی کو حضرت عارف رومی کے کہا ہے ۔

چیست دنیا ! از خدا غافل شدن ۔۔۔ نے قماش و نقرہ و فرزند وزن

یعنی: دنیا کیا ہے؟ خداتعالیٰ سے غافل ہوجانا' نہ کہ مال واسباب' چاندی' اولاد اور بیوی وغیرہ۔

حب دنیا ایک نشہ ہے

حب دنیا بھی ایک نشہ ہے چنانچہ مشہور ہے کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے حب دنیا روز بروز ترقی کرتی رہتی ہے۔ جس شخص کی تنخواہ -/۲۰ ہے وہ چاہتا ہے کہ پچاس ہوجائے' جب پچاس ہوجائیں تو کہتا ہے ستر ہوجائیں اور جب ستر ہوگئے تو اب سو کی باری کی تمنا ہے' پس وہ حال ہے کہ ۔

وربما حسب الانسان غایتها
وفا جاته بامر غیر محتسب
وما قضیٰ احد منها لبانته
ولا انتهی ادب الا الی ادب

یعنی کہ بسا اوقات انسان اس دنیا کی غایت کو گمان کرتا ہے' اچانک ایسا امر درپیش آجاتا ہے جس کا وہم و گمان نہ تھا' کوئی شخص اس کی حاجتوں کو پورا نہ کرسکا' ایک حاجت سے فارغ ہوا' دوسری درپیش آگئی' عمر (۱) گزر جاتی ہے اور آرزوئیں باقی رہتی ہیں' بلکہ دنیا کا تو یہ حال ہے۔

عارفے خواب رفت در فکرے ۔۔۔ دید دنیا بصورت بکرے
کرداز وے سوال کائے دلبر ۔۔۔ بکر چونی بایں ہمہ شوہر
گفت یک حرف باتو گویم راست ۔۔۔ کہ مرا ہر کہ بود مرد نخواست
وانکہ نامرد بود خواست مرا ۔۔۔ زان بکارت ہمیں بجاست مرا

---

(۱) مرزا غالب مرحوم نے اسی کو کہا ہے ۔
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے ۔۔۔ بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

یعنی: ایک عارف نے خواب میں دنیا کو دیکھا کہ بڑھیا ہے مگر ابھی تک باکرہ ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو نے تو اتنے خصم کئے مگر ابھی تک کنواری ہے؟ کہا جو مرد تھے انہوں نے مجھے منہ نہیں لگایا اور جو میرے عاشق تھے وہ نامرد تھے ان کو میں نے منہ نہیں لگایا۔ اس لئے ابھی تک کنواری ہوں۔"

اس حقیقت کو حضرت اہل اللہ نے سمجھا ہے چنانچہ ان کا یہ عمل ہے بقول حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

اری الملوک بادنی الدین قد قنعوا

وما اراھم رضوا بالعیش بالدون

فاستغن بالدین عن دنیا الملوک کما

استغنی الملوک بدنیا ھم عن الدین

یعنی: میں بادشاہوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ دین میں تو ادنیٰ درجے پر قانع ہیں مگر عیش دنیوی میں ادنیٰ حالت پر قانع نہیں ہیں۔ (آگے دین داروں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ) "تم بھی بادشاہوں کی دنیا سے ایسے مستغنی ہو جاؤ کہ جیسے وہ دنیا کو لیکر دین سی بے پرواہ ہو گئے۔

(ھم الآخرۃ ص: ۲۰، ۲۱، ۲۳)

دنیا کی مثال

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ:

"کن فی الدنیا کانک غریب"

یعنی: دنیا میں اسی طرح رہو جیسا کہ ایک مسافر۔ اور اس کی حیات دنیوی کو ایسا سمجھو جیسا کہ ایک مسافر کی حالت سفر میں ہوتی ہے جس طرح ایک مسافر اپنے سفر کی حالت میں پڑاؤ یا سرائے کی کوٹھری میں ہر وقت رخت (۱) بر دوش بسر اوقات کرتا ہے اسی طرح تم بھی دنیا میں رہ کر بسر اوقات کرو۔ (الدنیا و الآخرۃ ص۹)

(۱) اپنا سامان کندھے پر رکھنا۔

جس طرح سفر میں سرائے میں قیام کے دوران اگر وہاں چارپائی کی پٹی ٹوٹی ہو تو پٹی بنوائیں گے لیکن یہ نہ دیکھیں گے کہ "سال" ہی کی ہو اور رندا بھی کی ہوئی ہو اور اس کا بان بھی باریک ہو اس کی وناوٹ میں پھول بھی پڑے ہوں بہت سے بہت یہ ہوگا کہ ضرورت سے گذر کر آسائش پر نظر بھی کرلیں گے کہ ذرا کسی ہوئی ہو قبر سی نہ ہو غرض ضرورت پر نظر ہوگی زینت پر نہ ہوگی۔ (راحت القلوب ص۸)

اسی طرح اپنی حیات دنیویہ کو ایک مسافر کی حالت سفر سے زیادہ خیال نہ کریں جس طرح ایک مسافر اپنے سفر میں وہی کام کرتا ہے جو اس کے سفر کے معین ہوتے ہیں منزل مقصود پر جلد سے جلد پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ اور جو چیز اس کے سفر کو کھوٹا بنانے والی ہوتی ہیں اور مخل مقصود ہوتی ہیں ان کو ہرگز اختیار نہیں کرتا۔ (الدنیا والآخرۃ ص۱۳)

اسی طرح مسلمانوں کو اس فانی و عارضی دنیا میں آخرت کی فکر' گناہوں سے اجتناب (۱) اور اعمال صالحہ پر استقامت (۲) اختیار کرنا چاہئے۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

ربنا اتنا فی الدّنیا حسنة سے دنیاوی ترقی مراد لینا غلط ہے

ومنهم من يقول ربنا اتنا في الدّنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقنا عذاب النار o

ترجمہ: ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں (اے لوگ ہمیں دنیا میں بھی خیر دے اور آخرت میں بھی خبر دیجئے اور دوزخ کے عذاب سے بچایئے۔")

اس آیت کا سیاق وسباق (۳) بتلاتا ہے کہ اس کے مصداق وہ مسلمان ہیں جو طالب لذت ہیں' اس پر شاید یہ سوال ہو کہ جب یہ لوگ مسلمان طالب آخرت ہیں تو انہوں نے دنیا کیوں مانگی؟ (جیسا کہ بعض لوگوں مندرجہ بالا آیت کو طلب دنیا کا مضمون لکھ کر اس سے ترقی دنیا مراد لی ہے)

(۱) بچنا۔ (۲) ہمیشگی۔ (۳) آگے پیچھے

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ صرف ربنا اتنا فی الدنیا فرماتے تو بے شک طلب دنیا مفہوم ہوتا مگر نص میں فی الدنیا حسنة جس میں مطلوب حسنہ ہے (جس طرح آخرت کے ساتھ بھی لفظ حسنہ موجود ہے وفی الاخرت حسنة) اور حسنہ سے مراد مال و دولت نہیں بلکہ حسنہ واقعیہ (۱) ہے، نہ کہ حسنہ نہ مزعومہ (۲) بلکہ واقعتہً اس لئے ہم صرف صورت دنیا کی مخالف نہیں بلکہ دنیا بصورت دین کے مخالف ہیں، جیسے بدعات وغیرہ۔ یعنی دین کی صورت میں دنیا کا طالب سب مانع عن اللہ ہیں۔ پس اس آیت (فی الدنیا حسنہ) کا مصداق وہی ہوسکتا ہے جو حسنہ شرعیہ کا طالب ہو۔

(فناء النفوس ص ۱۳ بحواله البدائع' مطبوعه تهانه بهون ص۲۲۲'۲۲۳)

اصلاح خیالات ترقی خوہان دنیا

ہماری زمانے میں ترقی کا بڑا شور وغل ہے جب اس کی تفتیش کی گئی یہی طول امل وحرص وجاہ اس ترقی کا حاصل نکلا۔ سو ایمان والا تو اس میں ہرگز شک نہیں کرسکتا کہ اس ترقی کی ترغیب دینا حقیقت میں اپنے حکیم وشفیق پیغمبر ﷺ کی مبارک ومقدس تعلیم کا پورا معاوضہ ہے۔ اگر اپنی کاروائی کی غرض سے اس نے ترقی کی ایسی ملمع (۳) تقریر کرتے ہیں جس سے بھولے آدمی دھوکہ کھا سکتے ہیں۔

وہ یہ ہے کہ اصل مقصود ہمارا اسلام ترقی ہے مگر زمانے کی رفتار کا مقتضاء ہوگیا کہ بدون ظاہری شان وشوکت کے اسلام کی وقعت وعظمت لوگوں کی نظر میں بالخصوص غیر قوموں کی نگاہوں میں نہیں ہوسکتی' اس لئے دنیوی ترقی بھی ضروری ٹھہری۔ صاحبو! یہ تقریر نری رنگ آمیزی ہے' اول تو یہی بات ہے کہ بدوں دنیوی ٹیپ ٹاپ کے اسلام کی وقعت کسی کی نظر میں نہیں ہوسکتی اسلام کا وہ خداداد حسن وجمال ہے کہ سادگی میں بھی وہ دل ربا ودلفریب ہے بلکہ سادگی میں اس کا زیادہ روپ کھلتا ہے۔ اس وقت تک سیر وتواریخ سے تحقیق کر لیجئے کہ جس کسی شخص میں کامل اسلام ہوا ہے' تمام موافق ومخالف اس کی ہیبت وعظمت کو مان گئے اور ہماری جو وقعت بدوں نمائش

---

(۱) حقیقۃً۔ (۲) خیال کے مطابق۔ (۳) بھڑکدار۔

وتصنع کی نہیں ہے' سبب اس کا یہی ہے کہ ہمارا اسلام قوی وکامل نہیں ہے اس کے رخنوں (۱) کو مہمل زینت سے رفو کرتے پھرتے ہیں۔ اب بھی اللہ کے بدے اس قسم کے کہیں موجود ہے ان کی وقعت وعظمت خود جا کر آنکھ سے دیکھ لیجئے اس ہے حضرت مولانا سیدنا الشاہ محمد فضل الرحمن کے دربار شریف میں بڑے بڑے امراء وحکماء کا حاضر ہونا اور ادب تعظیم کے ساتھ پیش آنا کس کو معلوم ہے یا نہیں' وہاں کون سی ظاہری شان وشوکت تھی' یہی سیدھا سادا اسلام تھا جس کی یہ کشش تھی' عارف شیرازی کا قول گویا اسی مضمون میں ہے۔

زعشق نا تمام ما (۲) جمال یار مستغنی است !

بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

اور بالفرض اگر اس تسبب وترتیب کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ کہنا کہ مقصود بالذات اسلام کی ترقی ہے اور ترقی دنیوی اور محسن اس کا واسطہ اور مقصود بالعرض' اس وقت مانا جاتا ہے کہ حضرات مدعین (۳) جس قدر دنیا کا اہتمام کرتے ہیں' دین کا اس سے زیادہ اور برابر نہیں تو اس سے ربع ونصف' کچھ تو کرتے تو سمجھا جاتا کہ اصل مقصود دین ہے اور دنیا محض ضرورت کی چیز تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں ایسے منہمک ہیں کہ نہ خدا کی خبر' نہ رسول کی یاد نہ عقائد کی فکر نہ احکام کی پرواہ ۔

چو (۴) میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

کے اچھے خاصے مصداق ہیں' پھر کیسے دعوے کو تسلیم کریں؟ پھر بعض حضرات ان صحابہ کرامؓ کی ترقی کو نظیر میں پیش فرما دیتے ہیں ہم اس نظیر پر بہ دل وجان راضی ہیں۔

آیئے! اس سے ہمارے آپ کے درمیان محاکمہ ہوا جاتا ہے۔ نظر وتحقیق وانصاف سے دیکھ لیجئے کہ صحابہؓ نے کس چیز میں ترقی کی تھی؟ دین میں یا دنیا میں اگر توسیع ممالک میں کوشش کی تھی تو کیا اس سے ترقی تجارت یا زراعت صنعت وحرفت مقصود تھی یا نماز روزہ و

(۱) شگاف (۲) ہمارے نا تمام عشق سے یار کا جمال بے پرواہ ہے خوبصورت چہرے کو رنگ وروپ اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی کیا ضرورت ہے۔ (۳) دعویٰ کرنے والے حضرات۔ (۴) جب مرتا ہے تو اسی میں پھنس کر مرتا ہے جب اٹھتا ہے تو یہ اسی میں پھنس کر اٹھتا ہے۔

قرآن وذکراللہ واقامت حدود وعدل مطمع نظر تھا' قرآن مجید جوسب سے سچی تاریخ ہے اس سے اس کی تصدیق کر لیجئے' اوپر سے صحابہ مہاجرینؓ کا ذکر فرما کرارشاد ہوتا ہے:

الذین ان مکّنٰھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزّکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور . (الحج آیت ٤٨)

یعنی: وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر اختیار دے دیں' ہم ان کو زمین میں تو قائم کریں نماز کو اور دین زکوٰۃ کو اور بتلائیں نیک باتیں اور روکیں برے کام سے اللہ ہی کیلئے ہے انجام سب کاموں کا۔''

اور احادیث وسیر سے ان حضرات کے حالات تحقیق کر لیجئے کہ باوجود فتوحات وسیعہ کے کبھی پیٹ بھر کر کھایا نہیں' نیند بھر کر سوئے نہیں' شب وروز خوف وخشیت وذکر وفکر میں گذرتے تھے بلکہ دنیا کی اس کثرت سے فراخی دیکھ کر ڈرتے تھے اور روتے تھے۔ کجا صحابہ کی ترقی کجا اس وقت کی معکوس ترقی۔

ببین (۱) تفاوت راہ کجا تا بہ کجا

(فروع الایمان ص ۳۵'۳۷)

حب دنیا مذموم ہے کسب دنیا نہیں

مذکورہ بالا عبارت پڑھ کر کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ تحصیل دنیا یا اس کے اسباب وعلل یا کسب دنیا سے منع کیا جارہا ہے' یہ مفہوم نہیں بلکہ حب دنیا سے منع کیا جاتا ہے کسب دنیا اور چیز ہے اور حب دنیا اور چیز' حب دنیا مذموم ہے اور کسب دنیا بقدر ضرورت جائز۔ (کمالات اشرفیہ ١٤٨)

عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کا کیا پاکیزہ شعر ہے۔

کسب دنیا تو کر' ہوس کم کر   اس پہ تو دین کو مقدم کر

نیز ایک اور شعر ہے۔

دنیا میں ہوں' دنیا کا طلب گار نہیں ہوں   بازار سے گزرا ہوں' خریدار نہیں ہوں

نظر میں اب تو اے مجذوب اک کھیل ہے دنیا   نظر کے سب تماشے تھے نظر بدلی جہاں بدلا

(۱) دیکھو تو راستہ کا تفاوت کہاں سے کہاں تک ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب فارس کا خزانہ آیا تو آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی اور فرمایا اے اللہ! اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے اندر اس کی رغبت پیدا کی گئی ہے تو اہم اس کا ازالہ تو نہیں چاہتے مگر یہ دعا ہے کہ مال تیری محبت میں معین ہو جاوے۔

(شریعت و تصوف)

یعنی اگر دین کی خاطر دنیا کماؤ گے تو وہ محض دنیا نہ رہے گی۔ اب اس کا لقب نعم المال ہو گا۔ (جس کا لقب پہلے الدنیا جیفۃ تھا)۔ (کمالات اشرفیہ ص ۸۶)

حب دنیا کا علاج

۱: موت کو کثرت سے یاد کرو اور مدتوں کے لئے سامان اور منصوبے نہ کرے۔

(تعلیم الدین ص ۱۷)

۲: حضرت خواجہ صاحب مجذوبؒ کا مختصر منظوم رسالہ ''اصلی گھر'' مطالعہ کرے اور ان اشعار کو بغور پڑھیے:

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے — خوب ملک طوس ہے اور سرزمین روس ہے:
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی — اس طرف آواز طبل' ادھر صدائے کوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے — چل دکھاؤں تو قید آز کا محبوس ہے
لیگئی یک بارگی گور غریباں کی طرف — جگہ جس جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے — یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ ان سے آج کیا ہے حشمت دنیا کا مال — کچھ بھی انکے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

۳: حب مال کے قبائح کو وقتاً فوقتاً متحضر کیا جائے' دوسرا یہ کہ اس کے مقتضاء کی مخالفت کی جائے' یعنی جو اسباب معصیت ہیں یا جن میں انہاک ہو ان کو اختیار نہ کیا جائے۔

(تربیت السالک)

۴: موت کو کثرت سے یاد کرے اور ہر وقت سوچے کہ یہ سب سامان ایک دن چھوڑنا

ہے پھراس میں جی لگانا' کیا فائدہ؟ جس قدر جی لگے گا اسی قدر چھوڑتے وقت حسرت ہوگی۔

۵: بہت سے علاقے نہ بڑھائے یعنی بہت سے آدمیوں سے میل جول' لینا دینا نہ بڑھائیے۔ ضرورت سے زیادہ سامان وغیرہ کا جمع کرنا' حد سے زیادہ مکان' جائداد جمع نہ کرے۔ حد سے زیادہ کاروبار نہ پھیلائے' ان چیزوں کو ضرورت اور آرام تک رکھے' غرض سب سامان مختصر رکھے۔

۶: فضول خرچی نہ کرے' کیونکہ فضول خرچی کرنے سے آمدنی کی حرص بڑھتی ہے اور اس کی حرص سے سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

۷: موٹے کھانے پینے پہننے کی عادت ڈالے (یعنی سادگی اختیار کرے)

۸: غریبوں میں زیادہ بیٹھے' امیروں سے بہت کم ملے' کیونکہ امیروں سے ملنے میں ہر چیز کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔

۹: جن بزرگوں نے دنیا چھوڑی ہے' ان کے قصے حکایتیں دیکھا کرے۔

۱۰: جس چیز سے دل کو زیادہ لگاؤ ہو' اس کو خیرات کردے یا بیچ ڈالے انشاء اللہ ان تدابیر سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی۔

بخل اور اسکا علاج

بخل کی مذمت میں آیات مبارکہ

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

(۱) ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہٖ. (سورۃ محمد آیت نمبر ۳۸)

ترجمہ: اور بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ سے جو بخل کرتا ہے۔"

(۲) ولا یحسبن الذین یبخلون بمآ اتٰھم اللہ من فضلہٖ ھو خیر الھم بل ھو شر لھم ط سیطوقون ما بخلوا بہٖ یوم القیمۃ ط (ال عمران۔ آیت نمبر ۱۸)

ترجمہ: "اور ہرگز نہ خیال کریں ایسے لوگ جو (ضروری موقعوں پر) ایسی چیز (کے خرچ

کرنے) میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے اچھی ہوگی (ہرگز نہیں) بلکہ یہ بات اس کے لئے بہت بری ہے (کیونکہ اس بخل کا انجام یہ ہوگا کہ) وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنائے جائیں گے اس (مال) کا (سانپ بنا کر) جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔ (بیان القرآن)

الذین یبخلون ویأمرون الناس بالبخل ویکتمون ما اٰتھم اللہ من فضلہ ط

(النساء آیت نمبر ۳۷)

اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو پسند نہیں کرتا) جو بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔"

بخل کی مذمت میں احادیث مبارکہ:

☆...... **والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار.**

(ترمذی)

ترجمہ: کنجوس اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے دوزخ سے قریب ہے۔"

☆...... **لا یدخل الجنّۃ خب ولا بخیل ولا منّان.** (ترمذی)

ترجمہ: دھوکہ باز اور بخیل اور احسان جتانیوالا جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

☆...... **اتّقوا الشح فان الشّح اھلک من کان قبلکم** (مسلم)

ترجمہ: تم حرص سے بچو کیونکہ حرص نے ان لوگوں کو ہلاک کردیا جو تم سے پہلے تھے۔"

بخل کی حقیقت:۔ جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروتاً ضروری ہو اس میں تنگ دلی کرنا بخل ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۷)

بخل کے مذموم ہونے کا سبب

شریعت نے بخل کو اس لئے جرم قرار دیا کہ اس سے کسی کو نفع نہیں پہنچتا۔

(الاسراف)

بخل درحقیقت مال کی محبت کا نام ہے۔ مال کی محبت اگر دل میں جاگزیں ہوتو یہ حب دنیا ہے جو مذموم ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا علاقہ ضعیف وکمزور ہو جاتا ہے اور اگر مال قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین ہے بقول عارف رومیؒ ۔

آب در کشتی ہلاک کشتی است   آب اندر زیر کشتی پشتی است

یعنی پانی کشتی کا معین ہے او اسکوڈبونے والا بھی ہے اس طرح سے کہ کشتی سے باہر رہے تو معین' ورنہ مہلک۔ اسی طرح مال ہے۔ اگر قلب کے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین اگر قلب کے اندر اس کی محبت ہے تو مہلک ہے۔ اسی کو کہا ہے ۔

مال راگو بہر دین باشی حمول   نعم مال صالح گفت آں رسولؐ

یعنی مال اگر دین کے لئے جمع کرؤاس کو رسول اللہ ﷺ نے اچھا مال فرمایا ہے: نعم المال لصالح لرجل الصالح

یعنی نیک مرد کی پاک کمائی اچھا مال ہے۔" (التقوی)

وجہ اس کی یہ ہے کہ مال مطلقاً مذموم نہیں اور مذموم ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے' صرف اس کی محبت مذموم ہے۔ بقول عارف رومیؒ

چیست دنیا از خدا غافل شدن   نے متاع و نقرہ و فرزند و زن

یعنی دنیا خدا سی غافل ہونیکا نام ہے' سونا چاندی اور مال واولاد کا نام نہیں۔"

بخل کا بس امالہ مطلوب ہے

بخل کے ازالہ کی ضرورت نہیں صرف امالہ مطلوب ہے یعنی بخل رہے بخل ہی مگر اس کا محور بدل جائے بخل کو کھو کر سخاوت پیدا نہ ہو کیونکہ اگر بخل نہ ہوتو رنڈیوں' بھووں' بدمعاشوں میں خوب مال لٹاتا (۱) یہاں تک کہ مستحقین کی بھی نوبت نہ آئی۔ یہ بخل ہی کی برکت ہے جو غیر

---

(۱) بقول غالب ۔

دل سے بے جا ہے تنگی جا کا گلہ   یہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

مستحقین کو نہ دینا' لیکن یہ بخل جو ہے سخاوت کی ماں ہے۔ سخاوت خود محتاج اس بخل کی'

(کمالات اشرفیہ ص ۲۷۶' ذم ہوئی ص ۶۱' اعانۃ النافع ص ۳۲' ارضاء الحق حصہ دوم ص ۶۴)

بس مقصود یہ ہے کہ اس کا مصرف بدل دیا جائے' مثلاً بخل میں پہلے حقوق واجبہ میں بخل تھا اب منہیات (۱) ومحرمات میں اسکا صرف کرنے لگا اور واجبات میں اگر اس کا تقاضا بھی ہوتا ہے تو اسکا استعمال نہیں کرتا اگر یہ صفت بخل ہی نہ رہے تو محرمات مین امساک مال کس قوت سے کرے گا۔ (اطاعة الاحكام ص ۷)

بخل کے دو درجے

خلاف مقتضائے شریعت (مثلاً زکوۃ' حج جیسے فرائض میں مال خرچ کرنے سے ڈرنا! دیگر اپنے اہل وعیال کے حقوق میں بخل کرنا' وغیرہ) یہ معصیت ہے۔

☆...... خلاف مقتضائے (۲) مروت' اور یہ معصیت نہیں (لیکن خلاف اولیٰ ہے۔) فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہو۔ اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ اس مقتضاء کی مخالفت کی جائے' لیکن اگر ہمت نہ ہو تو کوئی فکر کی بات نہیں (اور اگر باوجود استطاعت کے اس پر عمل کی اجائے تو بعض کے نزدیک یہ بھی بخل ہے)(کمالات اشرفیہ ص ۲۸) اس لئے کہ جو ضرورتیں اتفاقیہ پیش آجائیں ان کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ جس مال کے ذریعے آدمی اپنی آبرو بچائے وہ صدقہ ہے۔ مثلاً کسی مالدار کو اندیشہ ہو کہ یہ شاعر (یا ڈوم) میری ہجو کریگا۔ اور اگر میں اسکو کچھ دے دوں تو اسکا منہ بند ہو جائیگا' اور باوجود اس علم کے اگر اسکو کچھ نہ دیا گیا تو وہ شخص بخیل سمجھا جائیگا۔ کیونکہ اس نے اپنی آبرو رکھنے کی تدبیر نہ کی اور بدگو کو بدگوئی کا موقع دیا۔

(تربیت السالك ج ۲' تبلیغ دین ص ۵۲ بصائر حکیم الامت ص ٤٤٩)

بخل کا علاج

(۱) وہ افعال جن کا کرنا منع ہے اور وہ باتیں جن سے روکا گیا ہے۔ (۲) لحاظ کے تقاضا کے خلاف

علمی علاج تو یہ ہے کہ بخل کے نقصانات معلوم کرو کہ آخرت کی تباہی اور دنیا کی بدنامی دونوں اس سے پیدا ہوتے ہیں، مال بخل کیساتھ قبر میں جانیوالا نہیں بلکہ دنیا ہی میں اولاد کے لئے چھوڑ کر مرتا ہے اور خود خالی ہاتھ آخرت کی لذتوں سے محروم اور معصیت کے ساتھ قبر میں پہنچ جاتا ہے، اور دوسرے لوگ (اولاد وغیرہ) اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔ بخل کے اس قسم کے نتائج پر خوب غور کرنے سے انشاء اللہ اس سے نجات ہو جائے گی۔ (تبلیغ دین ص ١٢٦)

☆...... عملی علاج یہ ہے کہ نفس پر جبر کر کے خرچ کرنے کی بہ تکلف عادت ڈالو اور ضرورتوں کے وقت خرچ کرنے کی خوبی کا تصور باندھ کر اتنا زور ڈالو کہ خرچ کرنے کی رغبت ہونے لگے انشاء اللہ اس سے بخل کی جڑ کٹ جائے۔ (تبلیغ دین ص ١٢٧)

☆...... مال کی محبت کو دل سے نکالے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور مدتوں کے لئے منصوبے اور سامان نہ کرے، یعنی زندگی کو عارضی اور فانی سمجھے۔

(تعلیم الدین ص ١٧)

اسراف اور اسکا علاج

اسراف کی مذمت میں آیات قرآنیہ:

☆...... كلوا واشربو ولا تسرفوا ط انه لا يحب المسرفين٥

(الانعام آیت نمبر ١٤١)

ترجمہ: (اور حلال چیزوں کو) خوب کھاؤ پیؤ اور حد (شرعی) سے مت نکلو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتے۔"

☆...... ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين ط (بنی اسرائیل آیت نمبر ٢٧)

ترجمہ: یعنی بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔"

☆...... والذين اذا انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذلك قواماً٥

(الفرقان آیت ٦٧)

ترجمہ: اور جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔''

اسراف کی مذمت میں احادیث مبارکہ

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

☆...... **من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه.**

یعنی: انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی کام کو چھوڑ دے۔''

ف: لایعنی امور میں فضول خرچی بھی شامل ہے۔

☆...... **وعن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا تزول قد ما ابن ادم یوم القیامة عن خمس وعن ماله من این اکتسبه وفیما انفقه.**

(رواہ الترمذی)

یعنی: ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت کے دن کسی آدمی کے قدم (حساب کے موقع سے) نہیں ہٹیں گے جبتک اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو چکے گا (اوران پانچ میں سے دو یہ ہیں کہ) اس کے مال کے متعلق سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟''

☆...... **نھی رسول الله ﷺ عن اضاعة المال**

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ نے مال کے ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

اسراف کی حقیقت

حقیقت میں اسراف کہتے ہیں حد سے گذر جانے کو جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ خرچ میں انسان حد سے گذر جائے بلاضرورت کسی چیز کو خریدنا یا خرچ کرنا اسراف ہے اور اسکی حقیقت تجاوز عن الحد ہے۔

(الاسراف ص۵' دعوت عبدیت ص ۱۲٤' ملفوظات و کمالات اشرفیه)

ضرورت کی تعریف

ضرورت کی تعریف کم لوگ سمجھتے ہیں' اکثر غیر ضروری کاموں کو بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ضروری وہ کام ہے جو نہ کرنے سے ضرر ہو۔ (معرفت الٰھیه ص ۱٤٦)

ضروری تو وہ چیزیں ہوتی ہیں جن کے نہ ہونے سے تکلیف ہو اور ان کا معیار آسانی کے لئے بتلاتا ہوں کہ جتنی چیزیں سفر میں انسان ساتھ لیتا ہے پس وہ ضروری ہیں۔''

ضرورت کی دو قسمیں

☆...... واقعی ضرورت وہ ہے جس کے بغیر دینی یا دنیوی کام رک جائے یا اس میں سخت دقت اور پریشانی ہو' یہ تو اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق مباح ہے' اور بعض صورتوں میں ضروری بھی ہے مگر اس کی تو انتہا ہو سکتی ہے۔

☆...... فرضی ضرورت جس کا دوسرا نام ''حرص'' ہے۔اسکی کوئی انتہا نہیں' اسکو کرنے کیلئے دنیا میں جو بھی قیمت لی جائے گی' متناہی ہوگی' پھر متناہی لامتناہی کے برابر کیسے ہو سکتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ کبھی پوری نہیں ہو سکتی تو یہ اسراف ہے ہی' اور وبال اخروی تو آخرت میں ہوگا مگر دنیا میں بھی یہ نتیجہ دیکھ لیجئے کہ خاندان کے خاندان اس کی بدولت تباہ ہو گئے۔

(وعظ میرٹھ ص ۱۸ بحواله شریعت و طریقت ص ۱۹۹)

اسراف سے دین اور دنیا تباہ ہوتے ہیں!

اسراف سے دین اور دنیا دونوں تباہ ہوتے ہیں کیونکہ اول تو اسراف سے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہے' تو وہ گناہ ہوا' اور گناہ سے دین خراب ہونا ظاہر ہے۔دوسرے اسراف سے پریشانی بہت زیادہ لاحق ہوتی ہے اور پریشانی سے دین کا بہت ضرر ہوتا ہے بعض دفعہ اس سے کفر تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ (الاسراف ص ٥)

اسراف بخل سے بھی زیادہ برا ہے

شریعت نے بخل کو اس لئے جرم قرار دیا کہ اس سے کسی کو نفع نہیں پہنچتا اور ''مسرف'' سے لوگوں کو نقصان بہت پہنچتا ہے' مثلاً یہ لوگوں سے قرض لے گا' دوسروں کی امانتیں خرچ کرے

گا' کسی کی چیز مانگ کر بازار میں رہن رکھے گا اور روپیہ اپنے خرچ میں لگائے گا۔

(الاسراف ص ۳۸)

اسراف میں دین کو چھوڑنے تک کا خطرہ ہے

بخل میں یہ احتمال نہیں کہ وہ شخص اپنے دین کو چھوڑ دے اور اسراف میں یہ اثر ہم کو معلوم ہوا ہے۔ (الاسراف ص ۳۸)

"کاد الفقر ان یکون کفرًا" یعنی ممکن ہے کہ مفلسی سے خدانخواستہ کفر تک نوبت نہ پہنچ جائے' کیونکہ فضول خرچ انسان کے پاس اگر قارون کا خزانہ بھی اس کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اسے بھی چند روز میں خرچ کر کے مفلس بن جائیگا۔

آدمی کو وسعت سے زیادہ خرچ نہیں کرنا چاہئے

ایک شخص قیمتی کپڑا نمائش کی نیت سے نہیں خریدتا' تو گنجائش والے کے لئے جائز ہے لیکن عسیر الحال (۱) تنگ دست کے لئے ناجائز اور اسراف میں داخل ہے۔

(الاسراف ص ۷۱)

پس آدمی وسعت سے زیادہ کیوں بناوٹ کرے بس مسلمانوں کا تو یہ حال ہونا چاہئے:۔

واستغن ما اغناک ربک بالغنی
واذا لقیک خصاصۃ فتجمل

پس جس حیثیت سے خدا رکھے اس پر رہنا چاہئے۔ اگر وسعت ہو تو عمدہ کھانے پینے کا بھی کوئی مضائقہ نہیں اور اگر تنگی ہو تو اسی کے موافق گزر کرنا چاہئے تو یہ بھی حدودِ شرعیہ میں جب ان سے تجاوز ہوگا' وہ اسراف ہو جائے گا۔ (الاسراف ص ۷٤)

اپنی حیثیت سے زیادہ مباحات میں خرچ کرنا جائز نہیں

اسراف میں وہ خرچ بھی آ گیا جو بلا ضرورت استطاعت سے زیادہ مباحات یا طاعات غیر ضروریہ میں خرچ کرنا جس کا انجام بے صبری و بدنیتی ہو' کیونکہ یہ امور معصیت ہیں

(۱) تنگ دست

اور مفضی الی المعصیت' پس وہ انفاق فی المعصیت ہوا۔ (بیان القرآن ج:۲ ص ۷۲۱)

اسراف کے چند مواقع

اس کی پوری تفصیل تو ''اصلاح الرسوم'' کے مطالعہ سے ہی معلوم ہوگی' البتہ بطور نمونہ چند مواقع عرض کرتا ہوں:۔

☆...... شادی وغمی (مرگ وغیرہ) کی رسموں میں نام کے لئے خرچ کرنا۔

☆...... نفس کو خوش کرنے کے لئے ضرورت سے زیادہ کپڑے یا مکان کی تعمیر یا سجاوٹ یا سواری یا بچوں کے کھیل کود' کھلونوں میں خرچ کرنا۔

☆...... شب برات اور رمضان المبارک میں ختم قرآن پاک کے موقع پر ضرورت سے زیادہ روشنی (چراغاں) اور آتش بازی پر خرچ کرنا۔

☆...... ریا اور تفاخر کی نیت سے ختنہ' عقیقہ' منگنی وغیرہ کے موقعوں پر فضول رقم خرچ کرنا۔

☆...... جلسہ جلوسوں کے موقعوں پر بلاضرورت زیادہ رقم خرچ کرنا۔

☆...... ریا اور تفاخر کی نیت سے ختنہ' عقیقہ' منگنی وغیرہ کے موقعوں پر فضول رقم خرچ کرنا۔

☆...... جلسہ جلوس کے موقعوں پر بلاضرورت زیادہ رقم خرچ کرنا۔

فضول خرچ کاموں میں بھلائی نہیں

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ پر کسی صاحب نے اعتراض کیا لا خیر فی الاسراف یعنی فضول خرچی میں خیر نہیں' اس پر برجستہ فرمایا لا اسراف فی الخیر یعنی خیر میں اسراف نہیں۔ (معارف گنج مراد آبادیؒ خیر الافادات ص ۱۱۴)

اسراف کا علاج

☆...... خرچ کرنے سے قبل دو امر کا التزام کرلیں' ایک یہ کہ پہلے سوچا کریں کہ اگر اس جگہ خرچ نہ کروں تو آیا کچھ ضرر ہے یا نہیں۔ اگر ضرر نہ ہو تو اسکو ترک کردیں اور اگر ضرر معلوم ہوتا ہو تو پھر کسی منتظم سے مشورہ نہ کریں کہ یہ خرچ خلاف مصلحت اور نامناسب تو نہیں' وہ جو بتلائے اس پر

عمل کریں۔

☆...... (واضح ہو کہ) ضرر سے مراد ضرر واقعی اور حقیقی ہے جس کا معیار شریعت ہے وہمی اور خیالی ضرر مراد نہیں' اہل اللہ کا مذہب رکھیں' رسم ورواج کے ذرا بھی مقید نہ ہوں۔

(انفاس عیسی ص ۱۴۸)

☆...... خرچ گھٹائیں تا کہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو۔ (تعلیم الدین ص ۷۲)

☆...... بقول حضرت سفیان ثوریؒ اس زمانے میں مال مؤمن کی ڈھال ہے پس اگر کسی شخص کے پاس روپیہ پیسہ ہو تو اس کی درستگی کرتا رہے یعنی اس کو بڑھتا رہے ورنہ کم از کم اس کو برباد نہ کرے کیونکہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر کوئی اس میں محتاج ہو جاتا ہے تو پہلے اپنے دین پر ہی ہاتھ صاف کرتا ہے۔ پھر فرمایا: حلال مال فضول خرچی کو برداشت نہیں کرتا' یعنی وہ اتنا نہیں ہوتا کہ اسکو بے موقع اڑایا جائے اور پھر بھی ختم نہ ہو۔ (حیوۃ المسلمین ص ۱۶۴ شرح السنۃ)

حرص اور اس کا علاج

حرص محمود

حرص کی دو اقسام ہیں۔ غیر اللہ کی حرص تو مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کی حرص محمود ہے: **ان تقرضوا اللہ قرضا حسنا فیضا عفہ** جس کے لئے انفاق لازم ہے جان کا بھی مال کا بھی' تو ہم اس کو بڑھائیں گے (کیونکہ جب تک نفس کو پیسہ کے بدلے روپیہ یا گنی کا لالچ نہ دیا جائے وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ مقصد یہ کہ غیر اللہ حرص دل سے نکالو گے تو انعامات کے مستحق بنو گے۔ مولانا اسی مضمون کو فرماتے ہیں۔

خود کہ یابد(۱) ایں چنیں بازار را — کہ بیک گل می خری گلزار را

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد — آنچہ در وہمت نیا ید آں دہد

(حقیقت تصوف و تقویٰ ص ۶۵۹' ۶۶۰)

(۱) تم ایسا بازار کہاں سے لاؤ گے کہ ایک پھول کے بدلے سارا باغ خرید لو۔ وہ ضعف اور حقیر و فانی جان لیتے ہیں اور باقی جان دیتے ہیں جو تمہارے وہم و گمان میں نہیں آ سکتا وہ دیتے ہیں۔

حرص کی مذمت میں آیات قرآنی

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

(۱) ولا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیوة الدنیا.

(طٰہ آیت نمبر ۳۱)

ترجمہ: اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف نہ بڑھا جس سے ہم نے نفع دیا ان کافروں کے مختلف گروہوں کو آرائش زندگانی دنیا کی''۔

(۲) ومن یوق شح نفسه فاؤلئک هم المفلحون ٥(الحشر آیت نمبر ۹)

ترجمہ: جو شخص نفس کی حرص سے بچالیا جائے تو یہ لوگ کامیاب ہیں۔

(۳) الهٰکم التکاثره حتی زرتم المقابر . (التکاثر آیت نمبر:۱)

ترجمہ: دنیاوی نے تم کو آخرت سے غافل رکھا یہاں تک کہ تم قبرستان میں جا پہنچے۔

حرص کی مذمت میں احادیث مبارکہ

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☆ یهرم ابن ادم ویشیب منه اثنان الحرص علی المال والحرص عل العمر. (متفق علیه)

یعنی: آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور اسکی دو چیزیں بڑھتی (جوان) ہوتی رہتی ہیں مال پر حرص کرنا اور عمر پر حرص کرنا''

☆ لو کان لابن ادم وادیان من المال لابتغی لایملا جوفه الا التراب ویتوب الله علیٰ من تاب.''

یعنی: بنی آدم کے پاس اگر دو جنگل بھرے ہوئے مال سے ہوں تب بھی اس کی حرص ختم نہ ہو گی اور وہ تیسرے جنگل کی آرزو کرے گا مگر یہ وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی اس پر عنایت ہو جائے''

☆ اتقوا الشح فان الشح اهلک من کان قبلکمo (مسلم)

یعنی: بچو تم حرص سے کیونکہ حرص نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے تھے۔''

حرص کی حقیقت

توجهه اور میلان الی الدنیا یعنی قلب کا مال وغیرہ کے ساتھ مشغول ہونا حرص ہے۔ (تعلیم الدین ص ۸۷' بصائر حکیم الامت ص ٤٥٤)

حرص ام الامراض ہے

حرص تمام پریشانیوں کی جڑ ہے یہ ایک ایسا مرض ہے کہ اسکو ام الامراض کہنا چاہیے کیونکہ اسی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں' اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں۔ اگر لوگوں میں حرص مال نہ ہو تو کوئی کسی کا حق دبائے۔ بدکاری اور چوری کا منشاء لذت کی حرص ہے' اخلاق رذیلہ کی بھی یہی جڑ ہے کیونکہ عارفین کا قول ہے کہ تمام اخلاق رذیلہ کی اصل کبر ہے اور کبر ہوس جاہ ہی کا نام ہے۔ پس کبر کا منشاء بھی یہی حرص ہوا۔

(کمالات اشرفیه ص ۸۸' علاج الحرص ص۱۳)

پس حرص منشاء ہوا تمام معاصی کا' چنانچہ مشاہدہ ہے کہ نااتفاقی کا منشاء بھی حرص ہے اور تفاخر کا منشاء بھی یہی ہے کیونکہ مال و دولت کو دکھانا جمع مال ہی کے بعد ہو سکتا ہے اور وہ جمع ہوتا ہی حرص سے تو حرص کا ام الامراض اور اصل معاصی ہونا ثابت ہو گیا۔ (علاج الحرص ص ۱۲)

حرص و کبر منافی شان علم ہیں: دو چیزیں اہل علم کے واسطے بہت بری ہیں حرص اور کبر۔ یہ ان میں نہیں ہونا چاہیے۔ (کمالات اشرفیه ص ٤٣١)

حرص کے مقتضاء پر عمل کرنے سے حرص بڑھے گے

حرص کے مقتضاء پر عمل کرنے سے اور اس میں زیادتی کرنے سے تقاضا فرو نہ ہو گا بلکہ دوگنا بڑھے گا۔ (کمالات اشرفیه ص ۹۹)

کیونکہ انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ اگر اس کے پاس مال کے دو جنگل بھی ہوں جن میں

دریا چہ ندی پانی کی طرح بہتے ہوں' پھر بھی وہ تیسرے کا طالب ہوگا پس یہ خیال ہی غلط ہے کہ ہوس کو پورا کرنے سے ہوس بجھ جائے گی' بلکہ جتنا اس کو پورا کرو گے یہ اتنا ہی بڑھے گا۔ انسان کی ہوس کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ تراب سے مراد تراب قبر ہے یعنی موت کے سوا کوئی چیز ہوس کو نہیں بھر سکتی۔ شیخ سعدیؒ نے اس کا خوب ترجمہ کیا ہے۔

گفت چشم تنگ دنیا دار را یا قناعت پر کند یا خاک گور

اس لئے یہ خیال غلط ہے جیسے بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ بیٹے کی شادی یا بیٹی کے نکاح سے فراغت پالیں تو پھر دنیا کے دھندوں کو الگ کر کے اللہ اللہ کریں گے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس طرح کبھی یہ حرص کم نہیں ہوگی بلکہ اور بڑھے گی' جیسے خارش والا کہا کرتا ہے کہ ذرا سا کھجا لوں پھر نہ کھجلاؤں گا مگر وہ جتنا کھجلاتا ہے اتنی ہی خارش بڑھے گی۔ ایسے ہی آج تو آپ اپنی بیٹی کی شادی کا بہانہ کرتے ہیں' کل کو نہ معلوم کتنی بیٹیاں ہو جائیں گی' اور تمہاری نہ ہوں تو تمہاری اولاد کی ہو جائیں گی' تو یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور وہی حال ہو جائے گا:

ہر شب گویم(۱) کہ فردا ترک ایں سودا کنم
باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم

(کمالات اشرفیہ ص ۱۰۱ علاج الحرص ص ۳۲)

پس ان وساوس کو چھوڑ کر اس کے علاج کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ جو آگے مذکور ہے۔

حرص کا علاج

(۱) اپنا خرچ گھٹائے تا کہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کرے اور یہ سوچے کہ حریص و طامع ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۸۷)

(۲) دنیاوی دھندوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ' اور اگر توجہ الی الدنیا کم کرنے پر اسوقت قدرت نہیں اور ان تعلقات کو نہیں چھوڑ سکتے تو پھر صورت یہ ہے کہ اس سلسلے میں (دنیوی

(۱) ہر رات کو کہتا ہے کہ صبح یہ جنوں چھوڑ دوں گا جب وہ کل آتی ہے تو آج کو پھر آنے والی کل پر ٹالتا ہوں۔

دھندوں) کو بھی چلنے دو اور اس کے ساتھ دوسرا سلسلہ توجہ الی اللہ کا بھی شروع کر دو۔ انشاء اللہ ناکامی نہ ہوگی۔ (علاج الحرص ص ۳۲)

(۳) حرص کا اصل علاج خدا کی توجہ ہے جو عادۃ بندہ کی توجہ پر مرتب و متفرع (۱) رہا ہے۔

(کمالات اشرفیہ ص ۱۷۸)

حب جاہ اور اسکا علاج

حب جاہ کی مذمت میں آیات قرآنیہ

ارشاد فرمایا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

☆ **تلک الدار الاخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض و لا فسادا و العاقبة للمتقین۝** (القصص آیت نمبر ۸۳)

''وہ جو دار الآخرت ہے ہم اس کو ان ہی لوگوں کے لئے کریں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ او دھم مچانا' اور انجام کار متقیوں کیلئے ہے۔''

حب جاہ کی مذمت میں حدیث رسولؐ

ارشاد فرمایا جناب رسول مقبول ﷺ نے:

☆...... **ما ذئبان جائعان ارسلا فی غنم بافسد لها من حرص المرء علی المال و اشرف لدینه.** (رواہ الترمذی)

''دو بھوکے بھیڑیئے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ ان کو اتنا تباہ نہیں کریں گے جتنا کہ آدمی کی حرص مال پر اور جاہ پر اس کے دین کو تباہ کر دیتی ہے۔''

حب جاہ کی حقیقت:۔ لوگوں کے دلوں کا مسخر ہو جانا جس سے وہ لوگ اس کی تعظیم کریں' حب جاہ کہلاتا ہے۔ (تعلیم الدین ص)

حب جاہ کا جلد پتہ چلنا مشکل ہے:۔ حب جاہ ایسا مرض ہے کہ اسکا پتہ چلنا مشکل ہے'

---

(۱) ثمرہ۔

جب کوئی واقعہ پیش آئے اور گرانی ہوتب پتہ چلتا ہے کہ اخوہ ہم میں حب جاہ کا مرض ہے۔

(کمالات اشرفیه ٢٤٤)

طالب جاہ سے زیادہ کوئی احمق نہیں

محققین نے کہا ہے کہ اس شخص سے زیادہ کوئی احمق نہیں جو طالب جاہ ہو کیونکہ یہ کمال محض وہمی (۱) انتزاعی ہے اور انتزاعی (۲) بھی ایسا ہے جو اس شخص کے ساتھ خود قائم نہیں بلکہ دوسرے کے خیال کے ساتھ قائم ہے کیونکہ جاہ نام ہے دوسروں کی نظر میں معزز ہونے کا جس کا مدار محض دوسروں کے خیال پر ہے وہ جب چاہے بدل دے تو ساری جاہ خاک میں مل جاتی ہے مگر طالب جاہ خوش ہے کہ آیا لوگ مجھے اچھا کہتے ہیں جیسے چوہا خوش ہوتا ہے کہ بنیئے کی دکان پر غلہ آیا ہے جی ہاں ذرا منہ تو کھولئے ابھی چوہے دان آتا ہے جس سے ساری خوشی کرکری ہو جائے گی۔ پس ایک نقص جاہ میں یہ ہے کہ اس سے نفع جو حاصل ہوتا ہے وہ محض وہمی ہے یعنی بڑائی وعزت سے نہ گھر میں روپیہ آتا ہے اور نہ جائیداد بڑھتی ہے محض دل خوش کرلو۔

(کمالات اشرفیه ص ١٧)

جاہ کے دینی ودنیوی نقصانات

جس جاہ سے ضرر ہوتا ہے یہ وہ جاہ ہے جو طلب سے حاصل ہو۔ یہ وہ بلا ہے جو کہ دین و دنیا دونوں کو مضر ہے۔ دینی ضرورت تو یہ ہے کہ جب آدمی دیکھتا ہے کہ دنیا مجھ پر فدا ہے تو اس میں عجب وکبر پیدا ہو جاتا ہے آخر کار اسی عجب وکبر کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے۔ بہت لوگ آ کر اس میں ہلاک ہو گئے یہ تو دین کا ضرر ہوا۔ اور دنیا کا ضرر یہ ہے کہ مشہور آدمی کے حاسد بہت پیدا ہو جاتے ہیں پس صاحب جاہ کا دین بھی خطرہ میں رہتا ہے اور دنیاوی خطروں کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔ ہاں جب حق تعالیٰ کی طرف سے بدوں طلب کے جاہ حاصل ہو وہ نعمت ہے کیونکہ مال کی طرح انسان جاہ کا بھی بقدر ضرورت محتاج ہے تاکہ اس کی وجہ سے مخلوق کے ظلم وتعدی سے محفوظ

---

(۱) محض خیالی۔ (۲) جھگڑالو

ہوکر اور بے خوف ہوکر باطمینان قلب عبادت میں مشغول رہے لہذا اتنی طلب جاہ میں مضائقہ نہیں۔ (شریعت و طریقت ص ۲۱۲ بحواله تعظیم العلم ص ٦٤)

جاہ کے چند مراتب اور انکے احکام

ایک مرتبہ تو یہ ہے کہ جاہ بدوں حاصل کئے ہوئے حاصل ہوگئی جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کی جاہ ہوتی ہے کہ وہ خود پستی اختیار کرتے ہیں مگر جتنے گرتے ہیں اتنے ہی بلند ہوتے ہیں من تواضع للہ رفعہ اللہ (الحدیث) سو یہ مرتبہ جاہ کا نعمت خداوندی ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ کسی شخص نے جاہ کے حاصل کرنے کی از خود کوشش کی اور نہ اس اس کے اسباب استعمال کئے مگر دوسروں کی وجہ سے اسے یہ جاہ حاصل ہوگئی۔ مثلاً چند آدمیوں نے مل کر اسے بادشاہ بنادیا' سو اس جاہ سے متمتع (۱) ہونا جائز ہے مگر دو باتوں کا دیکھ لینا ضروری ہے ایک یہ کہ اس سے دوسروں کو راحت پہنچا سکے گا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ اپنا دین تو کسی حال میں برباد اور تباہ نہ ہوگا اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو قبول کرنا حرام ہے اور اگر پائی جائیں تو اس سے متمتع ہونا جائز ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ جاہ حاصل کرنے کی خود کوشش کرے (مثلاً حصول سلطنت وغیرہ کی) اسکا حکم یہ ہے کہ بجز خاص خاص حالات کے ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اصل قانون تو یہ ہے کہ اپنے لئے کوئی منصب تجویز کرنا اور اس کی خواہش کرنا جائز نہیں۔

حب جاہ کا بڑا سبب

اپنی مدح وثناء کی خواہش ہوا کرتی ہے کیونکہ انسان کو اپنی مدح وتعریف میں لذت آتی ہے حالانکہ یہ اس کی بربادی کا سبب ہے۔ (تبلیغ دین ص ۱۳۲)

علاج:۔ یوں سوچیں کہ جو لوگ میری تعظیم واطاعت اور مدح وتعریف کررہے ہیں نہ یہ رہیں گے نہ میں رہوں گا۔ پھر ایسی موہوم وفانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے۔

---

(۱) نفع اٹھانے والا۔

☆...... ہرعلاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے یعنی داعیہ نفس کے علم کا استحضار اوراس داعیہ کی عملی مخالفت' اس مرض کا علاج بھی مرکب ہے۔ انہی دو جز سے اول اس رذیلہ کی مذمتیں اور وعیدیں وارد ہیں ان کا ذہن میں حاضر کرنا بلکہ ان مضامین سے اپنے نفس کو زبان سے خطاب کرنا کہ تجھ کو ایسا عقاب (١) ہونے کا اندیشہ ہے' اس کے ساتھ اپنے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رذائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل وحقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کر کہ لوگ نفرت و تحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم اور مدح کی رکھی جائے اور عملی جزو یہ ہے کہ مداح کو زبان سے منع کر دیا جائے اور اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جائے۔ صرف سرسری لہجہ سے کہہ دینا کافی نہیں' اور اس کے ساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جائے گو نفس کو گراں ہی گذرے۔ (تربیت السالك ج:١ ص ٣٠٩)

ریا اور اسکا علاج

ریا کی مذمت آیات قرآنی کی روشنی میں

یٰۤا ایھا الذین لا تبطلوا صدقتکم بالمن و الاذی کالذی ینفق ماله رئآء الناس و لا یؤمن بالله و الیوم الاخر ط فمثلهٗ کمثل صفوان علیه تراب فاصابه وابل فترکه صلدا ط لا یقدرون علی شیئ مما کسبوا ط (البقرة آیت ٢٦٤)

''اے ایمان والو' تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا (پتھر) جس پر کچھ مٹی ہو' پھر اس پر زور کی بارش ہو جاوے۔ جو اس کو بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہات نہیں لگے گی۔''

ف: قوله' تعالیٰ رئا ء الناس اس میں مذمت ہے ریاء کی۔

---

(١) عذاب

(مسائل السلوک من کلام ملک الملوک)

☆...... ان المنٰفقین یخٰدعون اللّٰہ وھو خادعھم ج واذا قاموا الی الصلٰوۃ قاموا کسالٰی یراءون الناس ولا یذکرون اللّٰہ الا قلیلاo (النساء آیت نمبر ۱۴۲)

بلا شبہ منافق لوگ چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا انکو دینے والے ہیں اور جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے۔ مگر مختصر۔"

ف: قولہ تعالیٰ اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراؤن الناس کسل کا ریا کے ساتھ مقید کرنا اس پر دال ہے کہ کسل سے مراد کسل اعتقادی ہے نہ کہ کسل طبعی سو طبعی پر ملامت نہیں اور جس کی تحقیق نہیں وہ تشویش کو بڑھا لیتا ہے جس سے اسکے باطن کو مضرت پہنچتی ہے۔

(مسائل السلوک ملحقہ بیان القرآن ج ۱ ص ۲۰۹)

☆...... واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدینo

(الاعراف آیت ۲۹)

"اور تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کیا کرو کہ اس عبادت کو خاص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو۔"

ف: بعض مشائخ نے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق پر علی الدوام (۱) نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنے کو فراموش کردے۔ (تائید الحقیقۃ بالآیات العتیقہ ملحقہ التکشف عن مہمات التصوف ص ۷۳۰)

☆...... ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللّٰہ ط واللّٰہ بما یعملون محیطo (الانفال آیت نمبر ۴۷)

"اور ان لوگوں کے مشابہ مت ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ

(۱) ہمیشہ

میں لئے ہوئے ہے۔'' ف: قولہ تعالیٰ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس ۔اس میں مسلمانوں کو بطر اور ریاء میں ان کے مشابہ ہونے سے نہی کی گئی ہے۔ پس اولیاء اللہ کو اعداء کی مشابہت سے ممانعت ہوئی۔

(مسائل السلوک ملحقه بیان القرآن ج ۱ ص ۳۷۶)

☆...... فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعباده ربه احداًo (الکھف آیت ۱۱۰) جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ف: قولہ عملاصالحاً حضرت عثمان ذوالنورینؓ فرماتے ہیں کہ عمل صالح اسے کہتے ہیں جو خالص اللہ کی رضا کیلئے ہو اور ریا نمود سے پاک ہو۔ (از درس قرآن حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ جنگ کراچی ۱۸ نومبر ۶۷ء)

☆...... انا انزلنا الیک الکتب بالحق فاعبد اللہ مخلصاً له الدینo

(الزمر آیت نمبر ۲)

''ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف سے نازل کیا ہے سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہو۔ف: فاعبداللہ مخلصاً له الدین ۔اسمیں اخلاص کا امر ہے اور اپنے اطلاق سے مراتب کو شامل ہے۔

(مسائل الملوک ملحقه بیان القرآن ج ۲ ص ۸۹۲)

☆...... انما نطعمکم لوجه للہ لا نرید منکم جزاء ولا شکوراًo

(الدھر آیت ۹)

ہم تو محض خدا کی رضا مندی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں' نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں اور نہ شکریہ'' ف: انما نطعمکم ۔اسمیں اخلاق کی ترغیب ہے۔

(مسائل الملوک ملحقه بیان القرآن ج ۲ ص ۸۹۲)

☆...... فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون o الذین ھم یراؤنo (الماعون آیة ٤ تا ٦) سو ایسے نمازیوں کے لئے خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں' جو

ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں۔ف: اسمیں ریا کی مذمت ظاہر ہے۔

☆...... **فصل لربک وانحر ○ (الکوثر آیۃ ۲)** سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی دیجئے۔"

ف: **فصل لربک.** اس میں اشارہ ہے کہ نماز اور قربانی خاص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہے ریا اور دکھلاوے نام ونمود کے لئے نہیں۔

ریا کی مذمت اور اخلاص کا حکم احادیث کی روشنی میں

☆...... **الحدیث الشیخین من حدیث جندب سمع سمع اللہ بہ ومن رائے رائے اللہ بہ.** (رواہ مسلم من حدیث ابن عباسؓ) یعنی: حدیث بخاری ومسلم میں جندب کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص شہرت کیلئے کچھ عمل کرے گا اور جو شخص اظہار کے لئے کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کا اظہار کریگا اور روایت کیا اس کو مسلم نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے۔

ف: اس کا تحقق کبھی اس طور سے ہوتا ہے کہ یہ شخص اس کا قصد کرتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور کبھی اس طور سے اتفاق ہوتا ہے کہ یہ شخص اس کا قصد کرتا ہے کہ لوگوں کو خبر پہنچ جائے اور یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔ (التشرف بمعرفت احادیث التصوف ص ۲۴۶)

ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن انما ینظر الی قلوبکم اموالکم. (رواہ مسلم و ابن ماجہ عن ابی ھریرۃؓ)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو (جن میں اعمال ظاہرہ محضہ (۱) بھی آ گئے ہیں کہ وہ بھی خاص مشابہ (۲) ہیں صورت کے) اور اموال کو نہیں دیکھتے لیکن تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔"ف: حدیث صریح ہے اصلاح باطن کے اصل ہونے (اور اعمال کا ذکر اسکا منافی نہ سمجھا جائے' کیونکہ اعمال بھی بدوں اصلاح باطن معتد (۳) بہا نہیں ہیں۔ (چنانچہ عقیدہ صحیح اخلاص اعمال میں بالاتفاق شرط ہے اور یہ دونوں باطن ہیں) اور مولانا رومؒ کا یہ شعر گویا اس

(۱) کسی بات کا ثابت ہونا۔ (۲) مانند۔ (۳) قابل اعتبار۔

حدیث کا ترجمہ ہے۔ ے

مابروں(۱) رانگریم و قال را　　　　مادروں را بنگریم و حال را

(التشرف ص ۱۵۳)

☆...... ابو داؤد و من حدیث ابن عباسؓ ان النبی ﷺ نهی عن طعام المتبارتین. یعنی ابوداؤد نے ابن عباس کی حدیث سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو شخصوں کے طعام قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جو ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ف: اسمیں ریاو تفاخر کی جو مذمت ہے ظاہر ہے۔

☆...... من کان یسجد اتقاء و ریاء جعل الله ظهرة طبقة واحدة کما اراد ان یسجد خر علیٰ فقاه. یعنی جو شخص تقیہ اور ریا سے سجدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کمر کو تختہ کر دیں گے وہ جب بھی سجدہ کرنا چاہے گا قضا کے بل گر پڑیگا۔ (التشرف ص ۱۵۲)

☆...... احذر و الشهرتین الصوف و الخز. دو شہرتوں سے بچو ایک صوف دوسرے خز سے۔ (رواه عبدالرحمن السلمیٰ فی سنن الصوفیاء و یلمی مسند الفردوس ضعیف) ف: اس میں مذمت ہے حب شہرت کی اور شہرت کیلئے خواہ لباس اختیار کرے کہ جیسے ریا کار صوفی درویش کے اظہار کیلئے پہنتے ہیں، خواہ اظہار حسن و زینت کیلئے ہو (جیسے امراء امیرانہ لباس خالص ریشمی یا مخلوط ابریشم یا مخلوط ابریشم کہ خز کی دونوں تفسیریں ہیں، اظہار شان کیلئے پہنتے ہیں، غرض قصداً انہ اسیری ظاہر کرے نہ فقیری)(التشرف ص ۳۶۸)

☆...... من لبس ثوب شهرة البسه الله ثوب ذل او مذلة یوم القیامة. (رواه ابو داؤد و ابن ماجه بسند حسن عن ابن عمرؓ مرفوعا و دیلمی فی مسنده عن انسؓ رفعه من لبس الصوف لیعرفه الناس کان حقا علی الله ان یکسوه ثوبین من جرب حتی تتسلط عروقه. یعنی جو شخص شہرت کا لباس پہنے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائیں گے۔ روایت کیا اسکو احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسناد حسن سے اور صاحب مقاصد حسنہ نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً

(۱) ہم باہر کے قال کو نہیں دیکھتے بلکہ ہم اندرونی حال کو دیکھتے ہیں۔

اور دیلمی کی مسند میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً آگے کہا ہے کہ جو شخص صوف کا لباس اس غرض سے پہنے کہ لوگ اسکو (صوفی نسبت سے) پہچانیں اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے کہ اسکو (قیامت میں) دو کپڑے خارش کے پہنائے گا یہاں تک کہ اس کی رگیں (گل سڑ کر) گر پڑیں گی۔

(التشرف ص ۲۵۱)

ف: اس میں لباس نام ونمود وریا کے پہننے کا انجام کس وضاحت سے مذکور ہے۔

☆...... اخلص دینک یکفی القلیل من عمل. (ابن ابی الدنیا فی الاخلاص وحاکم عن معاذؓ صحیح)۔ یعنی اپنے دین میں اخلاص پیدا کر پھر مجھ کو (عمل ظاہری) میں سے قلیل بھی کافی ہوگا۔

ف: اس مقام سے تم صوفیاء کو دیکھتے ہو کہ اخلاص کے لئے ان کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعضوں کی نسبت عام لوگوں میں خیال ہوتا ہے کہ ان کے اعمال قلیل ہیں اور وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس شخص کا عمل باطنی قلیل نہیں جو کہ اس حدیث کی رو سے اعمال ظاہرہ زائد سے افضل واکمل ہے۔ (التشرف ص ۲۷۱)

☆...... وعن عبداللہ بن عمر وانہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول من سمع الناس بعملہ سمع اللہ بہ اسامع خلقہ وحقرہ و صغیرہ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے عمل کو شہرت دے یعنی لوگوں کو سنائے کہ اس نے یہ عمل کیا ہے خداوند تعالیٰ اس کے ریا کے عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچا دے گا۔ (یعنی اس کی ریا کاری کا اظہار کر دے گا اور اسکو ذلیل ورسوا بنائیگا) روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب الایمان میں۔ (مشکوۃ باب الریا فصل دوم)

☆...... وعن محمود بن لبید ان النبی ﷺ قال ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر قالو یا رسول اللہ وما الشرک الاصغر قال الریاء. رواہ احمد و زاد البیہقی فی شعب الایمان یقول اللہ لھم یوم یجازی العباد باعمالھم اذھبوا الی الذین کنتم تراؤن فی الدنیا فانظروا ھل تجدون عندھم جزاء او خیرا. یعنی حضرت محمود بن لبیدؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس چیز سے میں تمہارے

لئے بہت ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ شرک اصغر کیا ہوتا ہے فرمایا ریا۔ احمد اور بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ ریاکاروں سے فرمائے گا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو دنیا میں اپنے اعمال دکھایا کرتے تھے دیکھو ان کے پاس اس کی جزا ملتی ہے یا نہیں۔ (مشکوۃ باب الریا فصل سوم)

نیت کا بیان

ہجرت کی نیت

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انما الاعمال بالنیات وانما لا مری مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او مراۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ. متفق علیہ (مشکوۃ)

حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے' انسان کو وہی چیز حاصل ہوگی جس کی نیت وہ کرے گا جس نے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت خدا اور رسولؐ کے لئے ہوگی' اور جس کی ہجرت دنیا پانے کیلئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کیلئے ہو تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی جس کیلئے اس نے ہجرت کی۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث کا پس منظر

امام طبرانیؒ نے معتبر سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ مکہ معظمہ سے ایک شخص نے ام قیس نامی ایک عورت کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا' اس عورت نے پیغام تو منظور کر لیا لیکن یہ شرط بھی لگا دی کہ تمہیں ہجرت کرنی ہوگی' چنانچہ انہوں نے ہجرت کی اور اس عورت سے نکاح ہو گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کی وجہ سے وہ صحابی ہمارے درمیان ''مہاجر ام قیس'' کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے یہ

حدیث ارشاد فرمائی۔ (ماخوذ البلاغ محرم ۱۳۸۷ھ)

اور بعض نے اسطرح بیان کیا ہے کہ ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ چونکہ میرے والدین ضعیف ہیں اس لئے میں ہجرت کرنے سے معذور ہوں، چنانچہ آپؐ نے انہیں اجازت دے دی لیکن حضورؐ کے قافلہ کے ساتھ وہ عورت ہجرت کر کے واپس آ گئی جس نے ان سے نکاح کا وعدہ کر رکھا تھا (شاید ام قیس ہی ہوں) چنانچہ یہ صحابی پیچھے پہنچ گئے جب آپؐ نے انہیں دیکھا تو منبر پر تشریف لے گئے اور مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی۔ واللہ اعلم۔

حدیث کا مفہوم

حدیث کا پس منظر خواہ کچھ ہی ہو لیکن مفہوم اور معانی کے لحاظ سے یہ حدیث عام ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا انما الامری مانوی. یعنی ہر شخص کو اس کے کام کا نہیں بلکہ اس کی نیت کا پھل ملے گا اور اگر ہجرت (۱) جیسی بابرکت اور باشرف عمل بھی رضاء الٰہی کیلئے نہ ہو تو وہ بھی اکارت جائے گا۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نصف علم ہے آدھا جسم کے متعلق اور آدھا قلب سے متعلق (نیت) اور بعض نے نصف علم کو مفہوم یہ بیان کی ا ہے کہ ہر عمل خواہ وہ کتنا ہی با برکت ہو نیت کے فتور سے درجہ قبولیت سے گر جاتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اسلام کا ایک تہائی حصہ آ گیا ہے۔ حافظ حدیث حضرت امام بیہقیؒ نے ارشاد کی یوں تشریح کی ہے کہ اسلام کے تین شعبے ہیں۔ ایمان، اعمال اور اخلاص۔ چونکہ یہ حدیث اخلاص کے پورے پورے شعبے پر حاوی ہے اس لئے اسکو اسلام کا ایک تہائی حصہ کہا گیا ہے۔ پھر اخلاص ایسی چیز ہے کہ ایمان و عمل کی قبولیت کا مدار بھی اخلاص پر ہے اسطرح حدیث پورے دین پر حاوی نکلی۔ اس لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) اسی طرح جملہ اعمال شرعیہ میں غور کر لیا جائے کہ مقصود کی نیت اور قصد سب میں شرط ہے بدوں اس کے وہ موجب قرب و وصل نہیں ہوتے۔

فرمایا نیۃ المومن خیر من عملہ. یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی صحابی کے ایک مد مال خرچ کرنے کو غیر صحابہ کے جبل احد کے برابر بھی مال خرچ کرنے سے بڑھ کر فرمایا بظاہر تو یہ بے انصافی معلوم ہوتی ہے لیکن حق سبحانہٗ و تعالیٰ کثرت عمل کو نہیں دیکھتے بلکہ حسن اعمال اور اخلاص عمل کو دیکھتے ہیں' اسی اخلاص عمل کے سبب صحابی کے معمول کے عمل کا وزن بڑھا ہوا ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کے شرف صحبت سے صحابی کو جو اخلاص نصیب ہو گیا وہ کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ غرض جس قدر اخلاص میں کمی ہوگی ثواب میں کمی اتنی ہی ہوگی۔ اسی لئے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی کا ارشاد ہے کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی ہزار رکعت سے افضل ہے۔

عارف رومی نے کیا خوب فرمایا:

سید الاعمال بالنیات گفت　　نیت خیرت سے گلہا شگفت

نیت مؤمن بود بہ از عمل　　ایں چنیں فرمود سلطان ازلؒ

ترجمہ: سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اچھی نیت سے خوشبودار پھول کھلتے ہیں۔ مؤمن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے یہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

جہاد سخاوت اور علم پڑھنے پڑھانے کی نیت

صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن احکم الحاکمین کی شہنشاہی عدالت میں نمازی اور عالم سخی کی پیشی ہوگی اور تینوں اپنے جہاد فی سبیل اللہ تعلیم و تعلم اور مشغلہ علم دین اور اپنی صدقات و خیرات کا اظہار کریں گے۔ حکم ہوگا کہ یہ سب اعمال تم نے چونکہ محض دکھاوے کیلئے کئے تھے لوگ کہیں فلاں شخص غازی ہے۔ فلاں شخص بڑا سخی ہے اور فلاں بڑا عالم ہے سو یہ باتیں حاصل ہوئیں کہ دنیا میں تم کو شہرت ہوئی اور لوگوں نے تم کو غازی اور عالم اور سخی کہہ کر پکارا' پھر جس مقصود کیلئے اعمال کئے تھے جو وہ حاصل ہو چکا تو اب کیا استحقاق رہا اور یہاں کیا چاہتے ہو لہٰذا جاؤ جہنم میں چنانچہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

(ماخوذ از اربعین اخصر و ایسر امام غزالیؒ تبلیغ دین اردو ص ۱۵۶)

جہاد کی نیت

عن ابی موسیٰ الاشعریؓ قال جآء رجل الی النبی ﷺ فقال لرجل یقاتل للمغنم و الرجل یقاتل للذکر و الرجل یقاتل لیری مکانه فمن فی سبیل الله قال من قاتل لتکون کلمه الله هي العلیا. حضرت موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کوئی شخص مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے جنگ کرتا ہے' کوئی اپنی بہادری دکھلانے کیلئے فرمایئے کہ کس کی جنگ راہ خدا کیلئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ راہ خدا کی جنگ تو صرف اس شخص کی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کا بول بالا کرنے کیلئے لڑے۔ نیز انؓ سے ہی ایک دوسری روایت ہے کہ جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ما القتال فی سبیل الله فان احدنا یقاتل غضبا ویقاتل حمیة فرفع الیه رأسه فقال من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا فهو فی سبیل الله. یعنی ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ قتال فی سبیل اللہ کیا ہے' ہم میں سے کوئی جوش غضب کیلئے لڑتا ہے اور کوئی حمیت قومی کی بناء پر؟ آپؐ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ جو شخص اللہ کا بول بالا کرنے کیلئے لڑتا ہے اسی کی جنگ راہ خدا کیلئے ہے"۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ریا و نمود کے جہاد سے کوئی ثواب نہیں ہوتا جس کی قرآن و حدیث میں بہت بڑی فضیلت آئی ہے۔ جب تک کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی نیت رضاء الٰہی کی نہ ہو۔

اس پر عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ کا یہ شعر یاد آ گیا۔

جس کو دیکھو لڑ رہا ہے مادمن کے واسطے　　کر رہا ہے جان کو قربان تن کے واسطے

سب تو ہیں شمشیر زن قوم و وطن کے واسطے　　تو اٹھا تلوار رب ذوالمنن کے واسطے

دکھلاوے کی نیت سے نماز

نماز (۱) جسے حدیث میں جنت کی کنجی کہا گیا ہے اگر دکھلاوے کی نیت سے پڑھی

---

(۱) قرآن عزیز دکھلاوے کی نماز پڑھنے پر وعید "مذمت ریا آیات قرآنی کی روشنی میں" کے نمبر۹ میں بیان ہو چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔　(بندہ احقر قریشی غفرلہٗ)

جائے تو وہی نماز دوزخ کی کنجی بن جاتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ ۔

کلید است دوزخ کہ درآں نماز — کہ درچشم مردم گذاری دراز

یعنی ایسی نماز دوزخ کی کنجی ہے جو لوگوں کو دکھلانے کیلئے لمبی کر کے پڑھی جائے اسی طرح سجدہ ریا کے بارے میں کہا ہے ۔

بزمیں چوں سجدہ کردم زز میں ندا برآمد — کہ مرا خراب کردی تو بہ سجدۂ ریائی

اقبال مرحوم نے اسکا کیا خوب ترجمہ کیا ہے ۔

میں جو سربسجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم کدہ تجھے کیا ملے گا نماز میں

حج کی نیت

اگر حاجی حج سیر یا تجارت کی نیت سے کرے تو ایسا حج عنداللہ قبول نہ ہوگا۔ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں: ''جب خانہ کعبہ کا ارادہ ہوتو بمبئی کی سیر کا ارادہ نہ کرو نیت تو ہونا چاہئے حج کی ہاں راستہ میں بمبئی بھی آئے گی اور سیر بھی کرلو گے۔'' (الاتفاق ص ۵۲) نیز فرماتے ہیں: ''سفر میں تجارت کرنا گناہ نہیں بلکہ قواعد فقہ سے ایک صورت مین یہ تجارت مستحب بھی ہے جبکہ یہ نیت ہو کہ اس سے رقم بڑھے گی تو سفر حج میں سہولت ہوگی فقراء کی امداد کریں گے رہا اس صورت میں خلوص ہوگا یا نہیں اس کے جواب میں تفصیل ہے کہ اگر مقصود حج ہو اور تجارت تابع ہو جس کی علامت یہ ہے کہ تجارت کا سامان نہ ہوتا جب بھی ضرور حج کو جاتا تو اس صورت میں خلوص محفوظ ہے اور ثواب حج بھی کم نہ ہوگا۔ (علاج الحرص ص ۳۱)

صدقات وخیرات میں نیت

''ریا کی مذمت آیات قرآنی کی روشنی میں'' کے نمبر ا میں بیان ہو چکا ہے کہ صدقات وخیرات دکھلاوے کی نیت سے یا احسان جتلانے سے بالکل باطل وبرباد ہوجاتے ہیں اور کوئی ثواب نہیں ہوتا۔

مناظرہ کی نیت

آجکل لوگ ہدایت کیلئے مناظرہ نہیں کرتے محض اپنی بات کو اونچا کرنے کیلئے مناظرہ کرتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اپنے صاحبزادہ حمادؒ کو وصیت فرمائی تھی کہ دیکھو کبھی مناظرہ نہ کرنا انہوں نے عرض کیا کہ میں نے بارہا مناظرہ کرتے دیکھا ہے پھر آپ مجھ کو کیوں منع فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ہم تو مناظرہ اس نیت سے کرتے تھے کہ شاید خصم کے منہ سے حق بات نکل جائے تو ہم اس کی بات کو مان لیں اور تم لوگ مناظرہ اس لئے کرتے ہو کہ خدا کرے خصم کے منہ سے حق بات کبھی نہ نکلے بلکہ جو بات نکلے باطل ہی نکلے تا کہ تم اس کا رد کرسکو۔

(جمال الجليل ص ٢٧)

بڑا بننے کی نیت ہو تو ذکر و شغل سے کوئی نفع نہیں ہوتا

ایک بزرگ کے ایک مرید تھے ایک عرصہ تک ذکر و شغل کرتے تھے مگر کچھ نفع نہ ہوا ایک شیخ سے اپنی حالت عرض کی۔ شیخ نے پوچھا تمہاری نیت اس ذکر و شغل سے کیا ہے کہا اس ذکر و شغل سے یہ نیت ہے کہ کچھ نفع حاصل ہو جائے گا تو لوگوں کو نفع پہنچاؤں گا۔ فرمایا کہ توبہ کرو یہ تو شرک ہے جب ہی تم کو نفع نہیں ہوا پہلے ہی سے بڑا بننے کی نیت ہے۔

(علاج الحرص ص ٣١)

نیت صالحہ رکھنے سے اعمال دنیوی بھی قابل ثواب بن جاتے ہیں

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ اپنے کسی مرید کے گھر گئے وہاں ان کے گھر روشن دان دیکھا پوچھا یہ کیوں رکھا ہے اس نے جواب دیا روشنی کے واسطے انہوں نے فرمایا کہ روشنی تو بدوں نیت کے بھی آتی ' اگر تم اسکے رکھنے میں یہ نیت کر لیتے کہ اس میں اذان کی آواز آیا کرے گی تو تجھے اس کا ثواب بھی ملتا رہتا اور روشنی تو خود ہی آ جاتی ہے۔

نیت کے سبب ثواب جہاد میں برابر کے شریک

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ میں حضرات صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو اسوقت ظاہراً تمہارے ساتھ نہیں ہیں مگر عنداللہ وہ ہر منزل اور ہر مقام میں تمہارے ساتھ ہیں اور ثواب میں برابر کے شریک ہیں اور یہ وہ معذورین ہیں جو عذر کی وجہ سے تمہارے ساتھ شریک سفر نہ ہو سکے مگر ان کا دل یہ چاہتا ہے کہ وہ تمہاری طرح جہاد کرتے۔ (السوال فی الشوال ص ۸) حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے مشتاقان حج کا حجاج کے ساتھ شریک ہونا واضح ہو گیا' جو لوگ سچ مچ حج کو جا رہے ہیں وہ رمضان کے بعد عملاً حج میں مصروف ہیں اور جو حج کو نہیں جا رہے وہ حکماً حج میں مشغول ہیں۔''

ارضائے خلق بھی اگر بہ نیت حق ہو تو وہ بھی ارضائے حق ہے

بعض لوگوں کی یہ نیت ہوتی ہے کہ اگر شیخ (پیر و مرشد) خوش ہوگا تو ہمارے حال پر زیادہ توجہ دے گا۔ اس میں تو اپنی غرض کا شائبہ بھی ہے گویا یہ غرض محمود ہے کیونکہ توجہ سے مقصود اپنی اصلاح اور تکمیل ہے اور اس سے مقصود ارضائے حق ہی ہے اور بعض کی نیت یہ ہوتی ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا مقرب و مقبول ہے اس کے خوش کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے' اس نیت میں اپنی غرض بھی نہیں ہے بلکہ خالص ارضائے حق ہی مطلوب ہے۔

(ارضائے حق حصہ دوم ص ٦٦)

جنت اور دوزخ میں جانیکا مدار بھی نیت پر ہی ہے

اگر ایک شخص دھوکہ سے شراب پی لے تو اسکو گناہ نہیں ہوگا گو صورت گناہ موجود تھی اسی طرح اگر کوئی شخص مجامعت کرتے وقت کسی اجنبیہ کا تصور کرے اور اس کی صورت حاضر کر کے اس سے ذہن میں لذت لے تب بھی اسے گناہ ہوگا۔ اسی طرح گو کافر کا کفر متناہی ہی ہے مگر اس کی نیت یہ تھی کہ اگر زندہ رہا تو ابدالآباد اسی طرح رہوں گا اسی لئے اپنی نیت کے موافق اس کو ابدالآباد جہنم کا عذاب ہوگا اور اس طرح مسلمان کا اسلام گو بظاہر متناہی ہے مگر اس کی نیت یہ ہے کہ اگر میں ہمیشہ زندہ رہوں گا تو میں ہمیشہ اسلام پر مستقیم رہوں گا اس لئے اس کے لئے ابدالآباد ثواب

جنت ہے (محاسن الاسلام ص ۲۴ تجارت آخرت ص ۲۰) اسی طرح چونکہ تندرستی میں یہ قصد ہوتا ہے کہ میں اس عمل کو ہمیشہ کرتا رہوں گا اس لئے بیماری میں باوجود اوراد معمولہ کے ناغہ کے اجر برابر ملتا ہے اور اس میں کمی نہیں ہوتی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۲۰)

نیت سے متعلق چند فقہی مسائل

مسئلہ: اگر کسی کو بتلانے کیلئے تیمم کر کے دکھایا لیکن دل میں اپنے تیمم کرنے کی نیت نہیں بلکہ فقط اسکو دکھلانا مقصود ہے تو اس کا تیمم نہ ہوگا۔ (بهشتی زیور سعیدی ج ۱ ص ۸۶)

مسئلہ: نماز کیلئے نیت شرط ہے۔ (بهشتی زیور ج ۲ ص ۱۲۹)

مسئلہ: پندرہ دن سے زائد مسافرت میں ٹھہرنے کی نیت سے نماز پوری پڑھنا پڑتی ہے گو کم ٹھہرے اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کر کے نماز پڑھنا پڑے گی گو حقیقت میں زیادہ ٹھہرے لیکن نیت بدلنے کیساتھ ہی حکم بھی بدل جاتا ہے ہدایہ میں ہے: "ولا یزال حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدہ او قریة خمسه عشر یوماً او اکثروان نوی اقل من ذلک قصر۔

مسئلہ: نفل کا روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ سو اگر صبح کو یہ نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے پھر اس کے بعد توڑ دیا تو اب روزہ کی قضاء رکھے۔ (بهشتی زیور ج ۳ ص ۳۲۲)

ہدایہ میں ہے: ومن دخل فی الصلوة التطوع او فی صوم التطوح ثم افسد قضاہ.

مسئلہ: اگر کوئی شخص سارا دن بھوک و پیاس نہ ہونے کے سبب کچھ کھائے نہ پئے تو روزہ نہ ہوگا جبتک روزہ کی نیت نہ ہو، ہاں اگر روزہ کی نیت کر لے تو روزہ ہو جائیگا۔

☆...... والنية معرفة بقلبه ان يصوم كذا فی خلاصه ومحيط. والنية ان يتلفظ بها كذا فی بحر الرائق. (عالمگیری ج:۲ ص ۲۰۷ در مختار ج:۲ ص ۲۰۷)

مسئلہ: اعتکاف کیلئے نیت شرط ہے پس بے قصد و بے ارادہ اعتکاف کا ثواب نہ ہوگا۔ اما شروطه فمنها النية حتى لو اعتكف بلانيه لا يجوز۔

(فتاوی هندیه ج:۱ ص۲۰۹ در مختار ج ۱ ص۱۵۵)

مسئلہ: کسی غریب آدمی کے ذمہ تمہارے دس روپے قرض ہیں اور تمہارے مال کی زکوۃ بھی دس روپے یا اس سے زیادہ ہے اس کو اپنا قرض زکوۃ کی نیت سے معاف کر دیا تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی' بلکہ اس کو دس روپے زکوۃ کی نیت سے دے دو۔ اب یہی روپے اپنے قرض میں سے لے لینا درست ہے۔ (شرح التنویر ج۳ ص ۲٤۲)

مسئلہ: کسی نے زکوۃ کی نیت سے دو روپے الگ نکال کر رکھ لئے کہ جب کوئی مستحق شخص ملے گا اسکو دے دوں گا' پھر جب فقیر کو دے دیئے اس وقت زکوۃ کی نیت کرنا بھول گیا ہو تو بھی زکوۃ ادا ہوگئی' البتہ اگر زکوۃ کی نیت سے الگ نہ رکھتا تو زکوۃ ادا نہ ہوتی۔

مسئلہ: کسی پر قربانی فرض نہ تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا' تو اب جانور کی قربانی اس پر واجب ہوگئی۔

بطور نمونہ چند مسائل لکھے گئے ہیں اس سے بخوبی اظہر من الشمس ہوگیا کہ فقہی مسائل کا دارومدار بھی نیت پر ہے اس لئے ضروری ہے کہ نیک عمل کرنے سے قبل صحیح نیت کا اہتمام کرلیں۔

ریا کے معنی

ریا مشتق رویت ہے جس کے معنی دیکھنے کے ہیں اس طرح سمعہ جو بمعنی شہرت کے مستعمل ہے۔ مشتق سماع سے جس کے معنی سننے کے ہیں اور ریا کے اصل معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو اچھی خصلتیں دکھلا کر ان کے دلوں میں منزلت حاصل کرے۔ (احیاء علوم الدین' از امام غزالیؒ)

ماہیت: اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظروں میں میری قدر و منزلت ہو جائے۔ (تعلیم الدین ص ۱۲۳)

ریا کی حقیقت

ریا کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرے کہ دوسرے اس کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ (روح تصوف ص ۱۰)

غرض ریا کا حاصل یہ ہے کہ کسی عمل دنیوی یا دینی کو لوگوں کی نظر میں بڑائی حاصل کرنیکا ذریعہ بنائے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۹۵)

ارضاء الحق ص ۶۹، ص ۳۷ میں ہے: اراءة الخلق للغرض الدنیوی الفاسد او الغرض المباح فی الطاعة " ریا کی حقیقت یہ ہے کہ دنیوی غرض سے مخلوق خدا کو دکھلانا یا غرض مباح فی الطاعت دکھلانا یعنی مخلوق کو اسلئے راضی کیا جائے کہ وہ ہمارے معتقد رہیں۔" اور ریا کے معنی ہیں مخلوق کو دکھلانے کے لئے کام کرنا۔ (ارضاء الحق ص ۸)

ریا حابط اعمال ہے: ریا حابط عمل ہے گو فرض سر سے اتر جاتا ہے لیکن مقبول نہیں ہوتا، اور مقصود مقبولیت ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۳۵)

جس طرح خلق سے اظہار عبادة ریا ہے بعینہ خلق سے اخفاء عبادة بھی ریا ہے

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ارشاد ہے کہ جیسے مخلوق کو دکھلانے کے لئے عمل کرنا ریا ہے اسی طرح ان کے دیکھنے کی وجہ سے عمل نہ کرنا بھی ریا ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ ہنوز نظر مخلوق پر ہے اس سے نظر قطع نہیں ہوئی ورنہ آدمیوں کو اور درخت و دیوار کو برابر سمجھتے۔

(الدرا المنضود ماهنامه النور شوال ۱۳۴۷ھ)

کیونکہ اگر مخلوق کو کالعدم اور لاشیٔ سمجھتے جیسے مسجد کی صفیں یا پتھر تو ان سے اخفاء نہ کرتے۔

دلارامی کہ داری دل درو بند　　دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

(الرحیل الی الخلیل ص ۱۸)

پس عمل نہ مخلوق کیلئے کرو اور مخلوق کی وجہ سے ترک کرو۔

ریا کن باتوں میں ہوتا ہے

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اربعین اخصر والمیسر میں لکھا ہے کہ ریا چھ باتوں میں ہوتا ہے: بدن کے ذریعہ: مثلاً نمبر ۱ شکستگی وضعف اور غنودگی اور پلکوں

کا جھپکانا ظاہر کیا جائے کہ روزہ دار اور شب بیدار سمجھیں۔ نمبر۲ عملی صورت بنائے تا کہ لوگ سمجھیں کہ اسکو آخرت کی بڑی فکر ہے۔ نمبر۳ پرگندہ بال رکھے تا کہ لوگ سمجھیں کہ دین میں اس قدر مشغول ہے کہ بال سنوارنے اور خط بنانے کی بھی فرصت نہیں۔ نمبر۴: آواز پست نکالیں تا کہ لوگ سمجھیں کہ ریاضت ومجاہدہ سے اتنا ضعف ہوگیا ہے کہ آواز تک نہیں نکلتی۔

ہیئت کے ذریعہ: ایسی صورت بنانا کہ لوگ سمجھیں کہ حالت وجد یا مکاشفہ یا فکر و استغراق میں مشغول ہے' مثلاً سر کا جھکانا' رفتار میں نرمی اور ضعف ظاہر کرنا' سجدہ کے نشان کا باقی رکھنا' آنکھ بھینچنا وغیرہ۔

سوم شکل وشباہت اور لباس میں: صوفیانہ لباس مثلاً صوف چوغہ یا آستینوں کا جبہ پہننا یا کپڑوں کا بوسیدہ اور میلا کچیلا رکھنا تا کہ لوگ سمجھیں کہ صوفی کامل ہے۔

چہارم گفتگو اور زبان کے ذریعے: نمبر۱۔ آواز میں بناوٹ تصنع اور ایسا لہجہ اختیار کرنا کہ لوگ سمجھیں کہ بڑا عالم اور صوفی اور سلف کا نمونہ ہے مگر دل میں خاک اثر نہ ہو۔ نمبر۲۔ مشائخ وعلماء سلف سے ملاقات کا دعویٰ کرنا اور اظہار کہ ہم نے فلاں فلاں بزرگ کی زیارت کی ہے۔ نمبر۳۔ بدکاری و معصیت کے تذکرے پر یا خلاف شرع باتوں پر ہائے افسوس یا ایسے کلمے کہنا جس سے نفرت کا اظہار ہو مگر دل میں خاک اثر نہ ہو' صرف لوگوں کے سامنے پارسائی جتلانے کیلئے کہے' نمبر۴۔ کسی حدیث کے متعلق جلدی ضعیف یا صحیح کا حکم لگا دینا تا کہ لوگ محقق اور محدث سمجھیں۔

پنجم عمل میں: اگر کوئی عمل دیکھنے والا موجود ہو تو نماز سکنیت و وقار کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا قیام زیادہ کرنا' رکوع وسجدہ میں زیادہ دیر تک سر جھکائے رکھنا تا کہ لوگ عابد و زاہد اور باعفت و پارسا سمجھیں اور خیال کریں کہ ان کی نماز خشوع خضوع سے بھری ہے۔

ششم اپنے شاگردوں اور مریدوں اور مشائخ کا کثرت سے تذکرہ کرنا: تا کہ لوگ سمجھیں کہ ان کے بڑے مشائخ سے ملاقات ہوتی ہے۔ نمبر۲: ایسی تدابیر کرنا کہ علماء وصلحاء اور سلاطین ان کی زیارت کو آنے لگیں۔

ریا کے حرام ہونے کی وجوہات

ریا کے حرام ہونے کی دو وجوہات ہیں نمبر ا: ریا کاری حق تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے کہ عبادت میں بھی اس کی رضاء وخوشنودی مقصود نہیں' بلکہ بندوں کی خوشنودی مطلوب ہے گویا دل میں بندوں کی اس قدر عظمت بٹھالی اور خدا کی نسبت ان کو نفع ونقصان پر زیادہ قادر سمجھا کہ عبادۃ بھی ان ہی کی نظر گذاردی' اسی لئے حدیث میں ریا کو شرک اصغر فرمایا گیا ہے۔

(اربعین اخصر والیسر امام غزالیؒ)

نمبر۲: لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنا مقصد بنانا لازم آتا ہے' جو کہ معصیت ہے۔"

عبادتوں میں ریا

عبادتوں میں ریا تین قسم کا ہوتا ہے' نمبر ا: ایمان میں ریا جیسے منافق کہ دل میں ایمان تو نام کو بھی نہیں مگر اپنی صورت مسلمانوں کی سی بنا رکھی ہے۔

نمبر۲: اگر تنہا ہو تو نہ نماز پڑھے نہ زکوٰۃ دے مگر لوگوں کے سامنے نماز بھی پڑھے اور زکوٰۃ بھی دے۔ اپنی نیت کا حال اسے خود بھی معلوم ہوتا ہے یہ شرک اصغر ہے۔ نمبر۳: فرائض عبادتوں میں تو ریا نہ ہو مگر نوافل عبادتیں لوگوں کو دکھلانے کے لئے کی جائیں۔ مثلاً لوگوں کی موجودگی میں نوافل زیادہ پڑھے زکوٰۃ میں سے عمدہ نفیس مال نکالے یا نماز بہ نسبت خلوت کے زیادہ خشوع وخضوع سے پڑھے۔

ریا کی قسمیں

ریا کی دو قسمیں ہیں' نمبر ا جلی' جو آدمی کا باعث عمل ہو' گو بہ قصد ثواب نہ ہو' ریا کار بھی جان لیتا ہے کہ یہ ریا ہے۔ نمبر۲ خفی۔ جو ذرا پوشیدہ ہے یعنی جو موجب عمل تو نہ ہو لیکن جس عمل کو بقصد ثواب کرتا ہے وہ اس ریا کے سبب آسان معلوم ہوتا ہے مثلاً مہمان کی موجودگی میں تہجد پڑھنے سے نشاط پیدا ہونا یا اس کی طاعت کی لوگوں کو اطلاع ہو جائے تو خوش ہو۔

(احیاء علوم الدین امام غزالیؒ)

عبادت میں ریا تین قسم کا ہوتا ہے۔

نمبر۱: اول سے آخر تک عبادت لوگوں کو دکھانے کیلئے ہو' مثلاً نمازی کہلانے کیلئے نماز پڑھے' نمبر۲: اثناء عبادت اور تکمیل طاعت میں ریا ہو۔ مثلاً کوئی شخص بہ قصد عبادت وثواب نماز پڑھ رہا تھا لوگوں کے مطلع ہونے پر اسکو اتنی خوشی ہوئی کہ عبادت کی اصلی نیت مغلوب ہوگئی تو نماز ہی کو صحیح نہ کہا جائیگا' ہاں اگر نیت عبادت کی خوشی پر غالب ہوتو نماز صحیح ہوگی' مگر قصدِ ریا کا گناہ ہو گا۔ نمبر۳: عبادت سے فارغ ہوجانیکے بعد ریا مثلاً لوگوں کے مطلع ہونے پر مسرت ہو یا خود ہی بہ فخر اظہار کرتا پھرے صراحۃً یا کنایۃً (۱) یا تعریضاً (۲) ایسی صورت میں عبادت تو صحیح ہوگی لیکن اظہار جس صورت میں ہوگا' ریا بھی اسی صورت میں۔ (صراحۃً میں جلی' اشارۃً میں خفی) ہوگی۔

وسوسہ ریا' ریا نہیں

ریا اعمال اختیاریہ میں سے ہے' اور وسوسہ یا غیر اختیاری ہے اس لئے وسوسہ ریا' ریا نہیں' جیسے وسوسہ کفر' کفر نہیں (اخلاص حصہ دوم ص۹) کیونکہ قصداً ریا کرنا گناہ ہے نہ کہ ریا کا خیال بلا قصد آ جانا' جب قصد حق تعالیٰ کی رضا ہے اور خیال ریا کا آ گیا تو کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہئے اور مطلق پریشان نہ ہونا چاہئے۔ (البـاطن ص۷۳) جیسا کہ اکثر ذاکرین کو ذکر کرتے وقت وسوسہ پیش آ جاتا ہے دراصل شیطان یہ چاہتا ہے کہ اس قسم کے وسوسے اور خیالات دل میں ڈال کر آدمی کو عمل سے روک دے اس صورت میں اس کو جواب دینا چاہئے کہ ریا اس وقت ہوسکتی ہے جب ہمارا مقصد یہی ہو کہ مخلوق کو دکھلائیں اور وہ خوش ہوں اور ہم کو اس خیال سے حظ ہو اور جس حالت میں کہ ہم اس کو برا سمجھ رہے ہیں اور دفع کرنا چاہتے ہیں' خواہ دفع ہو یا نہ ہو تو یہ کدھر سے ہے' جواب دیگر اعمال صالحہ میں مشغول ہو جائے' وساوس وخطرات کی کچھ پرواہ نہ کرے' دو چار مرتبہ کسی قدر وسوسہ آئے گا پھر شیطان جھک مار کر خود بخود دفع ہو جائے گا۔

(فروع الایمان ص۸)

---

(۱) واضح یا اشارۃ۔ (۲) کسی کام پر برانگیختہ کرنا۔

فرحت آثار طبیعہ میں سے ہے

بعض اہل خلوص ہیں کہ اگر ان کی کوئی نماز پڑھتا دیکھ لے اور انہیں فرحت ہو تو اسی غم میں گھلتے ہیں کہ ریا ہو گئی' حالانکہ یہ فرحت طبعی ہے ریا نہیں۔ (الاخلاص ص ۸)

اللہ تعالیٰ سے ریا

ایک شخص جلوت میں طویل نماز پڑھتا ہے اور خلوت میں جلدی' ایک دن اس کو شرم آئی کہ حق تعالیٰ مجھ کو کیا کہیں گے اس لئے وہ خلوت میں طویل نمازیں پڑھنے لگا۔ پس اصل مقصود تو اس کا یہی ہے کہ مخلوق کے نزدیک میری قدر ہو' اللہ میاں کے الزام سے بچنے کیلئے لمبی لمبی نمازیں پڑھنے لگا یہ ریا ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ۔ (الاخلاص حصہ دوم ص ۱۱)

جلسوں میں کلام پاک قرات سے پڑھنا' ریا نہیں'

عن ابی موسیٰؓ قال لی رسول اللہ ﷺ لو رایتنی البارحة و انا استمع لقراتک لقد اعطیت مزمارا من مزامیر اٰل داؤد. اخرجہ الشیخان و الترمذی و زاد فی روایة البرقانی من مسلم لو علمت و اللہ یا رسول اللہ انک تسمع لقراتی لحبرتہ لک تحبیرا: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم مجھ کو گذشتہ شب میں دیکھتے تو بہت خوش ہوتے' میں تمہارا قرآن پڑھنا سن رہا تھا' حقیقت میں تم حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا حصہ عطا ہوا ہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ترمذی نے اور برقانی کی روایت میں مسلم سے اتنا زیادہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ واللہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ آپ میرا قرآن سن رہے ہیں میں تو آپ کی خاطر اسکو خوب بنا تا سنوارتا۔ (التکشف عن مھمات التصوف ص ۳۵۸)

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ اس سے ایک اشکال کا جواب ہو گیا ہے جو زمانہ دراز تک مجھے رہا وہ یہ کہ بعض لوگ قراء سے درخواست کرتے ہیں کہ کچھ قرآن سناؤ' اب اگر وہ بنا سنوار کر پڑھتے ہیں تو ریا کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ وہ تنہائی میں اسطرح سنوار کر نہیں پڑھتے اور اگر

معمولی طور سے پڑھ دیں تو درخواست کرنیوالوں کا جی خوش نہیں ہوتا یہ اشکال پھر بہت دنوں کے بعد الحمدللہ حضرت ابوموسیٰؓ کی اس روایت سے رفع ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ تطییب (۱) قلب مومن کے لئے خوش آوازی سے قرآن پڑھنا ریا نہیں' گو اس میں ارضائے خلق مقصود ہے مگر یہ ارضائے (۲) خلق للحق ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے تطییب مؤمن کا امر فرمایا ہے۔

(ارضاء الحق حصہ دوم ص ۶۹)

ریا سب سے آخر میں دل سے نکلتی ہے!

بزرگوں نے کہا ہے کہ ریا اور دکھلاوا سب بیماریوں کے آخر میں دل سے نکلتی ہے......... (الاخلاص حصہ دوم ص ۸) چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر مشہور اور بزرگ ہستیوں کے شاگرد ہونے کو فخر سے بیان کرتے ہیں اور غیر معروف اساتذہ کو اپنے استاد کہنے سے بھی شرماتے ہیں'

ریا کا مبدل بہ خلوص ہونا

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ریا نہیں ہوا کرتی' پہلے ریا ہوتی ہے پھر عادت تبدیل ہو جاتی ہے' پھر عبادت بن جاتی ہے۔ غرض ریا ہمیشہ ریا نہیں رہا کرتی۔ آخر کار مبدل بہ خلوص (۳) بن جاتی ہے' پھر وہ خلوص موجب قرب ہو جاتا ہے۔ (فروع الایمان ص ۸)

بعض اوقات ریا بھی بواسطہ نافع بن جاتی ہے

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ جب سے ریا کار مر گئے۔ ابواب خیر بند ہو گئے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ریا بھی کوئی اچھا عمل ہے' نہیں' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے زمانے میں بہت سے لوگ نام آوری کیلئے خانقاہ اور مدرسے وغیرہ بنایا کرتے تھے' مقصود ان کا صرف نام ہوتا تھا مگر جب مخلوق کو نفع پہنچتا تو ان میں خدا کا کوئی خاص بندہ بھی ہوتا تھا وہ بانی کے حق میں دعائے خیر

---

(۱) مؤمن کا دل خوش کرنا۔ (۲) اللہ کی رضا کے لئے مخلوق کو خوش کرنا۔ (۳) خلوص میں تبدیل ہونا۔

کرتا' حق تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتے اور اس طرح وہ دعا بواسطہ نافع ہو جاتی تھی۔ شیخ شیرازیؒ نے خوب کہا ہے۔

خورش دہ بہ گنجشک و کبک (۱) وحمام | کہ شاید ہمائے درافتد بدام

چوہر گوشہ تیر نیاز افگنی | بناگاہ بینی کہ صیدے کنی

ریاالشیخ خیر من اخلاص المرید کا مفہوم

عن ابن عباسؓ مرفوعاً اذکروا اللہ ذکرَ یقول المنافقون انکم ترائون۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافقین یوں کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو۔'' (رواہ الترمذی فی الجامع)

حضرت حکیم الامتؒ اپنے رسالہ حقیقت الطریقت میں اس حدیث کے فوائد تحریر فرماتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ کثرت سے ذکر کرو اور ظاہر ہے کثرت کی حالت میں اخفا نہیں رہ سکتا اور اظہار میں مخالفین ریا کا طعن کیا ہی کرتے ہیں' اس حدیث میں ایسے اظہار کا جس کو ناواقفین ریا کہیں اور واقع میں وہ ریا نہ ہو مطلوب ہونا مذکور ہے اور مطلوبیت کے لئے خیریت لازم ہے اور خیر میں چونکہ معنی تفضیل (۲) کے ہیں تو اس کے لئے مفضل (۳) علیہ کی بھی ضرورت ہوگی اور مفضل (۴) علیہ مقابل ہوگا مفضل کا اور مفضل (۵) ہے ریا بالمعنی الخاص' تو مفضل علیہ عدم ریا ہوگا' جسکو اخلاص کہا جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ شیخ کے اظہار میں مصالح خاصہ ہوتے ہیں۔ اس عموم میں ریاالشیخ کا اخلاص مرید سے خیر ہونا بھی ثابت ہو گیا' خوب سمجھ لو۔

(التکشف عن مہمات التصوف ص٦٩٦)

ریا کا علاج

(۱) حب جاہ کو دل سے نکالے کیونکہ ریا اسی کا شعبہ ہے اور عبادت پوشیدہ کیا

---

(۱) چڑیا' چکور اور کبوتر کے لئے دانہ ڈالو شاید ہم بھی جال میں پھنس جائے جب وہ ہر طرف تیر نیاز ڈالے گا تو اچانک کسی دن دیکھے گا کہ کوئی شکار کرے گا۔ (۲) فضیلت دینا (۳) جس پر فضیلت دی گئی۔ (۴) جس پر فضیلت دی گئی۔ (۵) فضیلت رکھنے والا۔

کرے یعنی جو عبادت کہ جماعت سے نہیں ہے اور جس عبادت کا اظہار ضروری ہے اس کیلئے ازالہ حب جاہ کافی ہے۔ (تعلیم الدین ص۱۲۳)

اور حب جاہ کا علاج یہ ہے کہ یوں سوچے کہ بعض لوگ میری تعظیم واطاعت کر رہے ہیں نہ یہ رہیں گے نہ میں رہوں گا' پھر ایسی موہوم وفانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے' یا یوں سوچے کہ اگر ان لوگوں کو میرے رذائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل وحقیر سمجھیں۔ (حیاۃ اشرفیہ)

(۲) ریا ورضائے خلق سے بچنا چاہتے ہو تو فنا کا طریق اختیار کرو کیونکہ فنائے کامل کے بغیر ریا سے حفاظت نہیں ہو سکتی۔ (معالجات اشرفیہ ملحقہ حیاۃ اشرفیہ ص۲۲۹)

(۳) ایک طریق معالجہ کا حضرت سیدی مرشدی مولانا الحاج محمد امداد اللہ صاحبؒ کا ارشاد فرمودہ ہے' وہ یہ کہ جس عبادت میں ریا ہو اس کو خوب کثرت سے کرلیں پھر نہ کوئی التفات کرے گا نہ اسکو خیال رہے گا' وہ چند روز میں عادت پھر عادت سے عبادت اور اخلاص بن جائے گی۔

(تعلیم الدین ص۲۳)

(۴) اسباب ریا کو دل سے نکالے' یعنی نہ مدح کا طالب ہو نہ مذمت سے ڈرے اور مخلوق سے حرص وطمع نہ کرے کہ ریا اسی سے ہوتی ہے۔ (اربعین غزالیؒ)

اخلاص: ریا کو دفع کرنا عین اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔

ماہیت: اپنی طاعت میں صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب ورضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی ورضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کے قصد کو نہ ملنے دینا۔ (تعلیم الدین ص۱۱۶)

خالی الذہن ہونا بھی ایک قسم کا اخلاص ہے

اگر کوئی غرض محمود یا مذموم ہو وہ بھی اخلاص ہی میں داخل ہے۔ مثلاً بیمار پرسی میں ایک نیت تو یہ ہے کہ مسلمان کی عیادت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں' یہ تو اعلیٰ درجے کا اخلاص ہے اور ایک نیت یہ ہے کہ عیادت سے بیمار خوش ہوگا' یہ بھی اخلاص ہے کیونکہ تطییب قلب مؤمن بھی عبادت ہے' ایک نیت یہ ہے کہ بیمار کا حق ہے کہ اس کی عیادت کی جائے یہ بھی اخلاص ہے' ایک

صورت یہ ہے کہ کچھ نیت نہ ہو بس کسی بیمار کا حال سن کر دل کڑھا اور دل میں جوش ہوا اور چلے گئے' کوئی غرض دینی یا دنیوی ذہن میں حاضر نہیں' یہ بھی اخلاص ہے پس ریا یہ ہے کہ اس نیت سے جائے کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو کل کو مجھے پوچھنے نہ آئے گا یہ دنیوی غرض ہے۔ اس لئے ریا ہے پس خالی الذہن کے معنی یہ ہیں کہ نہ دکھاوے کی نیت ہو۔ (ارضاء الحق ص ۷۰ حصہ دوم) اور نہ خدا کیلئے ہو (کمالات اشرفیہ ص ۹۵) لیکن اعلیٰ درجہ کا اخلاص نہیں' پس عمل کرتے وقت یہ نیت کرو کہ اللہ کی محبت پیدا ہو اس سے اثر بڑھے گا۔ (طریق القلندر ص ۶۱) اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی ریا سے محفوظ رکھیں' آمین'

اللھم (۱) طھر قلوبنا من النفاق واعمالنا من الریاء والسنتنا من الکذب فانک تعلم خائنة الاعین وما تخفی القدور. اللھم انی اعوذبک وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم' آمین ثم آمین٥

تکبر اور اسکا علاج

تکبر کی مذمت میں آیات واحادیث:

نمبر ۱: ان اللہ لا یحب المستکبرین٥

بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

نمبر ۲: وله الکبریآء فی السّمٰوت والارض ط وھو العزیز الحکیم٥

(الجاثیه آیت نمبر ۳۷)

اللہ ہی کیلئے کبریائی ہے زمین میں اور آسمان میں اور وہی غالب ہے' حکمت والا۔''

نمبر ۳: ولا تمش فی الارض مرحاً ط ان اللہ لا یحب کل مختال فخور٥

(سورة لقمن)

اور زمین پر اکڑ کر نہ چل بے شک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو

(۱) سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے اس دعا کی فضیلت وارد ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم روزانہ اس دعا کو تین مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ شرک اکبر اور شرک اصغر سب سے محفوظ رہو گے۔

دوست نہیں رکھتے۔"

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ:

نمبر ۱ : لا یدخل الجنة احد فی قلبه مثقال حبة من خردل من کبر .(مسلم)

جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔

نمبر ۲ : من تواضع للہ فی فھوا نفسه صغیر وفی اعین الناس عظیم ومن تکبر و ضعه اللہ فھو فی اعین الناس صغیر وفی نفسه کبیر حتی لھو اھون علیھم من کلب وخنزیر. (بیھقی)

"جس نے اللہ کے واسطے تواضع کی پس وہ اپنے نزدیک چھوٹا ہے اور لوگوں کی نظر میں بڑا ہے' اور جس نے تکبر کیا خدا تعالیٰ اس کو گرا دیتا ہے' پس وہ لوگوں کی نظر میں حقیر ہوتا ہے اور صرف اپنے دل میں بڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے بھی زیادہ حقیر ہوتا ہے۔

تکبر کی حقیقت

تکبر کی حقیقت ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر جاننا (علاج الحرص ص ۳) یہ تمام رذائل کی جڑ ہے۔ غصہ' ظلم' کینہ' حسد' بغض اور اختلاف اسی سے پیدا ہوتے ہیں' کیونکہ اختلاف کی نوبت وہی آتی ہے۔ جبکہ ہر شخص اپنے کو دوسرے سے بڑا سمجھتا ہے۔ اگر ہر شخص اپنے کو دوسرے سے کم سمجھتے تو اختلاف یا نا اتفاقی کی نوبت ہی نہیں آتی' غرض تکبر تمام مفاسد حتیٰ کہ شرک وکفر کی بھی جڑ ہے۔ دنیا میں جو بھی کافر ہوا ہے وہ اپنے نفس کے کبر کی وجہ سے کافر ہو' ورنہ دنیا میں حق مخفی نہیں رہتا۔ (علاج الکبر ص ۳)

تکبر کرنا حق تعالیٰ سے برابری کرنے کے مترادف ہے

حدیث قدسی میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد موجود ہے کہ عظمت میرا تہمد ہے اور کبریائی میری چادر' جو کوئی ان دونوں کو مجھ سے چھیننا چاہیگا میں اسکی گردن توڑ دوں گا چادر یا تہبند فرمانا

کفایہ ہے' خصوصیت ہے معنی یہ ہوئے کہ دونوں صفتیں خاص ہیں' میرے ساتھ کوئی دوسرا مدعی ہو گا تو میں اس کو سزا دوں گا' جب کبریا باری تعالیٰ کا حق ہوا۔ لہ الکبریاء فی السموت والارض وھو العزیز الحکیمo تو اپنے نفس میں اس کا رکھنا مساوات ہے' باری تعالیٰ کے ساتھ۔

جس میں ذرہ برابر کبر ہے اس میں ذرہ برابر ایمان نہیں

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائیگا۔'' ایک اور حدیث میں اس سے بھی زیادہ تشدد ہے' فرماتے ہیں: اخرجو من النار من کان فی قلبه مثقال ذرة من ایمان: یعنی قیامت کے دن حکم ہوگا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے اسے دوزخ سے نکالو۔ پہلی حدیث کو دوسری سے ملانے سے یہ بات نکلتی ہے کہ ذرہ جس کے دل میں ایمان ہے اس دل میں ذرہ برابر کبر نہیں ہوسکتا۔ (علاج الکبر)

حق تعالیٰ متکبرین سے دشمنی رکھتے ہیں

ہر مؤمن اس بات کا مدعی ہے کہ وہ خداوند قدوس سے محبت رکھتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے: والذین امنوا اشد حبا للهط اور جو مؤمن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے قوی محبت ہے۔'' اگر کوئی اپنے عاشق سے کہے کہ میں تجھ سے محبت نہیں رکھتا تو اس عاشق یا محب کیلئے یہ بات مر جانے کی ہے' اس کی قدر عاشق ہی کرسکتا ہے' حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ان الله لا یحب المستکبرین یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتے۔ ان الله یحب کل مختال فخور یہاں لا یحب (محبت نہیں رکھتے) کے معنی بغض (بغض اور دشمنی رکھتے ہیں) کے ہیں۔ تکبر کے معنی ہیں بڑا سمجھنا اور یہ دل سے ہوتا ہے۔ تکبر صرف اس کا نام نہیں کہ زبان سے بڑائی کا کلمہ کہا جائے بعض کی فیشن' وضع' چال چلن اور ہر ادا سے تکبر ٹپکتا ہے لیکن زبان سے نہیں کہتے' در حقیقت یہ تکبر ہے۔ (وعظ علاج الکبر)

متکبر احمق ہوتا ہے

جیسے کبر کیلئے حماقت لازم ہے ایسے ہی حماقت کیلئے کبر لازم ہے' متکبر آدمی ہمیشہ احمق ہوتا ہے۔

تکبر خاصہ بشریت ہے

اسباب تکبر: کوئی شخص عقل میں' کوئی حسن میں اور کوئی علم میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے' غرض کوئی طبیعت اس سے مستثنیٰ نہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ اربعین مین تکبر کے چار سبب بیان کئے ہیں۔علم وتقویٰ' حسب ونسب' مال ودولت' حسن وجمال۔

جو شخص عالم ہواور تکبر کرے' وہ جاہل سے بدتر ہے۔ کیونکہ جس علم سے اس کا تکبر پیدا ہوا وہ جہالت سے بدتر ہے۔ اگر حقیقی معنوں میں عالم ہوتا اور تکبر کے انجام سے واقف ہوتا تو تکبر کیوں کرتا۔ بدوں عمل کے علم نجات کیلئے کافی نہیں' نیز بڑے سے بڑے عالم کا خاتمہ بالخیر ہونا ضروری نہیں' تو پھر ایسے علم پر تکبر کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں' نیز انسان منی کے ناپاک قطرے اور نطفے سے پیدا ہوتا ہے۔ نیز اپنے اکابر کا بہادر' شجاع اور صالح ہونا اس کے کام نہیں آ سکتا تو انسان کا حسب ونسب پر فخر کرنا محض فضول اور بیکار ہے مال ودولت بھی فانی چیز ہے' ڈاکہ پڑنے یا چوری ہونے سے جاتا رہتا ہے' قبر میں انسان کے ساتھ نہیں جاتا تو ایسی ناپائیدار چیز پر فخر کرنا دانشمندی نہیں ہے۔حسن وجمال بھی عارضی شے ہے' بیماری کے لگ جانے چیچک وغیرہ نکل آنے سے سارا حسن ملیا میٹ ہو جاتا ہے اسی لئے حسن وجمال پر فخر کرنا حماقت اور جہالت ہے۔

شکر اور کبر میں فرق

اسکو ایک مثال سے سمجھئے کہ ایک شئے ہے دو شخص اس پر قابض ہیں مگر ایک تو مالک ہے اور دوسرا محض تحویلدار' پس مالک تو ناز کر سکتا ہے مگر تحویلدار نہیں کر سکتا کیونکہ اس کو یہ اندیشہ لگا رہے گا کہ کہیں مجھ سے چھین نہ لے اسی طرح اگر کسی نعمت پر بندہ میں کسی خوف کی کیفیت ہے کہ کہیں مالک حقیقی اس نعمت کو سلب نہ کر لے تو یہ شکر ہے کہ یہ سمجھ گیا کہ یہ اللہ کا عطیہ ہے ورنہ کبر

ہے۔

پس اہل حق کو چاہئے کہ (۱) ترساں ولرزاں رہیں اہل باطل کو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھے۔ (کمالات اشرفیه ص۲۳۷)

وقار اور تکبر میں فرق

تکبر کہتے ہیں اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو کمتر۔ وقار کے معنی ہیں کہ ایسی حرکتیں نہ کرنا جو واقع میں خفیف ہوں اور وقار میں یہ نہیں کہ اوروں کو کمتر سمجھے بلکہ وقار تو تواضع کا شعبہ ہے جس قدر رنگ بڑھتا جائے گا سکون وسکوت کی شان بڑھتی جائے گی تواضع کیلئے وقار لازم ہے اور تواضع تکبر کی ضد ہے۔ (کمالات اشرفیه)

استغناء اور تکبر میں فرق

استغناء (۲) اور کبر میں بڑا فرق ہے۔ کبر تو مذموم ہے اور استغناء محمود ہے مگر غلو استغناء میں بھی اچھا نہیں۔ البتہ غلو فی الاستغناء (۳) یعنی اہل کبر کے مقابلہ میں عالی دماغی اچھا ہے اور غلو سب سے اچھا ہے یعنی کسی کی طرف بھی التفات نہ ہو۔ (الکلام الحس ص۳)

حجاب اور کبر میں فرق

حجاب اور چیز ہے اور کبر اور چیز ہے حجاب کی حقیقت خجلت ہے جس کا سبب مخالفت عادت ہے حتی کہ اگر اس شخص کی تعظیم کا سامان عادت کے خلاف کیا جائے تو وہ اس سے بھی شرمائے۔ (تربیت السالك ج:۲ ص۱۱)

عجب اور تکبر میں فرق

عجب میں دوسرے کو حقیر نہیں سمجھا جاتا۔ اپنے کو عظیم سمجھا جاتا ہے اور تکبر میں اپنے کو عظیم سمجھنے کے ساتھ ساتھ دوسرے کو حقیر بھی سمجھا جاتا ہے۔ (تبلیغ دین امام غزالیؒ)

---

(۱) ڈرنا اور کانپنا۔ (۲) بے پرواہ ہونا۔ (۳) بے پرواہی میں مبالغہ

سب سے پہلا گناہ تکبر ہوا

شیطان مردود نے تکبر ہی کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور ملعون ہوا۔ خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق نے کیا خوب کہا ہے: ؎

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

محققین نے کہا کہ آسمان پر سب سے پہلا گناہ شیطان نے تکبر سے کیا اس سے پہلے کوئی گناہ نہ ہوا تھا۔ (تادیب المصیبت)

عالم فاضل خود کو جاہل کے برابر کمتر کیسے سمجھ سکتا ہے

ایک شخص کو دو آنکھیں ملی ہیں وہ نابینا سے اپنے کو اکمل سمجھے' یا عالم و فاضل' مفسر و محدث اپنے کو ناخواندہ سے اکمل سمجھے تو تکبر نہیں' اگر اس کے خلاف مجبور کیا جائے تو تکلیف (۱) مالا یطاق ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے کو کسی خاص وصف میں دوسرے سے اکمل جاننا تکبر نہیں' ہاں افضل اور بہتر جاننا تکبر ہے کیونکہ افضل اور بہتر ہونے کا مدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول اور انجام بخیر ہونے پر ہے اور چونکہ علم نہیں اس لئے خود کو کسی سے افضل نہ سمجھے۔

صفت کمال کو کمال سمجھنا تکبر نہیں

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی صفت کمال عطا فرمائیں تو اس کو صفت کمال نہ جاننا تو ایک قسم کی ناشکری ہے اور صفت کمال جاننا موجب علم ہے۔ (فروع الایمان) تو اب کیا کرے؟ حل اس اشکال کا یہ ہے کہ اس کو صفت کمال ضرور سمجھے۔ مگر اپنے کو اس کا مستحق اور موصوف حقیقی نہ جانے اور نہ اس پر افتخار کرے' بلکہ محض اس صفت کو نعمت غیبی اور عطیہ خداوندی اور کمال الٰہی سمجھ کر اس کا شکر بجا لائے اور یہ سمجھے کہ میرے پاس یہ بطور رعایت کے ہے۔ اور وہ جب چاہیں مجھ سے سلب کر لیں' یہ عطیہ میرے پاس اس طرح ہے جیسے کوئی بادشاہ ایک ادنیٰ شخص کے پاس کوئی گوہر

---

(۱) اپنی طاقت سے بڑھ کر تکلیف۔ ایسی تکلیف جس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔

نایاب امانت رکھ دے اور جب چاہے لے لے اور خواہ اپنے کرم سے عمر بھر نہ لے اور اسکو استعمال کی اجازت بخش دے، اس پر بھی وہ اتراتا نہیں، بلکہ پہلے سے زیادہ ترساں رہتا ہے کہ کہیں اس گوہر بے بہا کی بے قدری نہ ہو جائے، کہیں بے آب نہ ہو جائے۔ جو شخص اپنے کمال کو اسطرح سمجھے گا وہ شاکرین سے ہے اور خود پسندوں میں سے نہیں۔

شعبہ تکبر

تکبر کے عدم کا اگر خیال آئے کہ میں تکبر نہیں کرتا تو وہ بھی شعبہ تکبر ہے کیونکہ چمار کبھی یہ بھی خیال نہیں کرے گا کہ میں شیخی نہیں بھگارتا۔ (فیوض الخالق)

اگر دل میں تکبر نہیں تو بندوق اور پستول رکھنا حرج نہیں

ایک شخص نے مرشدنا حضرت حکیم الامتؒ سے بندوق رکھنے کی اجازت پائی حضرت قدس سرہٗ نے دریافت کیا: ”دراجازت (۱) گرفتن از من چہ مصلحت است۔ اس نے عرض کیا قبل ازیں مریض (۲) کبر زیر علاج حضرت بودم۔ بندوق آلہ کبر ہم معلوم مے شود۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا: مگر (۳) آلہ مستلزم فعل نیست چنانچہ آلہ زنا نزد ہر کس ہست و قطعش واجب نیست۔ (اشرف السوانح ج ۲ ص ۴۸۹)

تکبر کا علاج تواضع

تواضع تکبر کی ضد ہے، جو شخص متواضع ہوگا وہ متکبر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تواضع اختیار کرنا چاہئے۔

(۲) اللہ کی عظمت کو یاد رکھیں اور یوں سمجھیں کہ مجھے اپنے عیوب کا یقین کے ساتھ علم ہے اور جو شخص یقینی معیوب ہو وہ معیوب ظنی سے بدتر ہے اس لئے مجھے اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا چاہئے۔ (شریعت و طریقت ص ۲۱۰)

(۴) اگر اپنی خوبی اور دوسرے کی زشتی پر نظر پڑے تو یہ سمجھنا واجب ہے کہ ممکن ہے کہ اس

---

(۱) مجھ سے اجازت طلب کرنے میں کیا مصلحت ہے۔ (۲) اس سے پہلے میں حضرت سے مرض تکبر کا زیر علاج ہوں اور بندوق آلہ تکبر معلوم ہوتی ہے۔ (۳) آلہ فعل کے لئے لازم نہیں آلہ زنا سب کے پاس ہے مگر اس کا کاٹنا واجب نہیں۔

میں کوئی ایسی خوبی ہواور مجھ میں کوئی ایسی زشتی کہ انکی وجہ سے یہ شخص عنداللہ مجھ سے اچھا ہو۔

تواضع کی حقیقت

تواضع تکبر کی ضد ہے حدیث میں ہے من تواضع للہ رفعه اللہ۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے تواضع اختیار کرے حق تعالیٰ اسکو رفعت فرمائیں گے۔ رفعت عام ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' اللہ تعالیٰ اسکو رفعت عطا فرمائیں گے جو شخص تواضع اختیار کرے گا۔ چنانچہ تواضع کرنے والوں کی دنیا میں تعریف ہو جاتی ہے کہ بڑے منکسر المزاج (۱) ہیں اور تواضع کرنے سے ان کی محبت اور وقعت ہر شخص میں پیدا ہو جاتی ہے۔

حقیقی تواضع کونسی ہے

کمال کا دعویٰ تو کبر سے ناشی ہوتا ہے مگر بعض اوقات نفی کمال اور تواضع بھی کبر سے ناشی (۲) ہوتی ہے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جو شخص مجمع میں اپنی مذمت بیان کرے اس نے درحقیقت اپنی مدح کی' کیونکہ ظاہر ہی ہے کہ اس وقت لوگ اس کی مدح کریں گے اور یہ کید نفس (۳) ہے کہ لوگوں سے مدح کرا کر خوش ہونا چاہتا ہے جس کی یہ سبیل نکالی ہے کہ خود اپنی مذمت کرنے لگے اور یہ علامات ریا میں سے ہے آجکل بعض اپنے آپ کو بڑا ناکارہ نالائق کہتے ہیں اور خود کو حقیر وفقیر اور عاصی لکھتے ہیں لیکن جب وہ کلمات فرمائیں اس وقت اگر کوئی کہہ دے کہ ہاں صاحب آپ واقع بڑے نالائق ہیں' پھر دیکھئے کہ ان کی کیا حالت ہوتی ہے وہ یہ سن کر تلملا (۴) ہی جائیں گے' چاہے وضعداری (۵) سے بظاہر چپ رہیں لیکن ان کے دل میں کہنے والے کے خلاف غضب اور کدورت (۶) پیدا ہو جائے گی۔ اور ساری عمر کے لئے دشمن بن جائیں گے۔ ہاں اگر دل میں ذرا بھی برا نہ مانیں اور کچھ تغیر نہ ہو تو واقعی متواضع ہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے تواضع کی یہی تعریف کی ہے کہ دل میں اپنے آپ کو پست سمجھے۔''

(حیاة طیبه ص ١٤)

---

(۱) تواضع اختیار کرنے والا۔ (۲) ظاہر اور پیدا ہونے والا۔ (۳) نفس کا مکر۔ (۴) بے چین ہونا۔ (۵) ایک دفعہ اختیار کی ہوئی وضع کو مرتے دم تک نبھانا۔ (۶) رنجش' بغض' وغیرہ۔

عارف باللہ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ایک دفعہ بوقت رخصت تھانہ بھون حضرت حکیم الامتؒ سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت فرمائیں' حضرتؒ نے فرمایا آپ عالم و فاضل مصنف ہیں میں آپکو کیا نصیحت کروں' حضرت ندویؒ نے کہا کہ میں آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں' فرمایا کہ میں نے بزرگوں سے ایک ہی سبق پڑھا ہے وہی سب کو پڑھاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو مٹا دینا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ تواضع کتنی بڑی چیز ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے تھے کہ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ نصیحت ان کے مناسب حال تھی۔ (القول العزیز) اپنے آپ کو مٹانا جس کو تواضع کہتے ہیں بڑے کام کی اور نفع کی چیز ہے جسکے واسطے بندگان خدا نے اپنی سلطنت چھوڑ دیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۱)

تکبر کا علاج گناہ سے نہ کریں

بعض لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہونے کیلئے تکبر اور عجب کا علاج معصیت سے کرتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص پیشاب سے استنجہ بنائے اس لئے تکبر کا علاج گناہ سے نہ کرنا چاہئے بلکہ وہ تدابیر اختیار کرنے چاہئیں جو تکبر کے علاج میں درج ہو چکی ہیں۔ اس کا واحد علاج اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا ہے ان سے وابستگی سے استنکاف (۱) نہ کریں۔ اس سے تکبر دور ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل تدابیر بھی نافع اور مؤثر ہوں گی مثلاً اگر اپنے حسن یا لباس پر تکبر ہو تو یوں سمجھئے کہ میرے اندر بمقدار جثہ (۲) سیر یا دو سیر پاخانہ موجود ہے۔ کیونکہ اطبا کی تحقیق میں انسان کے اندر ہر وقت پاخانہ موجود ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی شان ستاری سے چھپا رکھا ہے تو جب میرے اندر اسقدر خباثت ہے تو میں کس طرح فخر کر سکتا ہوں۔

انسان اپنی بڑائی و تکبر اپنے سے چھوٹے کے سامنے جتلاتا ہے' اپنے اعلیٰ افسر یا حاکم کے سامنے بڑائی نہیں جتلاتا بلکہ بادشاہ کے سامنے کوئی تحصیلدار یا سپاہی کو حضور یا سرکار کہہ کر پکارے تو شرم سے پانی پانی ہو جائے کہ بادشاہ کے سامنے میرا وجود ہی کیا ہے؟ اگر حق تعالیٰ کی عظمت و قہاری اور جلال دل میں ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہر وقت حاضر و ناظر رہنے کا تصور دل میں ہو

---

(۱) ناک بھوں چڑھانا۔ (۲) بدن کے مطابق۔

تو کوئی انسان تکبر نہیں کرسکتا۔ غرض کسی سے بڑا ہونے کا خیال آئے تو خداوند اقدس کی عظمت دل میں تصور کرے اور اگر وہ چھوٹا ہے تو یوں سمجھے کہ اس کے گناہ مجھ سے کم ہیں۔ اگر بڑا ہے تو یہ سوچے کہ اس کی نیکیاں مجھ سے زیادہ ہیں' اسی طرح تکبر دور ہو جائے گا۔ یا یوں سمجھیں کہ اسکے عیوب میرے عیوب سے کم ہوں گے' اور میرے اندر کس قدر عیوب ہیں۔ اس طرح بھی تکبر دور ہو جائے گا۔

اگر پھر بھی تکبر کا وقوع ہو تو اپنے کو کچھ مالی یا بدنی سزا دیں' کچھ خیرات کر دیا کریں' یا کچھ نوافل پڑھیں' یا قصداً ایسے افعال اختیار کریں جو موجب ذلت سمجھے جاتے ہیں' مثلاً مسافروں کے پیر دبایا کریں' نمازیوں کے جوتے جھاڑ کر سیدھے کیا کریں' اپنے گھر کے ہر کام مثلاً سودا سلف لانے کو عیب تصور نہ کریں' انشاء اللہ ان تدابیر سے تکبر دور ہو جائے گا۔

متکبرین کے ساتھ تکبر مقصود ہے

عارفین کا قول ہے: التکبر مع المتکبرین عبادة. یعنی تکبر کرنے والوں کے ساتھ تکبر کرنا عبادت ہے۔'' اکابرین دیوبند کا اسی پر عمل تھا' حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا یہ معمول تھا کہ تکبر کرنے والوں سے اپنے جوتے اٹھوایا کرتے تھے اور انکسار کرنے والوں کے خود جوتے اٹھایا کرتے تھے۔

خاکساروں سے خاکساری تھی سر بلندوں سے انکسار نہ تھا

مرشدنا حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرۂ بھی متکبرین رؤسا وامراء سے سختی کے ساتھ پیش آتے' لیکن وہی امراء جو اکھڑ مزاج تھے ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ مناسب ہے' لیکن جو امراء دین سیکھنے کے لئے علماء کے پاس آئیں ان کے مرتبہ کے مطابق ان سے برتاؤ کریں۔ ہاں خوشامد اور طمع سے دور رہیں' اور خوش اخلاقی برتیں' کیونکہ سید الطائفہ حضرت مہاجر مکیؒ کا ارشاد ہے ''جو امیر درویش کے دروازے پر آئے وہ اچھا ہے' کیونکہ دین سیکھنے کیلئے آیا ہے۔'' اس کے لئے حکم ہے۔ نزلو الناس منازلھم "لوگوں کو ان کے مراتبے کے مطابق بٹھاؤ۔"

بعض اوقات پرتکبر بھی محمود ہے

اترانا اور فخر کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:ان اللہ لا یحب المفرحین ○ (القصص آیت ٧٦) اترا کر چلنا بھی انہیں ناپسند ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ لاتمش فی الارض مرحا ط ان اللہ لا یحب کل مختال فخور ○ (سورہ لقمن آیت ٢٨) اور زمین پر اکڑ کر نہ چل' بے شک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتے' دوسرے مقام پر اس سے بھی سخت ارشاد ہے: و لا تمش فی الارض مرحا ط انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا ○ (بنی اسرائیل آیت٣٧) اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل' تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی اونچائی کو پہنچ سکتا ہے۔'' کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

بہار دنیا ہے چند روزہ نہ چل یہاں سر اٹھا اٹھا کر
خدا نے ایسے ہزاروں نقشے مٹا دیئے ہیں بنا بنا کر

لیکن حج عمرہ اور جنگ کے موقع پر اکڑ کر چلنے کا حکم دیا ہے اور ایسے کلمات فخریہ کہنے جائز قرار دیا ہے جس سے دشمن کے حوصلے پست ہوں۔سوائے حضرت شیخ سعدیؒ کے اس شعر کے کیا کہہ سکتے ہیں ۔

بے حکم شرع آب خوردن خطاست (١) — دگر حکم فتوے خوں ریزی رواست

عجب اور اسکا علاج

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے

(١) لقد نصر کم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً (التوبہ آیت نمبر ٢٥)

ترجمہ: تم کو خدا تعالیٰ نے بہت موقعوں پر غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی

---

(١) بلاشرعی حکم کے پانی پینا بھی گناہ ہے اور شرعی فتویٰ کی رو سے جب اجازت ہو تو قتل کرنا بھی جائز ہے۔

کثرت سے غلبہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کار آمد نہ ہوئی۔

ف: اسمیں دلالت ہے کہ بندہ کو غیر اللہ پر نظر اور عجب نہ کرنا چاہئے اور اس پر بھی دلالت ہے کہ ترک عجب نزول سکینہ کا سبب ہوتا ہے۔ (مسائل السلوك)

(۲) فلا تزكوا انفسكم هو اعلم بمن اتّقٰى (النحم آيت ۳۲)

ترجمہ: تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو (بس) تقوی والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

ف: یہ بھی خود پسندی میں داخل ہے کہ اپنے منہ سے اپنی تعریف کرے اور اپنی بزرگی کمالات بیان کرے۔ (فروع الايمان)

اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے

واما المهلكات فهوىً متبع وشح مّطاع واعجاب المرء بنفسه وهي اشد هن (رواه البيهقي في شعب الايمان)

مہلکات پس وہ خواہش ہے جسکی پیروی کی جائے اور بخل جسکے مطابق عملدرآمد ہو اور آدمی کا اپنے آپ کو اچھا سمجھنا یہ ان سب سے بڑھ کر ہے۔

ماہیت: اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اسکا خوف نہ ہونا کہ شاید سلب ہو جائے۔

عجب کی حقیقت

اپنے نفس کو اپنے خیال میں کامل سمجھ لینا اور حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا حق خیال کرنا یعنی ان کو اللہ کا فضل و کرم نہ سمجھنا اور ان کے زوال سے بے خوف ہو جانا خود پسندی اور عجب کہلاتا ہے۔ (تبليغ دين ص۱۵۲)

نفس کا ایک کید خفی یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ ممتاز ہو کر رہے سو یہ عجب ہے۔ (کمالات اشرفیہ) ہر عمل میں دو حیثیتیں: عمل میں دو حیثیتیں ہیں ایک اپنا کمال۔ اس اعتبار سے یعنی اپنا کمال سمجھ کر اس پر نظر نہ کرنا چاہئے۔ دوسرا یہ کہ خدا کی رحمت ہے اس پر مسرت مامور بہ ہے قل بفضل الله وبرحمته فبذلک فليفرحوا۔ (انفاس عيسىٰ ج ۱ ص۱۸۹، ص ۱۹۰)

عجب اور تکبر میں فرق

عجب وتکبر امور دینیہ اور دنیویہ دونوں میں ہوتا ہے پھر تکبر میں تو آدمی دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے بخلاف عجب کے کہ وہ اپنے کو اچھا سمجھتا ہے گو دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔ (فروع الایمان)

علاج

اس کمال کو عطائے خداوندی سمجھے اور اسکی استغنا اور قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہو جائے۔ (تعلیم الدین)

(۲) اگر حق تعالیٰ ہم سے کچھ کام لے لیں' اسکو انکی عنایت سمجھو' کام لینا اس لئے کہتا ہوں کہ سب باگیں ان کے ہی قبضہ میں ہیں بس اپنا کمال نہ سمجھو نہ کسی گناہ گار کو حقیر جانو۔

(انفاس عیسیٰ ج ۱ ص ۱۹۱)

کیا فائدہ فکر و بیش و کم سے ہو گا — ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہو گا
جو کچھ ہوا ہو کرم سے تیرے — جو کچھ ہو گا تیرے کرم سے ہو گا

(۳) اعمال پر جنت اور لقاء حق کا ترتب یہ محض فضل ہے ورنہ خود یہ اعمال میں قوت نہیں کہ ان پر اتنی بڑی جزاء مرتب ہو سکے پس اعمال پر کبھی ناز نہ کرے بلکہ اپنے اعمال کو ہیچ سمجھ کر اس نعمت کا مستقلاً سوال کرتا رہے۔ اس مراقبہ سے علاج ہو جائے گا عجب کا کہ عمل سے طاقت سے بڑا مقصود جنت میں داخل ہو کر رضائے حق اور دیدار حق کا حاصل کرنا ہے۔

(الافاضات الیومیہ سے ج ۳ ص ۴۷)

(۴) اگر استحضار نعم کے ساتھ اسکا بھی استحضار کر لیا جائے کہ یہ نعمتیں میرے استحقاق کی وجہ سے نہیں بلکہ موہبت الٰہیہ میں ہیں وہ اگر چاہیں ابھی سلب کر لیں اور یہ ان کی رحمت ہے کہ بلا استحقاق عطا فرما رکھی ہیں اور دوسروں کے متعلق اسکا استحضار کر لیا جائے اگر چہ یہ لوگ ان فضیلتوں سے خالی ہوں لیکن ممکن ہے کہ انکو ایسی فضیلتیں دی گئی ہوں کہ ہم کو انکی خبر نہ ہو اور انکی وجہ سے ان کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو ان دونوں کے استحضار کے بعد جو سرور رہ جائے گا وہ

عجب نہ ہوگا یا تو فرحت طبعی ہوگا جو مذموم نہیں یا شکر ہوگا جب منعم کے احسان کا بھی استحضار ہو جس پر اجر ملے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص ٤٤٥ ص ٤٤٦)

توبہ

ہمیں ہر وقت توبہ کی ضرورت ہے

ایک وہ مصائب ہیں جو پوری قوم پر آتے ہیں مثلاً سیلاب گرانی وغیرہ اور ایک وہ مصائب ہیں جو فرداً فرداً ہر ایک پر آتے ہیں اس لئے پوری قوم کو بارگاہ ایزدی میں توبہ واستغفار کی ضرورت ہے جس کی طرف کسی کا التفات نہیں۔ اولا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ھم یذکرونo (التوبہ آیت نمبر ١٣١) یعنی اور کیا ان کو نہیں دکھائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں اسلئے ہمیں ہر وقت توبہ کی ضرورت ہے۔

توبہ کی فضیلت میں آیات واحادیث

آیات:

(۱) ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرینo (البقرۃ آیت ٢٢٢) یعنی: یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے۔ف: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان شب و روز بارگاہ ایزدی میں توبہ واستغفار کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

"توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔

(۲) یآ یھا الذین امنوا توبوآ الی اللہ توبۃ نصوحاط عسیٰ ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھر۔(التحریم آیت ۷)

یعنی اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔

(ف) توبوا الی اللہ وجوب توبہ خالصہ پر نص ہے (مسائل السلوک)

(۳) الا من تاب وامن وعمل صالحاً فاولئک یبدّل اللہ سیّاتھم حسنات ط

(الفرقان آیت نمبر ۷۰)

مگر جو توبہ کرے اور ایمان لے آوے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا۔

(ف) اس آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے بیان فرمایا ہے کہ توبہ قبول ہونے کی شرط ایمان ہے کیونکہ کافر کی توبہ مقبول نہیں ہاں باقی خود گناہ معاف ہونے کیلئے عمل صالح کی ضرورت نہیں تبدیل سیئات بہ حسنات میں اس دوسری شرط کی ضرورت ہے۔ (تیسیر الاصلاح ص ۱٤)

احادیث:

(۱) ما اصرّ من استغفرو ان عاد فی الیوم سبعین مرة کلکم خطاؤن وخیر الخطّائین التّوابین.

یعنی جس شخص نے گناہ کے بعد توبہ کرلی وہ گناہ پر ہٹ کرنے والوں میں نہیں گناہگار تو سب ہیں مگر ان میں اچھے وہ ہیں جو گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں۔

(تفصیل التوبہ ص ۲۰)

(۲) والذی نفسی بیدہ لو اخطأتم حتی تملا خطا یا کم ما بین السّماء والارض ثم استغفر تم اللہ لغفر لکم (حصن حصین ص ۲۰٤)

قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم اس قدر خطائیں کرو کہ تمہاری خطائیں آسمان اور زمین کے خلاء کو بھر دیں اور پھر تم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو تو بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بخش دیں گے۔ (الاستبصار فی فضل الاستغفار)

(۳) التائب من الذنب کمن لا ذنب له. گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

توبہ کی حقیقت

توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنے اور بعید سے قریب کی طرف لوٹ کر آنے کے ہیں۔ (تبلیغ دین ص ١٩٤ اردو امام غزالی) شرعی اصطلاح میں معصیت سے طاعت کی طرف لوٹنے اور رجوع ہونے کا نام توبہ ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے التوبہ ندم یعنی توبہ ندامت اور شرمندگی کا نام ہے۔ بہر حال توبہ کی روح اور حقیقت وہ اندرونی ندامت اور دلی شرمندگی ہے جو گناہ پر پچھتاوے سے انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ روحانی نفسیات کے ماہر علماء اہل باطن نے ندامت و شرمندگی کے اس مقام اور درجہ کی نشاندہی فرمائی ہے جو توبہ کے سلسلے میں معتبر اور مقصود ہے۔

وھو تحرق الحشا علی الخطا و تالم القلب علی اللمیم ۔ یعنی ندامت دل کی اس بے کلی اور باطن کی اس سوزش کا نام ہے جو کسی غلطی اور قصور پر انسان میں پیدا ہوتی ہے۔

توبہ کی ماہیت

خطا کو یاد کر کے دل دکھ جانا اور اس کے لئے لازم ہے اس گناہ کو ترک کر دینا اور آئندہ پختہ ارادہ رکھنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا۔ (تعلیم الدین ص ١١٠)

توبہ تمام اعمال کی بنیاد ہے

مسلمان ہونے کے معنی توبہ عن الشرک و الکفر کے ہیں۔ اس طرح توبہ اول الاعمال ہوئی، کیوں کہ اسلام لانے کے بعد ہی تمام اعمال صالحہ قبول ہوتے ہیں۔

ہمیں ہر وقت توبہ کی ضرورت ہے

اگر ہم غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ہمارا کوئی وقت گناہ سے خالی نہیں کیوں کہ گناہ کا خلاصہ ہے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا۔ اب دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں کس کس بات کا حکم کیا ہے

اور کن کن کاموں سے منع فرمایا ہے اور ہم ان میں سے کتنے امور سے بچتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارا کوئی وقت گناہوں سے خالی نہیں لوگوں نے صرف گناہوں کی موٹی موٹی فہرست چوری' زنا' جوا وغیرہ یاد کر رکھی ہیں گناہ کی حقیقت کی خبر نہیں (تفصیل التوبہ ص ٥) اس لئے ہمیں ہر وقت توبہ کی ضرورت ہے۔

اعمال میں نورانیت پیدا ہونے کیلئے توبہ کی ضرورت ہے

گناہ میں یہ خاصہ ہے کہ حق تعالیٰ کی یاد سے دل گھبراتا ہے جیسے مجرم حاکم کے سامنے جانے سے گھبراتا ہے۔ چاہے وہ کچھ بھی نہ کہے۔ ایک مرتبہ گڑگڑا کر وظیفہ پڑھیے اور تلاوت کیجئے۔ پھر ٹٹولیے میں بہ قسم کہتا ہوں کہ زمین وآسمان کا فرق ہوگا۔ اس وقت فرحت وشگفتگی ہوگی اور امید قوی ہوگی فضل کی۔ (اول الاعمال ص ٢٢) پس کسی طاعت کی قبولیت کیلئے توبہ عن المعاصی شرط نہیں لیکن عمل کی نورانیت کیلئے توبہ عن المعاصی شرط ہے ورنہ اعمال میں نورانیت نہ ہوگی۔ (اول الاعمال ص ٢٩) اور اگر اعمال میں نورانیت نہ ہوگی تو اس محرومی کی بناء پر ایک گناہ سے دوسرا گناہ پیدا ہوگا۔ (اول الاعمال ص ٤٠)

آفات ارضی وسماوی کا اصل سبب اور اصل ہمارے گناہ ہیں

حدیث شریف میں ہے کہ۔ انّ العبد یحرم الرزق بخطیئة یعملها۔ یعنی بے شک بندہ رزق سی محروم کردیا جاتا ہے اس برائی کے سبب جو وہ کرتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آجکل ہم پر جو نئے نئے مصائب آرہے ہیں ان کا اصلی سبب ہمارے گناہ ہیں۔ (۱)

جب میں کہتا ہوں الٰہی صورت احوال دیکھ   حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ

بعض لوگوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہائے ہم سے کونسا گناہ ہوگیا ہے جس کا یہ سبب ہے۔ اس پر حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے اس تعجب پر تعجب ہے کہ کیوں کہ ہم میں وہ کون ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں رہتا تو تعجب

(۱) سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ما اصاب من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر O

تو آفات میں مبتلا رہنے پر کرنا چاہئے تھا (ترک المعاصی ص ۱۵) حق سبحانہٗ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ یٰٓا ایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحاً. یعنی اے ایمان والو تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت وعنایت ملاحظہ کیجئے کہ یوں نہیں فرمایا کہ بالکل گناہ ہی نہ کرو بلکہ یہ فرمایا کہ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کرو۔ (ضرورت التوبہ) جب تک مرض اصلی کا استیصال (۱) نہ کیا جائے مرض نہ جائے گا پس جب تک معصیت نہ چھوڑیں گے ان بلاؤں سے خلاصی نہیں ہو سکتی۔ (الاستغفار ص ۱۲)

توبہ کرنے کے اسباب

گناہ کا لذیذ معلوم ہونا بعض لوگ معصیت اس لئے ترک نہیں کرتے کہ اب تو آرام سے گزرتی ہے "عاقبت کی خبر خدا جانے"

کیوں صاحب اگر کوئی شخص آپ کو زہر سے بھرا لڈو لا کر دے تو کیا اپنے قول کے موافق وہاں بھی عمل کرو گے کہ کل کے دن کیا خبر کیا گزرے اب تو لڈو کھانے کو ملتا ہے یا اس کے انجام بد پر نظر کر کے اس کو ترک کر دو گے تو کیا قیامت آپ کے نزدیک کل سے کچھ زیادہ دور ہے۔ صاحبو کل کے چار بجے تک تو ۲۴ گھنٹے یقینی ہیں اور قیامت کے متعلق تو ۲۴ منٹ کی بھی خبر نہیں اس لئے کہ: (۲) شاید ہمیں نفس کہ نفس واپسیں شود (ترک المعاصی ص ۱۵)

(۲) (تقدیر کا بہانہ) بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا پھر نہ طاعت سے کچھ فائدہ نہ گناہ سے کچھ ضرر۔ مگر تعجب یہ ہے کہ تقدیر دنیا کے کاموں میں کہاں چلی جاتی ہے ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے تقدیر کے بھروسہ پر کمانا چھوڑ دیا ہو۔

(تفصیل التوبہ ص ۲۱)

(۲) (حق تعالیٰ کے غفور رحیم ہونے پر بھروسہ) ایک مانع توبہ یہ ہے کہ بندہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ رحیم ہیں۔ ان کو ہمارے گناہ بخش دینا کیا مشکل ہیں مگر ہم نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ خدا کی رحمت کے بھروسہ پر اس نے زہر کھایا ہو۔

---

(۱) جڑ سے اکھاڑنا۔ (۲) شاید یہی سانس ہی زندگی کا آخری سانس ہو۔

(۴) (توبہ سے پھر گناہ ہو جانے کا خوف) بعض لوگ توبہ اس لئے نہیں کرتے کہ شائد آئندہ توبہ ٹوٹ جائے اور پھر گناہ ہو جائے۔ حالانکہ صدق دل سے اگر توبہ کی جائے تو وہ مقبول ہو جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ توبہ ٹوٹ جائے تو دوبارہ کر لے۔ حق سبحانہٗ کی رحمت بے انتہا ہے۔ حدیث میں ہے۔

ما اصرّ من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرّۃ. سبحان اللہ دن میں ستر مرتبہ توبہ شکنی کو بھی گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں فرمایا۔ خوب کہا ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ ‏ گر کافر گبر بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نو میدی نیست ‏ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اب بھی گناہوں سے باز آ جا تو جیسا کیسا بھی ہے باز آ جا اگر چہ کافر آتش پرست اور بت پرست ہی کیوں نہیں۔ اب بھی ان چیزوں کو چھوڑ کر صدق دل سے توبہ کر لے یہ دربار وہ ہے جہاں ناامیدی نہیں اگر سو مرتبہ بھی تو توبہ توڑ چاہے تب بھی اب باز آ جا۔

(۵) (آخر عمر میں توبہ کا عزم) بعض لوگ توبہ اس لئے نہیں کرتے کہ ابھی ساری عمر پڑی ہے بڑھاپے میں توبہ کر لیں گے لیکن کیا خبر بڑھاپا بھی آئیگا۔

شاید (۱) ہمیں نفس کہ نفس واپسیں شود

حالانکہ کہ انسان کو ایک سیکنڈ کا پتہ نہیں اس لئے فوراً توبہ کر لینا چاہئے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ‏ سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

(۶) (گناہ کا علم نہ ہونا) بعض لوگ اس لئے توبہ نہیں کرتے کہ ان کو بھی خبر نہیں کہ ہم سے کون کون سے گناہ ہو رہے ہیں ان کو چاہئے کہ اخلاق کی کتابیں پڑھیں یا کم از کم مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس سیدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہٗ کا رسالہ "گناہ بے لذت" دیکھ لیں۔

(۷) (توبہ کے بھروسہ گناہ) بعض لوگ اس لئے گناہ کرتے ہیں کہ جب توبہ کریں گے تو وہ

(۱) شاید یہی سانس زندگی کا آخری سانس ہو۔

محور ہو جائے گا حالانکہ جس گناہ کے وقت آئندہ توبہ کرنے کا قصد ہو وہ توبہ مقبول نہیں دیکھو تم پٹی بندھوانے کے خیال سے اپنے آپ کو زخمی نہ کرنا۔

(۸) (اپنے گناہوں کو بڑا سمجھنا) بعض لوگ اس خیال سے توبہ نہیں کرتے کہ ہم نے پہاڑ جیسے عظیم گناہ کئے ہیں وہ کیسے معاف ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہ کفر وشرک جیسے گناہ بھی توبہ سے معاف کردیتے ہیں۔ پھر گناہ کیوں نہ معاف فرمادیں گے۔ ان کا کام ہی مغفرت فرمانا ہے۔

ادھر معصیت ادھر مغفرت یہ ہوا ہے اور نہ ہوگا یہ
کہ ادھر سے جرم و خطا نہیں اور ادھر سے عفو و عطا نہیں

ہر گناہ کی توبہ الگ ہے

پہلے گناہوں سے پوری طرح توبہ کرے اور اگر کوئی عبادت جو اس کے ذمے واجب تھی جیسے نماز، روزہ وغیرہ چھوٹ گئی ہو تو اس کی قضاء ادا کرے اور اگر لوگوں کے اس کے ذمہ کچھ حقوق ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر میں لگ جائے یا حق والوں سے معاف کرائے۔ (تسہیل قصد السبیل ص ٥) بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ سے نماز روزہ وغیرہ علی الاطلاق معاف ہوجاتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ ان کے ادا نہ کرنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ گناہ معاف ہوجاتا ہے ان کی قضاء ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح حقوق العباد بغیر مستحق کی ادائیگی یا اس سے معاف کرائے بغیر محض توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا التزام حقوق اللہ سے زیادہ ہونا چاہئے کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی وسیع و بے پایاں رحمت سے ہر وقت امید عفو و مغفرت ہوسکتی ہے لیکن بندوں سے ایسی توقع محال ہے اکثر لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں حقوق العباد کے معاملہ میں بڑی احتیاط لازم ہے۔

اللھم وفقنا۔ (آمین)

طریق تحصیل توبہ

قرآن وحدیث میں جو وعیدیں گناہوں پر آتی ہیں ان کو یاد کر کے سوچے اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی۔(۱)

قبول توبہ کی علامت

قبول توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس گناہ کا نقش بالکلیہ ذہن سے محو ہو جائے محو ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ اس کا اثر خاص یعنی قلق طبعی نہ رہے گو یاد بھی رہے اور قلق اعتقادی بھی رہے۔(۲)

توبہ کا مسنون طریقہ

حدیث میں ہے جب گناہ ہو جائے دو رکعت نماز پڑھو پھر حق تعالیٰ سے دعا مانگو کہ اے اللہ میرے گناہوں کو معاف کر دے (اول الاعمال ص ۴۲) یہ دعا بھی تین مرتبہ پڑھنا احادیث میں منقول ہے۔ اللهم مغفرتک او سع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی. (تتمہ قربات عند اللہ وصلوت الرسولؐ) یعنی اے اللہ آپ کی مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور آپ کی رحمت زیادہ امید کی چیز ہے۔ میری نزدیک اپنے عمل سے۔

ابقاء توبہ کا طریق

- سونے کے وقت عذاب الٰہی کا تصور کیجئے اور اپنے دن بھر کے گناہ یاد کیجئے سوچئے کہ مجھ سے باز پرس ہوگی تو کیا جواب دوں گا اس گناہ پر یہ عذاب تیار ہوگا تو اس سے نجات کیوں کر ہوگی۔ اس سے خوف پیدا ہوگا اور توبہ کی توفیق ہوگی۔ بس توبہ کر کے سو جایئے پھر صبح کو یاد رکھئے کہ رات حق تعالیٰ سے یہ عہد کیا گیا تھا اور نگرانی رکھئے کہ اس کے خلاف نہ ہونے پائے اگلے دن رات کو پھر ایسا کیجئے اگر دن میں کچھ عہد شکنی ہو تو عذاب الٰہی کو یاد کر کے اس سے توبہ کیجئے پھر صبح کو یاد رکھئے اس طرح چند روز کیجئے دیکھیں کہ کب تک توبہ ٹوٹتی ہے اور ابقاء توبہ نہیں ہوتا۔

(اولا الاعمال ص ۴۵)

صبح وشام توبہ کرنیکا فائدہ

---

(۱) تعلیم الدین ص ۱۱۰۔ (۲) انفاس عیسیٰ ص ۱۹۱' شریعت وطریقت ص ۱۲۴۔

اگر کہوں صاحب کہ سب سے آخری توبہ جو ہوگی اس کے بعد کے گناہ پھر بھی بلاتوبہ کے رہ جائیں گے تو مؤاخذہ بہر حال ہوگا پھر روز کی توبہ کیا مفید ہوئی جواب یہ ہے کہ کیا وہ شخص جس پر دس برس کے گناہوں کا بار ہو اور ایک وہ شخص جس پر ایک دن کے گناہوں کا بار ہو برابر ہو سکتے ہیں اگر ایک شخص پر دس مقدمے فوجداری کے ہو جائیں اور وکیل کہے تم نو مقدموں میں بری ہو جاؤ گے لیکن ایک مقدمہ میں باوجود پیروی کے تم کو سزا ہوگی تو کیا ایسی صورت میں دوسرے مقدمات کی پیروی نہ کرو گے۔ (تفصیل التوبه ص ۲۳)

اسی طرح صبح وشام توبہ کرنے کے بعد بھی موت سے قبل کچھ گناہ ہو گئے تو وہ چند گھنٹوں کے ہوں گے اور اگر توبہ نہ کی تو ساری عمر (ساٹھ ستر برس کی عمر) کے گناہوں کا ٹوکرہ قبر میں لے جاؤ گے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہم سب کو خالص سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری توبہ کو قبول فرمائیں۔ (آمین)

انه هوا التواب الرحیمo

الٰہی ہمیں کر دی ان بندوں میں شامل
کہ اشک سحر گاہ جن کا وضو ہے

صبر (۱)

صبر کی فضیلت میں آیات واحادیث: (۲)

واستعینوا بالصبر والصّلوۃ (البقرة آیت نمبر ۱۴۵)

ترجمہ: اور اگر تم کو حب مال وجاہ کے غلبہ سے ایمان دشوار ہو تو تم مدد لو صبر اور نماز سے۔

ف: یہاں صبر کی صورت شہوات خلاف کا ترک کرنا ہے۔

---

(۱) اس مضمون کا ثواب احقر نے برادر بزرگ حضرت ذکی کیفی رحمہ الباری کے لئے وقف کیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ قبول فرمائیں اور مرحوم کے درجات بلند فرمادیں۔ (۲) ماخوذ از حیاۃ المسلمین روح بست وسوم مع تخریج الاحادیث۔
بندہ (احقر قریشی غفرلہٗ)

(۲) ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ط وبشر الصّٰبرین٥(البقرۃ آیت نمبر ۱۵۵)

اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے (جو دشمنوں کے ہجوم یا حوادث کے نزول سے پیش آوے) اور کسی قدر فقر وفاقہ سے اور کسی قدر مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے (مثلاً مواشی مر گئے یا کوئی آدمی مر گیا یا بیمار ہو گیا یا پھل اور کھیتی کی پیداوار تلف ہو گئی اور آپؐ (ان موقعوں میں) صبر کرنے والوں کے بشارت سنا دیجئے۔

فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا ط واللہ یحب الصابرین٥ (آل عمران آیت نمبر ۱۴۶) پہلی امتوں کے مخلصین کے باب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا' سو نہ ہمت ہاری انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کے (قلب یا بدن) کا زور گھٹا اور نہ وہ (دشمن کے سامنے) دبے (کہ ان سے عاجزی اور خوشامد کی باتیں کرنے لگے ہوں) اور اللہ تعالیٰ کو ایسے صابرین (یعنی مستقل مزاجوں سے) محبت ہے (جو دین کے کام میں ایسے ثابت قدم رہیں)۔

(۴) ولنجزینھم باحسن ماکانوا یعملون. (النحل آیت ۹۷) اور جو لوگ (احکام دین پر) صابر (ثابت قدم) رہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

(۵) والصّٰبرین والصبرات (الی) اعداللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیما٥ (الاحزاب آیت نمبر ۳۵) اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں (پھر آخیر میں فرمایا) ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(ف) اس میں سب قسمیں آ گئیں۔ صبر طاعات پر اور صبر معاصی سے اور صبر مصائب پر۔

احادیث

وعن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ الا ادلکم علی مایمحوا اللہ

بہ الخطایا ویرفع بہ الدرجات قالوا بلیٰ یا رسول اللہ قال اسباغ الوضوء علی المکارہ و کثرۃ الخطیٰ الی المساجد وانتظار الصلوۃ بعد الصلوٰۃ.

(رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجوں کو بڑھاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور بتلایئے یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے فرمایا وضو کا کامل کرنا ناگواری (۱) کی حالت میں (کہ کسی وجہ سے سردی وغیرہ) وضو کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے مگر پھر ہمت کرتا ہے اور بہت سے قدم ڈالنا مسجدوں کی طرف (یعنی دور سے آنا یا بار بار آنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

(۲) وعن ابی الدرداءؓ قال اوصانی خلیلی ان لا تشرک باللہ شیئا وان قتلت او حرقت۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو میرے ولی محبوب ﷺ نے وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا اگر چہ تیری بوٹیاں کاٹ دی جائیں اور تجھ کو (آگ میں) جلا دیا جاوے۔

(ف) ایسے وقت ایمان پر قائم رہنا صبر کی ایک مثال ہے اور کسی ظالم کی زبردستی کے وقت جو ایسی بات یا ایسا کام شرع سے معاف ہے وہ شرک وکفر میں داخل نہیں کیوں کہ دل تو ایمان سے بھرا ہے۔

(۳) وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ بعث ابی موسیٰؓ علی مریۃ فی البحر فبینما ھم کذالک قد رفعوا الشراع فی لیلۃ مظلمۃ اذا ھاتف فوقھم لھتف یا اھل السفینۃ قفوا اخبر کم بقضاء قضاہ اللہ علی نفسہ قال ابو موسیٰ اخبرنا ان کنت مخبراً قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ قضیٰ علیٰ نفسہ انہ من اعطش نفسہ لہ فی یوم صائف سقاہ اللہ یوم العطش. رواہ البزار باسناد حسن......یعنی حضرت

---

(۱) ایسے وقت وضو کرنا صبر کی ایک مثال ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ کو ایک لشکر پر سردار بنا کر ایک دریا کے (سفر) میں بھیجا۔ ان لوگوں نے اسی حالت میں اندھیری رات میں کشتی کا بادبان کھول رکھا تھا (اور کشتی چل رہی تھی) اچانک ان کے اوپر سے کسی پکارنے والے نے پکارا۔ ''اے کشتی والو ٹھہرو۔ میں تم کو خدا کے ایک حکم کی خبر دیتا ہوں جو اس نے اپنی ذات پر مقرر کر رکھا ہے۔'' ابوموسیٰؓ نے کہا اگر تم کو خبر دینا ہے تو ہم کو خبر دو۔ اس پکارنے والے نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات پر یہ بات مقرر کر لی ہے کہ جو شخص گرمی کے دن میں (روزہ رکھ کر) اپنے کو پیاسا رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسکو پیاس کے دن (یعنی قیامت میں جب پیاس کی شدت ہوگی) سیراب فرماوے گا۔ (ترغیب وترہیب)

ف: یہ بھی (موسم گرما میں روزہ رکھنا) صبر کی ایک مثال ہے۔

(۴) **وعن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ والذی یقراء القران وهو یتعتع فیه وهو علیه شاق له اجران.**

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور اس میں اٹکتا ہو اور وہ اس کو مشکل لگتا ہو اس کو دو ثواب ملیں گے۔'' (بخاری شریف و مسلم شریف)

ف: یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے (کہ قرآن پاک سیکھنے میں مجاہدہ سے کام لے)

(۵) **وعن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ احب لاعمال الی اللہ ادومها و ان قل.** (متفق علیه) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پیارا عمل وہ ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔

ف: ظاہر ہے کہ اس طرح ہمیشہ نباہنے میں ضرور کسی نہ کسی وقت نفس کو دشوار ہوتی ہے۔ اس لئے یہ بھی صبر کی ایک مثال ہے۔

(۶) وعن ابی هریرة رضی اللہ عنها قال قال رسول اللہ ﷺ حجبت النار بشهوات وحجبت الجنة بالمکاره. (متفق علیه الاعند مسلم حفت بدل حجبت۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ گھیری ہوئی (حرام) خواہشوں کے ساتھ اور جنت گھیری ہوئی ہے ناگوار چیزوں کے ساتھ۔ (مسلم)

ف: جو عبادتیں نفس پر دشوار ہے اور جن گناہوں سے بچنا دشوار ہے اسمیں سب آ گئے ہیں۔

(۷) عن ابی هریرة رضی الله عنه وابی سعید رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا اذی ولا غم حتی الشوکة یشاکها الا کفر الله بها من خطایاهٔ۔ (متفق علیه)

"ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ وابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کو کوئی مصیبت یا کوئی مرض یا کوئی فکر یا کوئی تکلیف یا کوئی غم نہیں پہنچتا۔ یہاں تک کہ کانٹا جو چبھ جائے مگر اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے اس کے گناہ معاف فرماتا ہے۔

(۸) عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها (فی حدیث طویل) قالت قال رسول الله ﷺ لیس من احد یقطع الطاعون فیمکث فی بلده صابراً محتسباً یعلم انه لا یصیبه الا ما کتب الله له الا کان مثل اجر شهید ۔(رواه البخاری)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جو طاعون واقع ہونے کے وقت اپنی بستی میں صبر کئے ہوئے ثواب کی نیت کئے ہوئے ٹھہرا رہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے (تقدیر میں) لکھ دیا ہے مگر ایسے شخص کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ (بخاری شریف) اگر چہ مرے نہیں اور مرنے میں بڑے درجہ کی شہادت ہے۔

ف: لیکن گھر بدلنا یا محلہ بدلنا یا اسی بستی کے جنگل میں چلے جانا اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے۔ بشرطیکہ بیماروں اور مردوں کے حقوق ادا کرتا رہے۔

(۹) عن انس قال سمعت النبی ﷺ یقول قال الله سبحانه وتعالیٰ اذا ابتلیت عبدی بحبیبته ثم صبر عوضته منهما الجنة یرید عینیه۔(رواه البخاری)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اپنے بندہ کو اسکی دو پیاری چیزوں (کی مصیبت) میں مبتلا کردوں (اس سے مراد دو آنکھیں ہیں: جیسا کہ راوی نے یہی تفسیر اس حدیث میں کی ہے۔ یعنی اسکی آنکھیں جاتی رہیں) پھر وہ صبر کرتا ہے ان دونوں کے عوض میں اسکو جنت دونگا۔

(۱۰) وعن ابی ہریرۃؓ قال رسول اللہ ﷺ یقول اللہ مابعبدی المؤمن جزاء اذا قبضت صفیۃ من اہل الدنیا ثم احتسبہ الا الجنۃ۔ (رواہ البخاری)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے مومن بندہ کے لئے جبکہ میں دنیا میں رہنے والوں میں سے اس کے پیارے کی جان لے لوں پھر وہ اسکو ثواب سمجھے (اور صبر کرے تو ایسے شخص کیلئے) میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں۔

ف: وہ پیارا خواہ اولاد ہو' بیوی ہو' شوہر ہو' دوست یا کوئی اور رشتہ دار ہو۔

(۱۱) وعن ابی موسیٰ الاشعریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا مات ولد العبد قال اللہ تعالیٰ للملٰئکۃ قبضتم ولد عبدی فیقولون نعم فیقول قبضتم ثمرۃ فؤادہ فیقولون نعم فیقول ماذا قال عبدی فیقولون حمدک واسترجع فیقول اللہ ابنوا لعبدی بیتاً فی الجنۃ وسموہٗ بیت الحمد۔ (رواہ احمد والترمذی)

''ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی بندہ کا بچہ مرجاتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندہ کے بچہ کی جان لے لی۔ وہ کہتے ہیں ہاں پھر کہتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا۔ وہ کہتے ہیں ہاں۔ پھر فرماتا ہے میرے بندہ نے کیا وہ کہتے ہیں اس نے آپ کی حمد وثنا کی اور انا للہ الخ کہا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کیلئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

صبر کے معنی

صبر کے لغوی معنے حبس اور روک کے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغدوة والعشی یریدن وجهه (والکحف آیت ۲۸)

صبر کی حقیقت

صبر کی حقیقت ہے ضبط النفس علی ماتکرہ یعنی ناگوار امر پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا۔ آپے سے باہر نہ ہونا اور ناگوار امر خواہ کچھ ہو خواہ کسی کا مرنا ہو یا کوئی اور مال واسباب یا کسی چیز کا نقصان۔ (الشکر ص ٥) انسان کو ہمیشہ دو قسم کے واقعات میں سے کسی ایک نہ ایک سے ضرور دو چار ہونا پڑتا ہے۔ ایک موافق طبیعت اور دوسرے مخالف طبیعت۔ جس وقت مخالف طبیعت قسم کے واقعات پیش آئیں اس وقت شریعت مقدسہ نے ضبط کی تعلیم فرمائی ہے جس کا نام صبر ہے۔ (سلوة الحزین)

صبر کی ماہیت

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں۔ ایک دین پر ابھارتی ہے دوسری ہوائے نفسانی پر۔ سو محرک دینی کو محرک ہوائے نفسانی پر غالب کر دینا یہ صبر ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۱)

صبر کے حقیقی معنی ہوائے نفس کے مقابلہ میں خدا کے حکم پر مستقل اور ثابت قدم رہنے کے ہیں۔ (تبلیغ دین ص ۲۲٦ از امام غزالیؒ)

صبر صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے

صبر صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیونکہ حیوانات میں صرف خواہشات اور شہوات ہی کا مادہ ہے۔ اور وہ روکنے والی قوت عقل اور شعور دونوں سے مبرا ہیں۔ اسی طرح فرشتے بھی تمام انسانی خواہشات اور نفسانی جذبات سے منزہ و پاک ہیں اور ہر وقت تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے ہیں اور جانتے ہی نہیں کہ شہوات اور دیگر خواہشات طبعیہ بھوک و پیاس وغیرہ کیا چیز ہے اس لئے صبر کا درجہ ملائکہ و بہائم دونوں کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ (تبلیغ دین ص ۲۲٦)

صبر کی اقسام

صبر کی تین قسمیں ہیں۔(۱) طاعات میں صبر کرنا:۔جس سے نفس بھاگتا ہے۔مثلاً نماز میں کسل نہ کرنا۔زکوٰۃ میں بخل نہ کرنا عبادات میں شروع سے آخر تک اخلاص رکھنا۔(۲) معاصی سے صبر کرنا:۔خاص کران معاصی سے جن کا نفس عادی ہو چکا ہو۔مثلاً غیبت' جھوٹ خودستائی وغیرہ (۳) حوادث ومصائب میں صبر کرنا:۔کہ شکایت کا کلمہ زبان سے نہ نکالے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے۔اسکا بڑا درجہ ہے۔

صبر کے مختلف درجات

صبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ شہوت اور ہوائے نفسانی کے مادہ ہی کا قلع قمع ہوجائے کہ اس کو مقابلہ کی قوت ہی نہ رہے اور دین پر ثبات وبقاء نصیب ہو۔انہی نفوس کو مرتے وقت نفوس مطمئنہ سے مخاطب بنا کر بشارت دیجائے گی۔

صبر کا متوسط درجہ یہ ہے کہ خواہشات نفسانی اور احکام دینیہ میں سے کبھی اس کا پلہ بھاری ہوجائے کبھی معصیات کا۔اس کی علامت یہ ہے کہ ضعیف خواہشات کو ترک کرے اور زور آور شہوات کو ترک کرنے سے عاجز آجائے مگر اپنے مغلوب ہونے پر حسرت وافسوس برابر کرتا رہے اور اس کوشش میں لگا رہے کہ کسی طرح نفس پر قابو حاصل ہوجائے تو بہتر ہے۔حدیث میں اسکو جہاد اکبر کہا ہے۔

صبر کا ادنیٰ درجہ: کہ ہوائے نفس غالب آجائے اور قلب شیطانی لشکر کے حوالہ ہوجائے۔ اس کی دو علامتیں ہیں کہ یوں کہے کہ مجھے صبر کا شوق تو ہے مگر مجھ سے نہیں ہوسکتا۔اس لئے اب مجھے اسکی مجھے خواہش بھی نہیں رہی۔'' یہ یاس وناامیدی کا درجہ مہلک ہے۔دوسری علامت یہ ہے کہ توبہ کا شوق بھی باقی نہ رہے اور کہنے لگے اللہ رحیم وکریم ہے۔اسے میری توبہ کی کیا ضرورت' وہ مجھے بغیر توبہ کے جنت میں بھیج دے گا (نعوذ باللہ من ذالک) ایسا انسان ہوائے (۱) نفسانی کا

---

(۱) خواہش نفسانی۔

قیدی ہے جس کا دل سے توبہ اور توجہ الی اللہ کا شوق بھی جاتا رہا۔ اللھم اعذنا منه.(۱)

(تبلیغ دین امام غزالیؒ ص۲۲۸ ۲۲۹ ملخصاً)

پابندی اعمال بھی حقیقت صبر میں داخل ہے

حضور اکرمؐ نے صاحبزادۂ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی تھی کہ یا عبداللہ لاتکن مثل فلان کان یقوم من اللیل ثم ترک یعنی ''اے عبداللہؓ فلاں شخص کی طرح نہ ہونا جو رات کو اٹھا کرتا تھا (یعنی تہجد پڑھتا تھا) پھر اسکو چھوڑ دیا۔''

معلوم ہوا کہ پابندی معمولات بھی حقیقت صبر میں داخل ہے۔ اسی لئے میں (حضرت حکیم الامت تھانویؒ) کہا کرتا ہوں کہ عمل تھوڑا سا اختیار کرو جس پر نباہ ہو سکے (ما علیہ الصبر ص۲۵) کیونکہ عادت یہ ہے کہ بغیر معمول کو پورا کئے چین نہیں آتا۔ اس لئے معمول اتنا ہی اختیار کرنا چاہئے جس پر مداومت ہو سکے۔ ہاں اگر کسی وقت زائد کو جی چاہے تو صرف اسوقت زائد کرے۔

مصائب تکوینیہ کے وقت پابندی اعمال کی ضرورت

بعض لوگ مصائب تکوینیہ میں ایک ضرر اپنے اختیار سے مول لیتے ہیں یعنی ترک معمولات دنیادار بھی ایسا نہیں کرتے۔ ان کا بھی یہ قاعدہ ہے کہ اگر ایک مد میں نقصان ہوتا ہے تو دوسری مد میں ترقی کی فکر کرتے ہیں۔ (ماعلیہ الصبر ص۲۸) اس لئے اگر سفر وغیرہ میں مجبوری کے سبب اشراق چاشت اور اوابین ادا نہیں ہو سکتے تو ذکر اللہ تو ہو سکتا ہے اس لئے سفر میں زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا چاہئے۔

بعض اوقات ترک معمولات بھی ماعلیہ الصبر میں داخل ہوگا

جس وقت جس کام کا امر ہو اس پر ثابت رہنا صبر ہے۔ اور وہ مامور بہ ماعلیہ الصبر ہے پس اگر کسی وقت معمولات کے ترک کا امر ہو تو اس وقت ترک معمولات ہی ماعلیہ الصبر ہوگا۔ اور

---

(۱) اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھیں۔

معمولات کا ادا نہ کرنا مناسب نہ ہوگا۔ (مثلاً وظیفہ (۱) پورا کرنے میں جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو بقیہ وظیفہ چھوڑ دے یا نماز فجر تاخیر سے شروع کی ہو اور مطابق سنت قرات کرنے میں سورج نکلنے کا خوف ہو تو قــــرأت مختصر کرنا ضروری ہوگا۔ یا سفر میں احباب کی سہولت کی خاطر نوافل کم کردے یا بالکل چھوڑ دے۔ بعض لوگ اوراد و وظائف کے بارے میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ خواہ جماعت فوت ہوجائے بلکہ نماز قضاء ہوجائے لیکن پیر کا بتلایا ہوا وظیفہ قضا نہ ہو۔ اس قدر غلو مناسب نہیں۔ (ما علیہ الصبر ص ١٤)

کیونکہ صبر کا محل خاص ہے کہ ناگوار واقعات میں ناگواری کا تحمل کرنا' جزع وفزع نہ کرنا اسی طرح ایک محل عام بھی ہے کہ اس وقت تمام معمولات کو ادا کریں اور کسی وقت امر ناگوار کی وجہ سے اعمال میں خلل نہ آنے دیں۔ (ما علیہ الصبر ص ٤' ٥)

طریق تحصیل

(۱) اجر وثواب کا مراقبہ:۔ یوں سوچے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو خزانچی بنا رکھا ہے اور اپنی کچھ چیزیں ہمارے سپرد کردی ہیں اور جب چاہتے ہیں اپنی چیزوں میں تصرف کرلیتے ہیں تو ہم کو اس میں رنج وملال کا کیا حق ہے۔ جیسے کوئی اپنا سارا خزانہ ایک خزانچی کے سپرد کردے پھر کسی وقت اس سے لے لے اور خزانچی اس سے رونے لگے تو کیا کوئی عاقل اس کے رنج کو بجا کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں اور اگر وہ رنج کرے صبر وتحمل بھی کرے تو کیا کوئی اسکو صبر وتحمل کی بناء پر مستحق انعام کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس بیجا رنج پر صبر کرنے سے اجر وثواب اور انعام' جزاء وبشارت دی ہے (جیسا کہ ابتداء مضمون میں آیات واحادیث میں بیان کردیا گیا ہے۔ (ما علیہ الصبر ص٦)

(۲) کسی عزیز کی موت پر صبر کا طریق:۔ صبر کے یہ معنی نہیں کہ میت کے تذکرہ سے زبان کو

---

(۱) یاد رکھو دوام اور چیز ہے التزام اور۔ دوام علی المستحبات مطلوب جب تک کہ کوئی عذر ترک کی طرف داعی نہ ہو۔ ہاں ترک واجب کے لئے ضرورت شدیدہ ہونا چاہئے اور ترک مستحب کے لئے ضرورت کا ادنیٰ درجہ بھی کافی ہے۔
(المورد الفرخی فی المورد البرزخی ص ١٣)

روک لیا جائے اور آنسو بھی نہ بہائے جائیں۔ بلکہ کبھی کبھی تذکرہ میت کا کرلیا جائے اس سے بھی کچھ تسلی ہوجاتی ہے اور جب یاد آئے تو اس کا تذکرہ کیا جائے اور انا للہ وانا الیہ راجعون بھی پڑھ لیا جائے اس سے ہمیشہ ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا پہلی مرتبہ صبر کرنے پر ملا تھا۔ اس طرح کچھ آنسوں بھی بہا لئے جائیں اس سے بھی تسلی ہو جائے گی۔ خود حضور ﷺ نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر آنسوں بہائے۔ (آداب المصاب لتسلیۃ الاحباب ص ٥٣) دوسروں کو بھی چاہئے کہ وہ مصیبت زدہ کو تسلی دیں۔ حدیث میں ہے من عزیٰ ثکلی کسی برداء فی الجنۃ یعنی جو ایسی عورت کو تسلی دے جس کا بچہ مر گیا ہو اس کو جنت میں بڑھیا چادر یا لباس پہنایا جائے گا۔ نیز ارشاد ہے من عزیٰ مصابا فلہ مثل اجرہ یعنی جس نے کسی مصیبت زدہ کو تسلی دی اسکو مصیبت زدہ کے برابر ثواب ملے گا۔ (ایضاً ص ٢٧)

(٣) غم میں مصروف رہنا: غم میں بیکار نہ رہے کسی نہ کسی کام میں مشغول رہے تاکہ اس کی طرف توجہ ہونے سے غم کی طرف توجہ کم ہو جائے۔ افضل تو یہ ہے کہ وہ شغل طاعت ہو (مثلاً نماز تلاوت وغیرہ) اور اگر اس کی ہمت نہ ہو تو شغل مباح بھی کافی ہے جیسے سیر و سیاحت' دیندار دوستوں کی ملاقات و مکالمہ بیوی' بچوں سے ہنسنا بولنا۔ (آداب المصاب ص ٤٢)

(٤) نماز پڑھنا: قرآن کریم میں صبر کا علاج نماز ارشاد فرمایا ہے چنانچہ یٰایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر و الصلٰوۃ. یعنی اے ایمان والو مدد لو صبر اور نماز کے ساتھ۔ کیونکہ جب نماز میں حضور قلب کے ساتھ مشغولی ہوگی اس سے عبادت و معبود کی طرف یکسوئی اور توجہ ہو گی۔

(٥) تصفیہ باطن کا مراقبہ: یہ سوچے کہ حزن کو قطع راہ باطن میں بڑا دخل ہے حسرت سے تصفیہ باطن بہت جلد اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

فہم خاطر تیز کردن (!) نیست راہ   جز شکستہ مے نگیر د فضل شاہ

فہم و خاطر کا تیز کرنا راہ کمال نہیں فضل الٰہی سوائے شکستہ دل کے اور کسی پر متوجہ نہیں ہوتا۔

(آداب المصاب ص ٣٥)

شکر

شکر کی فضیلت میں آیات

(۱) فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولا تکفرون (البقرة آیت ۱۵۲)

ترجمہ: مجھ کو یاد کرو میں تم کو (رحمت سے) یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔

(۲) وسنجزی الشّٰکرین. (آل عمران آیت ۱۴۵)

ترجمہ: اور ہم بہت جلد جزا دیں گے شکر کرنے والوں کو۔

(۳) لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید.

(سورة ابراهیم آیت نمبر۷)

ترجمہ: اگر تم (میری نعمتوں کا) شکر ادا کرو گے میں تم کو زیادہ نعمت دونگا (خواہ دنیا میں بھی یا آخرت میں تو ضرور) اور اگر تم ناشکری کرو گے تو (یہ سمجھ رکھو کہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے ناشکری میں اس کا احتمال ہے۔

احادیث

(۱) قال رسول الله ﷺ عجب للمؤمن ان اصابه خیر حمدالله وشکر و ان اصابته مصیبة حمد الله و صبر فالمؤمن یوجر فی کل امره حتی فی اللّقمة یرفعها الی فی امراته (بیهقی)

ترجمہ: ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مومن کے واسطے عجیب (خوشی) ہے کہ اگر اسکو بھلائی ملے تو خدا کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اسکو کوئی ایذا پہنچے تو خدا کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کو ہر بات پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے۔

(۲) وقال علیه الصّلوة والسّلام الطاعم الشّاکر بمنزلة الصائم الصّابر (بخاری)

ترجمہ: ارشادفرمایارسول اللہ ﷺ نے کہ کھا کر شکر کرنیوالا اس شخص کے درجہ میں ہے جو روزہ رکھے اور صبر کرے۔

(۳) فان الایمان نصفان نصف صبر نصف شکر. ھذا لفظ حدیث اور دہ ابو منصور الدیلمی فی مسند الفردوس عن انس کذافی تخریج العراقی۔ ''نیز ارشادفرمایا کہ ایمان دونصفوں کا نام ہے۔نصف صبر اور نصف شکر ہے۔''

(۴) وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ قال اربع من اعطیھن فقد اعطی خیر الدنیا والاخرۃ قلب شاکر ولسان ذاکر وبدن علی البلاء صابر و زوجۃ لا تبغیہ خونا فی نفسھا ولا مالہ. (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشادفرمایارسول اللہ ﷺ نے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص کو مل جائیں اسکو دنیا وآخرت کی بھلائیاں ملیں گی۔ دل شکر کرنے والا اور زبان ذکر کرنے والی اور بدن جو بلا پر صبر کرتا ہو اور بی بی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں اس سے خیانت نہیں کرنا چاہتی ہو۔''

شکر کی حقیقت

شکر کہتے ہیں حق تعالیٰ کی نعمتوں (۱) کی قدر کرنا۔خواہ وہ نعمت کھانا ہو یا پانی ہو یا کوئی اور شے ہو قدر کرنا دل سے بھی زبان سے بھی اور دیگر جوارح سے بھی۔(الشکر ص ٥)

شکر کی ماہیت

نعمت (۲) کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا اور اس سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں۔ایک منعم سے خوش ہونا دوسری اسکی خدمت گذاری وامتثال اوامر میں سرگرمی کرنا۔

(تعلیم الدین ص١١١)

(۱) اور نعمت کی حقیقت یہ ہے النعمۃ حالۃ ملائمۃ للنفس یعنی نعمت وہ حالت ہے جو نفس کیلئے خوش گوار ہو۔(الشکر ص٥)
(۲) نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔(ماثر حکیم الامت ص١٦١)

صورت شکر

صورت شکر یہ ہے کہ منعم اور نعمت کی دل سے الحمد للہ وغیرہ الفاظ کہے۔

(الشکر ص ۲۳)

روح شکر

روح شکر کی یہ ہے کہ منعم (۱) اور نعمت کی دل سے قدر ہو (الشکر ص ۱۴) کیونکہ ہر عمل کا ایک مغز اور روح اور ایک پوست اور صورت ہے۔ جیسے بادام میں ایک چھلکا اور ایک مغز ہے اسی طرح الفاظ الحمد للہ صورت شکر ہیں اور دل سے منعم ونعمت کی قدر روح شکر ہے۔ (الشکر ص ۱۳)

اس لئے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے فرمایا تھا کہ ہمیشہ ٹھنڈا پانی پیا کرو۔ اگر گرم پانی پیؤ گے تو زبان تو الحمد للہ کہے گی مگر اندر سے دل ساتھ نہ دے گا۔

کامل شکر

کامل شکر یہ ہے کہ تمام اعضاء زبان' ہاتھ اور دل سب کے سب خدا تعالیٰ کی عبادت میں' مشغول ہوں۔ دل میں محبت اور معرفت الٰہی ہو اور کسی عضو سے گناہ کا ارتکاب نہ ہو اس وقت تم شاکر ہو گے (تحقیق الشکر ص ۳۹) لسان وقلب واعضاء سب سے شکر ہوتا ہے۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے

افادتکم النعماء منی ثلثة　　　　یدی و لسانی و الضمیر المحجبا

یعنی میری نعمتوں میں سے جو تم کو عطا کی گئی ہیں تین چیزیں ہاتھ' زبان اور دل زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔　　　　(تحقیق الشکر ص ۳۷)

حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ نعمتوں کی اقسام

شکر کی حقیقت حق تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی

(۱) نعمت عطا کرنے والا۔

اپنے بندوں پر اس قدر نعمتیں ہیں جن کا حصار نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ارشاد ہے: وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها۔ یعنی اگر تم حق تعالیٰ شانہٗ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔ اگر چہ احصاء نعمتوں کا محال ہے لیکن جو نعم ہم کو معلوم ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ نعم دنیویہ: مثلاً تندرستی، چشم و گوش، ہاتھ پاؤں، نوکر چاکر، عزت و آبرو، بیوی بچے، مکان، جائیداد وغیرہ

۲۔ نعم دینیہ: جیسے اپنی محبت و معرفت عطا فرمائی اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے اپنی مرضیات و نامرضیات سے آگاہ فرمایا۔ اگر ہم کو مطلع نہ فرماتے اور ہم کو اپنی رائے عقل اور سلیقہ پر چھوڑ دیتے اور پھر ان غلطیوں پر مؤاخذہ فرماتے تو ان کو حق حاصل تھا۔ دیکھو نوکروں کو کہا جاتا ہے کہ ہمارے اشارہ پر چلو۔ اگر کم فہمی سے وہ کچھ مخالفت کرتے ہیں تو ہم مؤاخذہ اور باز پرس کرتے ہیں کہ تم نے ہمارے اشارے کو نہیں سمجھا۔ (الشکر ص ۹)

اکثر نعمتوں کی طرف ہمیں بھولے سے بھی کبھی التفات نہیں ہوتا

بعض وہ نعمتیں بھی ہیں جن کی طرف کبھی التفات بھی نہیں ہوتا۔ شرح اس کی یہ ہے کہ نعمتوں کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ وجودی۔ ۲۔ عدمی۔ لوگ وجودی نعمتوں کو تو شمار کرتے ہیں مثلاً رزق ملنا، کپڑا ملنا، مال حاصل ہونا۔ مگر عدمی نعمتوں کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ مثلاً اس وقت ہم آرام اور عافیت میں ہیں۔ اس مکان کی چھت ہم پر نہیں گرتی۔ رہزن ڈاکو ہمیں نہیں لوٹتے، کوئی ہم کو زہر نہیں دیتا، قتل نہیں کرتا، آنکھوں کا نور ہم سے سلب نہیں ہوتا، سماعت ہم سے چھینی نہیں جاتی، روٹی کھاتے ہیں مگر قبض نہیں ہوتا، پیشاب پاخانہ بند نہیں ہوتا۔ غرض بیشمار اسطرح کی نعمتیں ہیں کہ رات دن شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے۔ (الشکر ص ۱۳)

ناگوار حالت میں بھی حق تعالیٰ کی ہم پر بے شمار نعمتیں نازل ہوتی ہیں

اگر کوئی ناگوار حالت پیش آئے تو اس وقت اگر چہ صبر واجب ہے مگر اس حالت میں بھی بہت سی ہم پر نعمتیں ہوتی ہیں۔ (مثلاً اگر بیمار ہے تو علاج کا انتظام قیمتی دوائیں، دوا کیلئے حق

شانہٗ کا انعام یعنی روپے پیسے کا پاس ہونا۔ ہزاروں بندگان خدا کا اس کے لئے صحت کی دعا کرنا وغیرہ) بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ ناگوار حالت بھی ایک نعمت ہے (کیونکہ اس میں خدا کی مصلحت ہے یا اس کے آنے سے حق تعالیٰ کی نعمت کی قدر ہوگی۔ مثلاً بیمار ہے تو بیماری کے بعد صحت کی پیشاب بند ہو تو بعد صحت اس کی) اس اعتبار سے اس وقت بھی شکر واجب ہے۔ (الشکر ص۸)

فرح بطر اور فرح شکر میں فرق

مصیبت زائل ہو جانے پر خدا کا شکر کرنا چاہئے یہ خوشی ممنوع نہیں۔ ممنوع فرح بطر (۱) ہے جسکو اترانا کہتے ہیں یہ مذموم ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ فرح بطر کے بعد غفلت ہوتی ہے اور شکر کے بعد غفلت نہیں ہوتی۔

فراخی کے باوجود خستہ حالت میں رہنا ناشکری کے مترادف ہے

جب حق تعالیٰ کھانے پینے کو اچھا دیں تو اس وقت خستہ حالت میں رہنا ناشکری اور نعمت کی ناقدری اور خلاف اطاعت ہے کیونکہ جیسے شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنے نوکروں کو تنخواہ دو اور کھانا کپڑا دو ایسے ہی یہ بھی حکم دیا ہے کہ اپنی جان کو راحت دو۔ جیسے نوکر خدا کی مخلوق و مملوک ہے تمہاری جان بھی خدا کی مخلوق و مملوک ہے اسلئے تم کو اپنے اندر بھی بدون اجازت حق تعالیٰ کے کسی تصرف کا حق نہیں (کیونکہ تمہاری جان سرکاری مشین ہے اسلئے اس کی حفاظت لازم ہے۔)

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است (۲) — رفتم بپائے خود کو بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را — کہ دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

(سلوۃ الحزین ص۱۶)

بندہ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے

(۱) اترانے کی خوشی۔ (۲) مجھ کو اپنی آنکھوں پر ناز ہے کہ اس نے تیرے جمال کو دیکھا ہے اور اپنے پیروں پر رشک کرتا ہوں کہ وہ تیرے کوچے میں پہنچے ہیں ہر گھڑی اپنے ہاتھوں کو ہزار بوسہ دیتا ہوں کہ اس نے تیرا دامن پکڑ کر میری طرف کھینچا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ یعنی جس نے آدمیوں کی ناشکری کی اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ جب ہم کوئی نعمت کسی بندہ کے ذریعہ سے تم کو دیں تو تم ہمارے شکر سے آدمی کا بھی شکریہ ادا کرو۔ (تحقیق الشکر ص ۳۸) یہاں سے استاد پیر وغیرہما کا بھی حق نکل آیا کہ یہ لوگ نعمت حقیقی علم دین و عرفان و یقین کے واسطے ہیں۔ سو جتنی بڑی نعمت ہوگی اتنا ہی واسطہ نعمت کا بھی حق ہوگا۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ استاد و پیر کا حق کتنا بڑا حق ہے۔ افسوس اس زمانہ میں یہ دونوں علاقے ایسے کمزور ہوگئے ہیں کہ ان کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ (فروع الایمان ص ۱۰)

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو چاہئے کہ اپنے خاوندوں کا شکریہ ادا کریں اور ناشکری کا اظہار نہ کریں۔ کیونکہ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے اکثر عورتوں کو جہنم میں دیکھا ہے جس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ تم اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔

شکر کی علامت عمل صالح ہے

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے: اعملوا ال داؤد شکراً ط وقلیل من عبادی الشکور۔ یعنی اے آل داؤد علیہ السلام شکر کیلئے عمل کرو اور اللہ کے شکر گذار بندے بہت کم ہیں۔ اعملوا سے معلوم ہوتا ہے کہ شکر کا تعلق عمل سے ہے۔ اگر شکر کا تعلق صرف قول سے ہوتا تو اعملوا نہ فرماتے (تحقیق الشکر ص ۳۷) اس سے معلوم ہوا کہ صرف زبان سے الحمدللہ کہنا کافی نہیں بلکہ شکر کی علامت یہ ہے کہ انسان اعمال صالحہ میں مشغول رہے۔

شکر کے ارکان

شکر بڑا اونچا مقام ہے اس کے تین رکن ہیں:

(۱) نعمت اور منعم سے واقف ہونا اور یہ سمجھنا کہ تمام نعمتیں حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہیں۔

(۲) اس کی خدمت گذاری و امتثال (۱) امر میں سرگرم ہونا۔

---

(۱) حکم کی تعمیل۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس کی رضا مندی میں استعمال کرنا۔ مثلاً زبان کی یاد خدا میں، قلب کو ذکر و معرفت الٰہی میں مشغول رکھنا اور مال کو راہ خدا میں خرچ کرنا۔

(تبلیغ دین امام غزالی ملخصاً)

شکر کا وجود جنت میں بھی ہوگا

شکر ایسی صفت ہے جو مقصود بالذات اور فی نفسہٖ مطلوب ہے اور یہی وجہ ہے کہ شکر کا وجود جنت میں بھی ہوگا۔ توبہ خوف اور زہد و صبر کی وہاں حاجت نہیں ہے اور شکر وہاں کی نعمتوں پر بندے ضرور ادا کریں گے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اہل جنت کا آخری قول ''الحمدللہ رب العلمین'' ہوگا۔ (تبلیغ دین اردو ص ۲۳۳)

طریق تحصیل شکر

(۱) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرے اور یاد کرے (تعلیم الدین)

(۲) صبر اور شکر کی تحصیل کا طریق یہ ہے کہ خشیت اور محبت حق سبحانہٗ وتعالیٰ حاصل ہو۔ خشیت سے نفس کو حدود پر ضبط کرو گے یہ صبر ہے اور محبت سے منعم کی قدر ہوگی۔ یہ شکر ہے۔ جب تک یہ دونوں چیزیں جمع نہ ہوگی صبر اور شکر حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ نری خشیت ہوتی تو انعام سے لذت نہ ہوگی اور اگر نری محبت ہو خشیت نہ ہو تو ناز ہو جائے گا اور نفس حدود سے آزاد ہو جائے گا۔ دیکھو اگر کوئی کسی پر عاشق ہو تو اسکو محبوب کی محبت بھی اور اس سے خوف بھی ہے کہ وہ ناراض نہ ہو جائے۔ اسی طرح محبت و خشیت دونوں جمع ہو سکتی ہیں اور ان کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اوقات میں سے ایک گھنٹہ اس کام کیلئے علیحدہ کر لو اور اس کے دو حصوں پر تقسیم کرو۔ آدھ گھنٹہ تو بیٹھ کر اپنی نافرمانیاں اور ان سزاؤں کو سوچا کرو کہ ہم نے فلاں دن یہ گناہ کیا تھا اور اس کی سزا ہم کو ملنے والی ہے۔ فرشتے گھسیٹ کر دوزخ میں لے جائیں گے اور وہاں نوع بنوع کا عذاب ہوگا۔ اسی طرح جتنی نافرمانیاں یاد آئیں سب کے متعلق سوچے۔ اس سے خشیت پیدا ہو

(۱) بندے پر ہر وقت حق تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں جن میں سب کو شمار کرنا اس کے بس میں نہیں۔ تو ایسے نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑی شرم کی بات ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ہشتم)

گی اور بقیہ آدھ گھنٹہ میں حق تعالیٰ کی نعمتوں (۱) کو سوچے کہ آج میں نے اس کی کتنی نعمتیں کھائی ہیں کتنی استعمال کی ہیں۔اس سے منعم حقیقی کی محبت پیدا ہوگی (جو شکر کی جڑ ہے)

(الشکر ص ۲۳ ۲۴)

(۳) بندہ کے شکر ادا کرنیکا طریقہ: حدیث میں ہے:من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیرا فقد بلغ فی الشفاء ۔یعنی جس شخص کی طرف احسان کیا گیا اور اس نے احسان کرنے والے سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اچھا بدلہ دے تو اس نے اس (اپنے محسن) کی تعریف میں کوتاہی نہیں کی (الشکر ص ۶) یعنی جزاک اللہ خیراً کہنا چاہئے۔

صبر اور شکر کی حفاظت کا طریقہ

صبر اور شکر کے حاصل ہونے کے بعد اسکی حفاظت بھی ضروری ہے جیسے درخت کے بونے اگنے اور جمنے کے بعد اس کی حفاظت اور نشو ونما کی ضرورت ہے اسی طرح دونوں کی حفاظت کا طریقہ ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ ہے دونوں کیلئے پندرہ پندرہ منٹ وقت نکالیں۔ پندرہ منٹ خلوت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کریں اس طریقہ سے تم کو صبر وشکر کا اعلیٰ مرتبہ نصیب ہوگا۔

(الشکریہ ص ۲٤)

اگر نیک صحبت قریب میں میسر نہ ہو تو حضرت حکیم الامتؒ تھانوی کے مواعظ حسنہ اور ملفوظات طیبات کا مطالعہ کرنا چاہئے جو الحمد للہ نیک صحبت کا بدل ہیں۔

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است

صراحی مئے ناب وسفینہ غزل است

اور تین چار ماہ بعد کسی شیخ کامل کی صحبت حاصل کرنے کیلئے سفر کر کے ان کی خدمت میں بھی پہنچنا چاہئے۔ اللھم و فقنا لما تحب و ترضی۔آمین

رجا یعنی امید

آیات مبارکہ: ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

۱: لا تقنطوا من رحمة الله (الزمر آیت نمبر ۵۳) یعنی ناامید نہ ہو اللہ کی رحمت سے۔

۲: ویرجون رحمته ویخافون عذابه (بنی اسرائیل آیت نمبر ۵۷) جو لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

۳: وادعوه خوفا وطمعاً. (الاعراف آیت نمبر ۵) پکارو تم اسکو ڈر اور توقع سے۔

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) الکافر ما عند الله من الرحمة ما قنط من جنة احد (متفق علیه) اگر کافر بھی اللہ کی رحمت کا حال جانے تو اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔

(۲) لا یموتن احدکم الا وهو یحسن الظن بالله. تم میں سے کسی کو موت نہ آنے پائے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔

(مسلم من حدیث جابر' التشرف ص۱۱۸)

(۳) ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

نیک گمان رکھنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن عبادت ہے۔

(ابو داؤد' ترمذی' فروع الایمان ص۱۹)

ماہیت: محبوب چیزوں یعنی فضل و مغفرت و نعمت و جنت کے انتظار میں قلب کو راحت پیدا ہونا' اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا۔ سو جو شخص رحمت و جنت کا منتظر ہے مگر اس کے حاصل کرنے کے اسباب یعنی عمل صالح و توبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے اسکو مقام رجا حاصل نہیں' وہ دھوکہ میں ہے۔ جیسے کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلہ پیدا کرنیکا منتظر رہے۔ صرف ہوس خام ہے۔ (تعلیم الدین ص ٦٤)

رجا کے درجات

رجا کے درجات بھی ہیں۔ ایک شرط ایمان بمعنی احتمال نجات اور یہ درجہ فرض ہے اور ایک درجہ مستحب ہے ایک درجہ رجا میں بھی ایسا ہے جو اختیار سے خارج ہے مکتسب نہیں بلکہ محض وہب سے عطا ہوتا ہے۔ (بصائر حکیم الامتؒ ص۳۵۸)

بغیر عمل کے رجا محض غرور ہے

امید و رجا وہی ہے جو عمل کر کے کی جائے اور جو بدوں عمل کے ہو وہ رجا نہیں بلکہ محض تمنا اور غرور (۱) ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۲۳۸)

غلبہ رجا کے ساتھ خوف عقلی یقینی ہوتا ہے

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ غلبہ رجا کی حالت میں خوف بھی ضرور رہتا ہے مگر غلبہ خوف کو نہیں ہوتا۔ یعنی وہ درجہ نہیں ہوتا جس کو عام لوگ خوف سمجھتے ہیں یعنی خوف عقلی ضرور ہوتا ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۲۳۹)

آخرت کا خوف واستحضار ضروری ہے

ہم لوگوں میں جو اعمال کی کمی ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ ہم کو رغبت اور خوف جیسا ہونا چاہئے ویسا نہیں، اگر یہ رغبت اور خوف کامل ہو تو ہر حکم کے بجالانے اور ہر گناہ کے چھوڑنے کا اہتمام پیدا ہو جائے مگر ہماری حالت یہ ہے کہ بعض طاعات کو ضروری سمجھتے ہیں اور ان کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور بعض طاعات کا بالکل اہتمام نہیں ہوتا۔ اسی طرح گناہوں میں سے بعض موٹے موٹے گناہوں سے بچنے کا اہتمام تو کرتے ہیں ان کے سوا اور گناہوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ اعتقاد میں تمام گناہوں کو گناہ اور تمام فرائض و واجبات کو فرض واجب مانتے ہیں مگر عملاً سب کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اس سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ جن طاعات کو ہم بجا

---

(۱) رجا وہ معتبر ہے جس میں اسباب بھی جمع ہوں۔ اور جس میں اسباب جمع نہ ہوں وہ غرور ہے۔ مثلاً جو شخص کھیتی کرتا ہے اور اس کے تمام اسباب کو جمع کر کے پھر امیدوار ہو کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیں تو یہ رجا معتبر ہے۔ اور ایک شخص وہ ہے جس نے اسباب جمع نہیں کئے اور امیدوار ہو کہ اللہ میاں مجھ کو غلہ دیں گے تو یہ غرور ہے۔ بعض اہل لطائف نے بیان کیا ہے کہ رجا مستلزم ہے عمل کو اگر عمل نہ ہو تو رجا کا تحقق ہی نہ ہوگا۔ (کمالات اشرفیہ ص۱۳۸)

لاتے ہیں اور جن گناہوں سے بچتے ہیں ان میں اپنی خواہش کا اتباع کرتے ہیں جن طاعات میں دنیا کا کوئی نقصان نہ ہو' جسم کو کلفت نہ ہو انکو کرلیا جائے باقی کو حذف کر دیا۔ اور جن گناہوں میں رسوائی کا اندیشہ ہو انکو چھوڑ دیا باقی گناہوں کی ذرا پرواہ نہیں کی جاتی اگر ہم کو رضا وقرب الٰہی کی رغبت یا عذاب آخرت کا خوف ہوتا تو تمام طاعات (کرنے) اور تمام معاصی (سے بچنے کا) پورا اہتمام ہوتا یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج وغیرہ کرنا واجب ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ دوسروں کا حق ادا کرنا بہنوں کا حصہ دینا بھی واجب ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ جس طرح زنا اور چوری گناہ ہے غیبت اور جھوٹ اور بہتان بھی گناہ ہے۔ اسی طرح کسی کا مال دبا لینا خواہ زمین جائیداد ہو یا اناج اور نقد یہ بھی سخت گناہ ہے۔ مگر دیکھ لیجئے کہ ان میں ہم کتنی باتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ بڑی بہادری کریں گے تو نماز پڑھ لیں گے کیونکہ اس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا مگر حقوق کبھی ادا نہ کریں گے بہنوں کا حصہ کبھی ادا نہیں کریں گے کیونکہ اسمیں گھر سے روپیہ نکلتا ہے گناہوں میں چوری اور زنا سے بچیں گے کیونکہ اس میں رسوائی و بدنامی بھی ہے اور سزا کا بھی اندیشہ ہے مگر غیبت جھوٹ بہتان سے نہیں بچتے۔ پرایا مال دبانے اور حرام کھانے سے نہیں رکتے۔ نامحرم عورتوں کو بری نگاہ سے دیکھتے ہیں' امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ کیا یہ زنا اور چوری نہیں مگر ان کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے اور اگر دل میں سمجھتے ہیں تو پرواہ ذرا نہیں کرتے۔

(رجاء اللقاء ص ٦)

اس کا علاج ثواب وعذاب کا استحضار ہے۔ اجمالی اعتقاد اصلاح کے لئے کافی نہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم ایک وقت مقرر کر کے آخرت کا سوچ بچار کریں کہ ہم ایک دن مریں گے وہاں عذاب اور ثواب ہوگا۔ فلاں کام سے خدا تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اسے کرنا چاہئے۔ اور فلاں کام سے ناراض ہوتے ہیں اس سے بچنا چاہئے۔ اس مراقبہ سے طاعات کرنا اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ اور روزانہ کے مراقبہ سے انشاء اللہ آہستہ آہستہ اس کا استحضار نصیب ہوگا۔ یہی خوف ورجا ہے۔

طریق تحصیل: اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایات کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

(تعلیم الدین ص ۱۱۱)

خوف

آیات مبارکہ

فرمایا اللہ جل شانہٗ نے:

(۱) واخشو نی (البقرۃ آیت نمبر ۱۵) "اور مجھ سے ڈرو"۔

(۲) الذین یرجون رحمته ویخافون عذابه. (بنی اسرائیل آیت نمبر)
"جولوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں۔"

(۳) نبیّ عبادی انی انا الغفور الرّحیم وان عذابی هوا لعذاب الالیمo
(الحجر آیت نمبر ٤٩)
"میری بندوں کوخبر دے دیجئے کہ میں بے شک غفور الرحیم ہوں اور بے شک میرا عذاب دردناک ہے۔"

احادیث

ارشادفرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل الا ان سلعة الله غالية الا ان سلعة الله الجنة.

"جوڈرتا ہے رات ہی سے چلتا ہے اور جو رات سے چلتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے سن لو! اللہ کا سودا گراں ہے آگاہ رہو اللہ کا سودا جنت ہے۔" (رواه الترمذی)

(۲) لو يعلم المؤمن ما عندالله من العقوبة ما طمع بجنّته احد ولو يعلم الكافر ما عندالله من الرحمة ما قنط من جنته احد (متفق عليه)

"اگر مؤمن کومعلوم ہو جائے تو وہ عذاب قبر جو خدا کے پاس ہے تو کوئی شخص اس کی جنت کا امیدوار نہ ہوگا۔ اوراگر کافر کومعلوم ہوجائے وہ رحمت جو اس کے پاس ہے تو کوئی شخص اس

کی جنت مایوس نہ ہو۔

ف: پس لازم ہے کہ دونوں چیزیں یعنی امید وبیم ہاتھ سے نہ چھوڑے کیا خوب کہا ہے۔

غافل مرو کہ مرکب مرداں مردوار ۔۔۔ در سنگلاخ بادیہ پیا بریدہ اند(۱)

نومید ہم مباش کہ رنداں بادہ نوش ۔۔۔ ناگہ بیات خروش منزل رسیدہ اند

(خطبات الاحکام لجمعات العام ص۱۲۹)

(۳) دخل علیه الصّلوة والسّلام علی شاب وهو فی الموت فقال کیف تجدک فقال ارجوا الله یا رسول الله وانی اخاف علی ذنوبی فقال ﷺ لا یجتمعان فی قلب عبد فی مثل هذا المؤطن الا اعطاه الله ما یرجوا وامنه مما یخاف. (الترمذی وابن ماجه)

''آنحضرت ﷺ ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے اس حال میں کہ وہ جوان قریب المرگ تھا۔ پس آپ نے فرمایا تو اپنے آپ کو کیسا پاتا ہے یعنی تیرا حال قلبی کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور بے شک اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں ایسے موقع پر (یعنی دم مرگ) کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اس بندہ کو وہ چیز دیتا ہے جس کا امیدوار ہے اور اس چیز سے محفوظ رکھتا ہے جس سے اسکو ڈر ہے۔

خوف کی حقیقت

قلب کو دردناک ہونا۔ ایسی چیز کے خیال میں جو ناگوار طبع ہو اور اس کے آئندہ واقع ہونے کا اندیشہ ہو۔ (تعلیم الدین ص۱۱۲)

خوف کے درجات

خوف کی حقیقت عذاب ہے کہ انسان کو اپنے متعلق احتمال ہو کہ شاید مجھے عذاب ہو۔

---

(۱) غافل نہ رہو سب کو ایک جگہ چلنا ہے ان شراب نوشوں کی بھی ایک منزل ہے۔

اور یہ احتمال مسلمانوں میں ہر شخص کو ہے اور یہی مامور بہ ہے اور اسی کا بندہ مکلف کیا گیا ہے۔ یہ تو شرط ایمان ہے اور اس کا نام خوف عقلی ہے۔ اس میں ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ تقاضائے معصیت کے وقت وعید اور عذاب خداوندی کو یاد کر کے سوچ سوچ کے گناہوں سے بچا جائے یہ درجہ فرض ہے اس کے فقدان سے کفر تو نہ ہوگا ہاں گناہ ہوگا۔ اور ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ مراقبات واشغال سے آیات وعید اور عظمت وجلال حق کو ہر دم مستحضر اور پیش نظر رکھا جائے۔ یہ درجہ مستحب ہے اور سب درجات مکتسب ہیں جو کسب سے حاصل ہو جاتے ہیں اور ان کے آگے ایک درجہ اور ہے جو اختیار سے باہر ہے وہ یہ کہ آثار خوف اس قدر غالب ہو جائے کہ اگر ان کو کم کرنا یا بھلانا بھی چاہیں تو اختیار وقدرت سے باہر ہو۔ یہ محض وہبی ہے جو درجات سابقہ مکتسبہ کے حاصل کرنے کے بعد محض عطاء حق سے بعض کو حاصل ہو جاتا ہے۔ جو اگرچہ محمود تو ہے مگر مقصود نہیں۔

(اشرف المسائل ص: ۷۶'۷۷ بحوالہ شریعت و طریقت ص۱۴۴'۱۴۵)

بالکل مامون ہو جانا کفر ہے

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے تھے کہ دوران قیام دیوبند مجھ پر ایک مرتبہ خوف کا غلبہ ہوا۔ بعد مغرب اپنے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کوئی ایسی بات فرما دیجئے جس سے اطمینان ہو جائے فرمایا: ہیں! کفر کی درخواست کرتے ہو۔ بالکل مامون ہو جانا تو کفر ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۱۲)

ف: الایمان بین الخوف والرجا۔ یعنی ایمان خوف اور امید کے درمیان اس لئے امید کے ساتھ خوف کا ہونا بھی ضروری ہے۔

زندگی میں خوف کا غلبہ اور مرتے وقت امید کا غلبہ ہونا چاہئے

حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی میں تو خوف کا غلبہ ہونا چاہئے تا کہ گناہوں سے بچا رہے۔ اور موت کے وقت امید کا غلبہ ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ وقت لقاء حق کا

ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید لے کر ملنا چاہئے۔ بمقتضائے انا عند ظن عبدی بی یعنی میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں جو اسکو میرے ساتھ ہے۔

یہ شخص مورد رحمت ہو لیکن غلبہ خوف سے یہ مراد نہیں کہ وہ حقیقت سے متجاوز ہو جائے۔ یہاں غلبہ مقابلہ میں امید کے ہے یعنی امید سے زیادہ خوف ہو۔ (خواص الخشیشه)

خوف میں بھی اعتدل مطلوب ہے

حدیث میں آتا ہے: اللهم انی اسئالک من خشیتک ما تحول به بینی و بین معاصیک.

آپ دعا میں فرماتے ہیں کہ ''اے اللہ میں آپ سے اتنا خوف مانگتا ہوں جو میرے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔'' اس میں حضور ﷺ نے خوف کیلئے ایک حد بیان فرمائی ہے اور اسی حد کے موافق حصول خوف کی دعا کی ہے۔ حالانکہ بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب خوف مقصود ہو تو جتنا زیادہ ہو اتنا ہی اچھا ہے مگر غور کرنے سے اس قید کا یہ نفع معلوم ہوا کہ اگر خوف حد سے زیادہ ہوتا ہے تو تعطّل کا سبب ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو رحمت الٰہی سے مایوسی ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ناشکری تو ابتداء ہی میں ہونے لگتی ہے۔ وہ اپنے اعمال کو لاشیئ اور حقیر سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ:

اجی میں کیا نمازی ہوتا۔ میری تو نماز اور اور عدم نماز برابر ہے۔ غرض اپنی نماز و روزہ کو بیکار اور فضول سمجھتا ہے۔ صاحبو! اگر نماز کی آپ کو توفیق نہ ہوتی جتنی اب ہو رہی ہے تو بتلایئے کہاں جا کر سر ٹیکتے۔

بلا بودے اگر ایں ہم نبودے
(اگر یہ بھی نہ ہوتی تو مصیبت ہوتی)

اعمال فی نفسہ سب محمود و مقبول ہیں۔ ہاں ہماری حیثیت سے وہ کچھ بھی نہیں مگر نعمت الٰہی ہونے کے اعتبار سے بڑی چیز ہیں۔ غرض بے قدری کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جب یہ شخص اپنے

اعمال کو مغفرت کیلئے ناکافی سمجھتا ہے تو سب کام چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو جاتا ہے یہی تعطل ہے۔

(الاستقامت ص۱۰۹)

خوف کے اندر دو خاصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ گناہوں کو روکتا ہے۔ یہ تو جب ہے کہ خوف درجہ اعتدال میں ہو اور دوسرا خاصہ یہ ہے کہ طاعات سے بھی روک دیتا ہے۔ یہ وقت ہے کہ فوق الحد ہو۔ چنانچہ بہت سے سالکین پر جب خوف کا غلبہ ہو گیا تو طاعات چھوڑ بیٹھے۔ بعض نے نماز چھوڑ دی' کسی نے ذکر چھوڑ دیا۔ اصطلاح صوفیاء میں ان کو سالکین مستہلکین کہتے ہیں۔ دنیوی امور میں ہم اس کی نظائر بکثرت دیکھتے ہیں کہ جب کسی امر کا زیادہ خوف ہوتا ہے تو کام نہیں ہوتا۔ جیسے کوئی شخص مضمون لکھ رہا ہے اور کوئی ایسا شخص جس کو وہ اپنے سے استعداد میں زیادہ سمجھتا ہو دیکھنے لگے تو ہرگز نہ لکھا جائے گا۔ (خواص الخشیۃ ص۱۲)

خوف کی حد بیان فرما دی کہ اسقدر چاہتے ہیں کہ معصیت سے مانع ہو معلوم ہوا کہ اگر خوف اس سے زیادہ ہو جائے تو محمود نہیں۔ خوف مع الرجا ہی ہے اور اگر خوف ہی خوف رہے کہ رجا نہ رہے اور ناامیدی تک نوبت پہنچ جائے تو کفر ہے۔ (وعظ)

غلبہ رجا کب انفع ہے اور غلبہ خوف کب؟

جن لوگوں میں اعمال صالحہ کا غلبہ ہو کہ وہ زیادہ اعمال صالحہ میں مشغول ہیں اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں ان پر غلبہ رجاء انفع ہے اور جن میں اعمال سیئہ کا غلبہ ہے کہ وہ زیادہ تر اعمال سیئہ میں مبتلا رہیں اور اعمال صالحہ قلیل ہیں ان کیلئے غلبہ خوف انفع ہے جب تک کہ اعمال صالحہ کا غلبہ نہ ہو اس وقت تک غلبہ خوف ہی میں ان کو رکھا جائے گا۔

(انفاس عیسی ص ۲۳۹)

خوف سے رونے کی مدح

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہو گی بجز اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کے دیکھنے سے روکی گئی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستہ میں پہرہ دیا اور

وہ آنکھ جس سے خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا۔

(کمالات اشرفیہ ص۴۹)

خوف کے ساتھ توکّل وعزم بھی ضروری ہے

ایک صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ کو بہت سے اچھے اچھے حالات لکھ کر یہ لکھا کہ سب امور کے ساتھ اس کا بڑا خوف ہے کہ کہیں خدانخواستہ ان باتوں میں کہیں کمی واقع نہ ہو جائے۔ اس پر تحریر فرمایا کہ ''یہ خوف بھی مقتضائے ایمان ہے مگر اس کے ساتھ استحضار توکّل بھی ضروری ہے مع التزام یعنی نیت رکھے کہ اللہ کی مدد سے ہم اس پر مستقیم رہیں گے اور کمی ہو جائے گی تو پھر عزم تازہ کر لیں گے اور کمی سے استغفار کر لیں گے۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۴۵)

خشیت مؤمن کیلئے ضروری ہے

خشیت مومن کیلئے لازم ہے اسکی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو مال میں احتمال کہ شاید کوئی اختیاری کوتاہی فی الحال ہوگئی جس کا علم بھی التفات سے ہوسکتا تھا اور التفات میں کوتاہی ہوئی ہو کہ یہ بھی اختیاری ہے۔ (کمالات اشرفیہ بصائر حکیم الامتؒ ص۳۵۶)

عالم کا بقاء خوف ہی کے باعث ہے

ھدیً للمتقین: (قرآن) ''ہدایت ہے متقین کیلئے'' کی سیدھی تفسیر یہ ہے کہ تقویٰ کے معنی خوف کے لئے جائیں اور معنی یہ ہوں گے کہ ڈرنے والوں کیلئے ہدایت ہے کیونکہ جب خوف پیدا ہوگا تب ہی ہدایت کی تلاش پیدا ہوگی۔ خوف وہ چیز ہے کہ اسلام بھی اس کی بدولت پھیلا ہے۔ یہ تو نقلی طور پر خشیت کا مہتم بالشان ہونا ثابت ہوا۔ اب عقلی طور پر لیجئے کہ انتظام عالم کا بقاء خشیت ہی سے ہوتا ہے۔ دیکھئے انسان جو قبائح (۱) سے بچتا ہے تو کیوں' یا تو محض تعلیم اخلاق سے بلا کسی خشیت کے یعنی اس لئے کہ یہ کام برا ہے اور برے کام سے بچنا چاہئے مگر دنیا میں اس انداز کی طبیعتیں بہت کم ہیں کہ صرف یہ تعلیم ان کیلئے مانع ہو جائے۔ فرض کیجئے کہ دو شخص

---

(۱) برائیوں۔

ایک ساتھ سفر کریں اور ان میں سے ایک شخص کے پاس ایک لاکھ روپے کا نوٹ ہے اور دوسرا تہیدست ہے اور اتفاق سے دونوں ایک پہاڑ پر پہنچ گئے جہاں کوئی دیکھنے والا بھی نہیں اور تہی (۱) دست اس دوسرے کا مخالف بھی ہے مذہباً بھی اور خاندانی طور سے بھی۔ اور پہاڑ پر پہنچ کر اس تہی دست کے دل میں روپے کا لالچ پیدا ہوا اور نفس نے رائے دی کہ اسکو قتل کر کے روپیہ اپنے قبضہ میں کرلو اور یہ قادر بھی ہو۔ اس موقع پر کون سی چیز ہے کہ اس کو اس ارادے سے باز رکھ سکے۔ دنیاوی خوف تو اس لئے نہیں مانع ہوسکتا کہ اس مقام پر کوئی دیکھنے والا نہیں۔ غرض دنیا بھر کے سارے اجزاء تلاش کر کے دیکھے کہ کوئی شیٔ سوائے خشیت خداوندی کے ایسی نہیں کہ اسکو اپنے ارادے سے باز رکھ سکے۔ تو دیکھئے اس غریب کی جان بچانے کیلئے جو چیز مدد کر سکتی ہے وہ صرف خشیت اور مذہب ہے۔ (فضائل العلم و الخشیت ص ۴۹)

اس لئے خوف خداوندی کے حصول کی فکر کرنا گناہوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔

جسکے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف خشیت نہ ہو وہ عالم کہلانے کا مستحق ہرگز نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤط (فاطر آیت نمبر ۲۱) یعنی ''بے شک خدا تعالیٰ سے اس کے بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں۔'' حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے وعظ فضائل العلم و الخشیۃ میں اس آیت کی مفصل و مدلل تفسیر بیان فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ عالم وہی ہے جس میں تقوی ہو اور جس کو خدا تعالیٰ کا خوف و خشیت نہ ہو وہ عالم نہیں: ؎

وہ علم جہل ہے جو دکھائے نہ راہ دوست
مجلس ہے وہ وبال جہاں یاد حق نہ ہو

---

(۱) خالی ہاتھ۔

"نیز فرمایا "علوم درسیہ مروجہ مدارس عربیہ(۱) کو جب کہ وہ صرف الفاظ ہی کے درجے میں ہوں اور عمل کے ساتھ نہ ہوں ہم اسکو علم نہیں کہتے اور ہم کیا حق تعالیٰ خود ایسے علماء کو جاہل فرماتے ہیں۔ چنانچہ علماء یہود کی نسبت ارشاد ہے: لوکانو یعلمون۔ یہاں علم سے مراد وہ علم دین ہے جو خوف و خشیت کے ساتھ ہو۔ (اسباب الفضائل ص۳۳) اور اگر خشیت خداوندی سے حصہ نہیں ملا تو نرے علامہ، مولوی فاضل وغیرہ کی ڈگری حاصل کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے | حاصل خواجہ بجز پندار(۲) نیست

ایھا القوم الذی فی المدرسة (۳)
کل ما حصلتموہ الوسوسة (۴)

علم رسمی سر بسر قیل است و قال | نے از و کیفیت حاصل نہ حال
علم نبود غیر علم عاشقی | ما بقی تلبیس ابلیس شقی

خوف حاصل کرنے کا طریقہ

(۱) اللہ تعالیٰ کے قہر وعتاب کو یاد کرے اور سوچا کرے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۲)

(۲) غلبہ خوف اور محبت دونوں میں مقصود وہ درجہ ہے جس کے ساتھ دوسرے مصالح بھی فوت نہ ہوں اور یہ جب ہو سکتا ہے جبکہ ہر حال میں یکساں غلبہ نہ ہو بلکہ ایک وقت میں محض خوف اور محبت ہی کا غلبہ ہو اور کسی کام کی طرف التفات نہ ہو۔ اور ایک وقت میں دوسرے کاموں کی طرف بھی التفات ہو مگر دل میں خوف ومحبت کی وجہ سے آرا چل رہا ہو۔ جیسے طاعون کے زمانہ میں موت کا غلبہ ہر وقت رہتا ہے مگر ایسا نہیں ہوتا کہ کھانا پینا بھی چھوٹ جائے۔ اس حالت کی

---

(۱) کاش آج مدارس دینیہ کے ذمہ دارن طلبہ میں تعلیم کے ساتھ حصول تقویٰ کا بھی اہتمام واسباب مہیا کریں۔ اگر تقویٰ نصیب ہوگیا تو سب کچھ حاصل ہوگیا: ۔

لاکھ درس علم وحکمت سے کہیں بڑھ کر ہے یہ | دل میں کچھ خوف خدا کردے جو پیدا مدرسہ

(احقر قریشی غفرلہ)

(۲) خواجہ کا گمان ہے کہ اس کو کچھ حاصل ہے خواجہ کو بجز غرور کے کچھ حاصل نہیں۔ (۳) اے قوم سب کچھ جو تم نے مدرسہ میں حاصل کیا وہ وسوسہ ہے۔ (۴) رسمی علم سراسر قیل وقال ہے اس سے نہ تو کوئی کیفیت حاصل ہوتی ہے نہ حال پیدا ہوتا ہے سوائے علم عاشقی کے اور کوئی علم کارآمد نہیں باقی تمام علوم ابلیس کی تلبیس ہے۔

تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ موت کی یاد کثرت سے کرو۔ یعنی اسکو غالب رکھو اور نماز ایسی پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کرنے والا نماز پڑھتا ہے چنانچہ ارشاد ہے: صلّ صلوٰة مودع. دنیا سے رخصت ہونے کی طرح نماز پڑھو۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۲۴۲)

(۳) قلب میں یہ احتمال کہ شاید معاصی پر عقاب (۱) وعتاب ہونے لگے چونکہ یہ احتمال ضرور ہر مؤمن کے قلب میں ہے اس لئے خوف حاصل ہے اسی احتمال کا استحضار اور کف عن (۲) المعاصی بالاستمرار یہ خوف کو ملکہ بنا دیتی ہے۔

(عبادة الرحمن ملحقه اشرف السوانح ص ۵۸۹ ج:۳)

(۴) اس کا طریقہ مراقبہ یہ ہے کہ پندرہ بیس منٹ دیر میں سویا کریں اور بیٹھ کر یا لیٹ کر یاد کرلیا کریں کہ آج کیا کیا گناہ کئے۔ فہرست گناہ تیار کریں پھر دل میں خیال جمائیں کہ میدان قیامت موجود ہے اور میزان گھڑی ہے اپنا مددگار کوئی بھی نہیں، دشمن بہتیرے ہیں حیلہ کوئی چل نہیں سکتا' زمین تانبے کی طرح کھول رہی ہے آفتاب سر پر ہے دوزخ سامنے ہے اور گناہوں کا حساب ہو رہا ہے کوئی جواب معقول بن نہیں پڑتا۔ جب یہ حالات پیش نظر ہوں گے تو بے اختیار ہے ہاتھ جوڑ کر حاکم کے روبرو معذرت کریں گے کہ بے شک خطاوار ہیں' کوئی ٹھکانہ نہیں اگر کچھ سہارا ہے (۲) تو حضور کے رحم وکرم کا۔ اسی کو استغفار کہتے ہیں۔ اور عہد کیا ہے سو آج وہ گناہ نہ ہونے پائیں۔ اس سے اگر اسی دن تمام گناہ یکلخت نہ چھوٹ جائیں تو کمی تو ہو ہی جائے گی۔ غرض یہ تدابیر ایسی ہیں کہ چند ہی روز کرنے سے آدمی معاصی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اللھم وفقنا۔

(وعظ میرٹھ شریعت و طریقت ص ۱۴۳ بصائر حکیم الامتؒ ص۳۵۲)

زھد

آیات مقدسہ

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے: لکیلا تأسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما

اتا کم۔ "تا کہ نہ افسوس کرو فوت ہوئی چیز پر اور خوشی سے نہ اترا جاؤ۔"

(الحدید آیت ۲۳)

(۲) وتأکلون التراث اکلاً لماo وتحبون المال حبًا جمّاo

(الفجر آیت نمبر ۱۹ ۲۰)

"تم لوگ میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھاتے ہو اور مال سے بے پناہ محبت کرتے ہو۔"

ف: ظاہر ہے کہ جو شخص فقر پر راضی ہو وہ اسطرح اندھا دھند کام نہیں کر سکتا اور جو شخص زاہد ہو اسکو اس کی طرف التفات بھی نہیں ہو سکتا۔ (خطبات الاحکام ص ۱۳۳)

احادیث مبارکہ

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) اول صلاح هذه الامة اليقين والزهد واول فسادها البخل والا مل (رواه البيهقي في شعب الايمان) "اول بہتری اس امت کی یقین ہے اور زہد اور اول بگاڑ اس امت کا بخل اور طول امل ہے۔"

(۲) اذا رايتم العبد يعطىٰ زهد في الدنيا وقلة منطق فاقتربوا منه فانه يلقى الحكمة (رواه البيهقي) "جب تم ایسے آدمی کو دیکھو جس کو دنیا سے بے رغبی اور کم گوئی کی عادت دی گئی ہو تو اس کے پاس رہا کرو کیونکہ اس کو حکمت اور دانائی کا القاء کیا جاتا ہے۔"

(۳) ازهد في الدنيا يحبك الله وازهد في ما عند الناس يحبك الناس .

(رواه الترمذي وابن ماجه)

"تو دنیا سے بے رغبت رہ اللہ تعالیٰ تجھ کو دوست رکھے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بھی بے رغبت رہ تو وہ لوگ بھی تجھ کو دوست بنالیں گے۔"

ماہیت

(۱) ہمیشہ گناہوں سے بچنا۔

کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اس سے بہتر چیز کی طرف مائل ہونا مثلاً دنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا۔ (تعلیم الدین)

حقیقت

حضرت سفیانؒ نے فرمایا کہ زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی موٹا اور سخت کپڑا پہننا نہیں ہے اور نہ روکھا سوکھا کھانا ہے بلکہ اصل زہد ہوس کا کم کرنا ہے۔ (خطبات الاحکام ص ۱۳٤)

زہد ترک لذات کا نام نہیں

زہد ترک لذات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیل مقصود ہے اس میں انہماک نہ ہو کہ رات دن اس کی فکر ہے کہ یہ چیز پکنی چاہئے وہ چیز منگانا چاہئے۔ غرض یہ کہ نفیس نفیس کھانوں، کپڑوں کی فکر میں رہنا منافی زہد ہے ورنہ بلا تکلف و بلا اہتمام (۱) لذات میسر ہو جائیں تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے۔ شکر کرنا چاہئے۔ بہت کم کھانا بھی زہد نہیں ہے، نہ مقصود ہے اسکے کم کھانے سے خدا تعالیٰ کے خزانہ میں کوئی فراوانی نہ ہو جائے گی۔ یہ نہ ہوگا کہ بھائی بڑے خیر خواہ سرکار ہیں کہ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے۔ لیکن اتنا بھی نہ کھائے کہ پیٹ میں درد ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا مذاق یہ تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے لیکن اس سے کام بھی لے۔ میرا یہ خیال ہے کہ۔

مزدور خوش دل کند کار بیش (۲)

(کمالات اشرفیه ص۹۰) معارف امدادیه ص٦٤)

زہد کیلئے صرف تقلیل لذات کافی ہے

زہد کے لئے صرف تقلیل لذات (۳) کافی ہے ترک لذات ضروری نہیں۔ کیونکہ سب سے بڑھ کر الذ الاشیاء (۴) وقاع ہے۔ اگر ترک لذات لازم ہوتا تو حضورﷺ ضرور نکاح

---

(۱) حضورﷺ نے جتنے نکاح کئے وہ تقلیل لذات ہی میں داخل ہیں کیونکہ آپ میں اتنی قوت تھی جو ایک سو بیس عورتوں کو اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو ساٹھ عورتوں کو کافی تھی۔ تو آپ کا اس پر صبر فرمانا تقلیل لذات ہی ہے۔ (تقلیل الکلام ص۹)

(۲) خوش دل مزدور زیادہ کام کرتا ہے۔ (۲) لذات کا کم کرنا۔ (۴) مزے دار چیزوں سے بچنا۔ (۵) مصروف ہونا۔

ترک کرتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ زہد کیلئے ترک لذات ضروری نہیں۔ (البدائع ص ١١٤ ١٣٤)

مال کے ساتھ زہد وتوکل بھی جمع ہوسکتا ہے

مال جمع کرنے کے ساتھ بھی زہد وتوکل ہوسکتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مال کے ساتھ دل نہ لگائے اور ضرورت سے زیادہ درپے نہ ہو پس یہ زہد ہے۔ اور اگر بدوں طلب انہاک ضرورت سے زیادہ (١) سامان حق تعالیٰ عطا فرماویں تو یہ بھی زہد (٢) کے خلاف نہیں اور توکل یہ ہے کہ اسباب کو مؤثر نہ سمجھے نہ ان پر اعتماد کرے بلکہ حق تعالیٰ پر نظر رکھے اور ہر چیز کو ان ہی کی عطا سمجھے۔ اس کیلئے ترک اسباب اور ترک ملازمت ضروری نہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص ٣٥)

طریق تحصیل: دنیا کے عیوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو اور آخرت کے منافع اور بقاء کو یاد کرے اور سوچے۔ (تعلیم الدین ص ١١٢)

توحید

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

(١) واللہ خلقکم وما تعملونo (الصفت آیت ٩٦)

ترجمہ: حالانکہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو پیدا کیا۔"

(٢) وما تشائون الا ان یشاء اللہ رب العلمینo" (التکویر آیت ٢٩)

ترجمہ: اور تم بدوں خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔

(٣) یٰآیھا الناس اذکروا نعمۃ اللہ علیکم ھل من خالق غیر اللہ یرزقکم من

---

(١) مصروف ہونا۔ (٢) حضرت سفیان ثوریؒ اس درجہ کے زاہد تھے کہ ان کے پاس ہارون الرشید کا خط آیا تو لکڑی کھول کر پڑھا اور فرمایا تھا کہ اس خط کو ظالم کا ہاتھ لگا ہے مگر باوجود اس کے وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں کچھ مال رکھنا مصلحت ہے کیونکہ اگر ناداری کی حالت میں ضرورت پڑے تو مضطر ہوکر پہلے دین ہی کو تباہ کرے گے اس واسطے تنخواہ ضرور لے۔ کچھ بچ جائے تو اس کو جمع کرتا رہے۔ (الکلام الحسن)

السماء و الارض ج لا اله الا هو ج فانّی تؤفکون ٥ ''اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر (ہوئی) ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس تم کہاں الٹے جارہے ہو۔''

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوک الا بشیئ قد کتبه الله لک ولو اجتمعوا علی ان یضرک بشیئ لم یضروک الا بشیئ قد کتبه الله علیک (رواه احمد و الترمذی)

''جان لو کہ اگر سب کے سب متفق کو جائیں اس پر کہ تم کو کچھ نفع پہنچائیں ہرگز نفع نہ پہنچائیں گے مگر اس چیز کا جو اللہ نے تمہارے لئے رکھ دی ہے اور اگر سب کے سب متفق ہو جائیں اس پر کہ تم کو کچھ ضرر پہنچائیں گے ہرگز ضرر نہ پہنچائیں گے مگر اسی چیز کا جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔''

(۲) المؤمن القوی خیر واحب الی الله من المؤمن الضعیف وفی کل خیر احرص من علی ما ینفعک واستعن بالله ولا تعجز وان اصابک شیئ فلا تقل لو انی فعلت کذا ولکن قل قدر الله وما شاء فعل فان لو تفتح عمل الشیطان.

(رواه احمد و الترمذی)

''مومن قوی مومن ضعیف سے بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے اور ہر ایک میں بھلائی اور خیر ہے۔ جو چیز تم کو نفع دے اس کی حرص کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور عاجز مت بنو اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو یوں مت کہہ کر کہ اگر میں یوں کرتا تو یوں ہو جاتا۔ لیکن یوں کہا کر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا کر دیا ہے اور جو چاہتا ہے کر دیتا ہے کیونکہ اگر (یعنی یوں کہنا کہ اگر یوں کرتا تو یوں ہو جاتا) شیطان کے کام کھول دیتا ہے۔''

ماہیت: یہ یقین کر لینا کہ بدوں ارادہ خداوندی کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

(تعلیم الدین ص ٦٥)

کار (۱) ساز مابہ سازد کار ما　　فکر ما در کار ما آزار ما

مؤحد چہ برپائے ریزی زرش　　چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش

امیدو ہراسش نباشد زکس　　ہمیں است و بنیاد توحید بس

غلبہ وحدت الوجود سے اصل مقصود صرف یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کو مقصود نہ سمجھے۔ سو یہ بات بدوں میں غلبہ کے بھی حاصل ہو سکتی ہے جیسا کہ ائمہ مجتہدین وغیرہ کو حاصل تھی۔ یہ ضرور ہے کہ اگر غیر حق کے وجود سے بھی قطع نظر ہو جائے گی تو یہ مقصود سہولت سے حاصل ہو جائیگا۔ یہ بات کہ توحید وجودی توحید مطلوب کا کوئی درجہ نہیں آج ۶۵ سال کے بعد معلوم ہوئی ورنہ اب تک میں بھی اسکو توحید کی ایک قسم سمجھتا تھا۔ آج غلطی منکشف ہوئی جس پر میں بے حد مسرور ہوں۔

(ارضاء الحق حصہ دوم ص۶۲)

تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں　　تیرے سوا موجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

کون ومکاں میں لائق سجدہ تیرے سوائے نور مبیں　　کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اس برتر و بالا ہستی کے بارے میں عارف شیرازی نے خوب کہا ہے:

اے برتر (۲) از خیال و قیاس و گماں وہم　　وز ہر چہ گفتہ اند شنیدم و ماندہ ایم

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر　　ماہمچناں در اول و صف تو ماندہ ایم

حضرت بایزید بسطامیؒ کی حکایت

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پیٹ میں درد ہوا تو ارشاد فرمایا: ''رات کو ہم نے دودھ پیا تھا اس وجہ سے پیٹ میں درد ہو گیا۔'' مرنے کے بعد آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا

---

(۱) ہمارے کارساز حقیقی ہماری کام بناتے ہیں ہمارے کاموں میں ہماری سوچ و بچار ہماری اذیت کا باعث ہے۔ اللہ کو ایک ماننے والے مؤمن کے قدموں میں اگر سونے کا خزانہ بچھا دیا جائے یا اس کے سر پر تلوار رکھ دی جائے امید اور خوف اس کو سوائے خدا کے کسی سے نہیں ہوتا توحید کی بنیاد بس اسی پر ہے۔ (۲) اے وہ ذات عالی جو ہمارے خیال قیاس گمان وہم سے بلند ہے اور ہر چیز سے جسے ہم بولتے سنتے پڑھتے ہیں ہم نے تمام دفتر پوری عمر میں چھان مارا لیکن جس طرح ہم پہلے وصف اول میں تھے اب بھی وہیں ہیں۔ (۳) دودھ والی رات۔ (۴) مغرور نہ ہو توحید خدا اللہ کو ایک دیکھنا ہے نہ کہ ایک کہنا۔ (۵) توحید یہ ہے کہ خلوت اور جلوت میں غیر اللہ سے تعلقات قطع کریں۔

تو پوچھا کہ کیا معاملہ ہوا؟ تو فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے فضل وکرم سے بال بال مغفرت فرما دی۔ مرنے کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا گیا تو ارشاد ہوا بایزیدؒ دنیا سے کیا لائے؟ مجھے اپنے اعمال تو حق شانہٗ کے سامنے ہیچ نظر آئے عرض کیا تیری توحید پر پختہ ایمان و یقین لایا ہوں۔'' ارشاد ہوا کیا لیلۃ اللبن (۱) والا واقعہ یاد نہیں: ۔

مغرور(۲) مشو کہ توحید خدا واحد دیدن بود نہ کہ واحد گفتن

توحید کی حقیقت عملی

حضرت شاہ غوث علی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر سکرات کے وقت یہ شعر جاری تھا: ۔

چیست (۳) توحید آنکہ از غیر خدا فرد آئی در خلا و درملا

شعر کا مطلب یہ ہے کہ توحید صرف اس کا نام نہیں کہ زبان سے اللہ کے ایک ہونے کا اقرار لیا بلکہ عملی زندگی پر اس کا یہ اثر ہونا چاہئے کہ جلوت وخلوت میں صرف ایک اللہ ہی سے واسطہ اسی سے تعلق اسی سے امید وبیم رہے۔'' (مجالس حکیم الامتؒ ص ۱۸۶)

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

طریق تحصیل: مخلوق کی عجز اور خالق کی قدرت کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

(تعلیم الدین ص ۱۱۳)

توکل

توکل کرنے کی فضیلت

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

(۱) فاذا عزمت فتوکّل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین (آل عمران)

---

(۱) دودھ والی رات۔ (۲) مغرور نہ ہو توحید خدا اللہ کو ایک دیکھنا ہے نہ کہ ایک کہنا۔ (۳) توحید یہ ہے کہ خلوت اور جلوت میں غیر اللہ سے تعلقات قطع کریں۔

ترجمہ: پھر (مشورہ لینے کے بعد) جب آپ ﷺ ایک جانب رائے پختہ کرلیں تو خدا تعالیٰ پر اعتماد کر کے اس کام کو کر ڈالا کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے (جو خدا تعالیٰ پر اعتماد رکھیں) محبت فرماتے ہیں۔

ف: اس سے بڑھ کر اور کیا دولت ہوگی کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والوں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے اور جس شخص سے خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والوں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے اور جس شخص سے خدا تعالیٰ کی محبت ہو اس کی فلاح میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل کے ساتھ تدبیر کا بھی حکم ہے۔ کیونکہ مشورہ تو تدبیر ہی کیلئے ہوتا ہے البتہ تدبیر پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے بلکہ تدبیر کر کے خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

(۲) ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ؕ (الطلاق)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام بنانے کیلئے کافی ہے۔ (اور یہ کام بنانا عام ہے خواہ ظاہراً ہو یا صرف باطناً)

ف: دیکھئے توکل پر کیسا عجیب وعدہ فرمایا ہے اور اصلاح باطناً اس وقت تو معلوم نہیں ہوتی مگر بہت جلد سمجھ میں آ جاتی ہے۔

(۳) قل لن یصیبنآ الا ما کتب اللہ لنا ج ھو مولٰنا ج وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون o قل ھل تربصون بنآ الآ احدی الحسنیین ط (التوبہ آیت ۵۱،۵۲)

آپ فرما دیجئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے۔ وہ ہمارا مالک ہے (پس مالک حقیقی جو تجویز کرے بندے کو اس پر راضی رہنا واجب ہے اور ہماری کیا تخصیص ہے) اللہ کے تو سب مسلمانوں کو سب کام سپرد رکھنے چاہئیں (دوسری بات یہ) فرما دیجئے کہ ہمارے لئے اچھی حالت بہتر ہے ایسے ہی سختی کی حالت باعتبار انجام کے بہتر ہے کہ اس میں درجات بڑھتے ہیں اور گناہ معاف ہوتے ہیں، پس تم ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری کے منتظر رہو۔

ف: اس سے ثابت ہوا کہ توکل کا اثر یہ ہے کہ اگر اس کو ناگواری بھی پیش آئے تو اس سے

بھی پریشانی نہیں ہوتی بلکہ اس کو بھی بہتری سمجھتے ہیں کہ اگر دنیا میں بھی اس کا ظہور نہ ہوتو آخرت میں ضرور ہوگا جو ہمارا اصلی گھر ہے اور وہی بھلائی ہمیشہ کام آنے والی ہے۔

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) واذا سالت فاسئل اللہ فاذا ستعنت فاستعن باللہ.

(رواہ احمد والترمذی)

ترجمہ: ''اور جب مانگو کچھ تو اللہ سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ سے۔''

(۲) وعن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ ان قلب ابن ادم بکل واد شعبة فمن اتبع قلبه الشعب کلها لم یبال اللہ بای واد هلکه ومن توکل علی اللہ کفاہ الشعب. (رواہ ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا دل (تعلقات کے) ہر میدان میں شاخ شاخ رہتا ہے۔ سو جس نے اپنے دل کو ہر شاخ پیچھے ڈال دیا اللہ تعالیٰ پرواہ بھی نہیں کرتا خواہ وہ کسی میدان میں ہلاک ہو جائے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ سب شاخوں میں اس کیلئے کافی ہو جاتا ہے (یعنی اس کو پریشانی اور مشکلیں نہیں ہوتیں۔''

(۳) عن انس بن مالک رضی اللہ عنه یقول قال رجل یا رسول اللہ ﷺ اعقلها واتوکل او اطلقها واتوکل؟ قال اعقلها وتوکل یعنی الناقه

(رواہ ترمذی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی کو فرمایا کہ اونٹ کو باندھ کر توکل کر۔'' (ترمذی)

ف: یعنی توکل میں تدبیر کی ممانعت نہیں، ہاتھ سے تدبیر کرے دل سے اللہ پر توکل کرے اور تدبیر پر بھروسہ نہ کرے۔ (حیوۃ المسلمین)

توکل کی حقیقت

صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتماد کرنا (تعلیم الدین ص ۱۱۳) توکل کی حقیقت وہی ہے جو توکیل یعنی وکیل بنانے کی ہے۔ وکیل بنانے کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کام کو خود نہیں سمجھ سکتے اس کو دوسروں کو سپرد کر دیا جاتا ہے کہ اس کے بتلانے کے موافق کرتا رہے لہذا بس توکل یہی ہے کہ خدا کے سپرد کام کر کے تدبیر کریں اور جو وہ بتلائیں کرتے جائیں یعنی شریعت کے اصول کو پیش نظر رکھ کر ہر کام میں اسباب کے ماتحت کوشش کریں۔

(شریعت و تصوف ص ۱۷۲٬ ۱۷۳)

اس بات کا اعتقاد ہر مسلمان کو ہے جو کچھ عالم میں ہوتا ہے سب مؤثر حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ہوتا ہے اور اسباب کا تعلق مسببات سے محض ظاہری تعلق ہے۔

اعتقاداً سب مسلمان متوکل ہیں

کوئی بھی مسلمان اس اعتقاد سے خالی نہیں ہے اور اگر خالی ہو تو وہ مسلمان نہیں کافر ہے۔ متوکلین کی حالت باعتبار توکل کے تمام احوال میں یکساں نہیں دیکھی جاتی، حالانکہ توکل کا اقتضاء تو یہ ہے کہ تما احوال میں حق تعالیٰ پر یکساں نظر ہو لیکن ان کے مختلف احوال میں بڑا فرق دیکھا جاتا ہے اور اس میں فرق کا احساس خود ان کو بھی نہیں ہوتا اور وہ فرق یہ ہے کہ اسباب کے ترک میں جتنی ان کی نظر حق تعالیٰ پر ہے۔

اسباب اختیار کرنے کے باوجود تمام احوال میں نظر حق تعالیٰ کی طرف ہونا چاہئے

اس قدر اسباب کے اختیار کرنے کی صورت میں تفویض الی الحق یکساں ہونا چاہئے کیونکہ جب توکل کی حقیقت تفویض الی الحق ہے تو وہ اختیار اسباب اور عدم اختیار اسباب دونوں میں یکساں ظاہر ہونا چاہئے۔ (التوکل ص ۳۰)

توکل میں ترک اسباب کے اقسام اوران کا حکم

توکل خاص جو بمعنی ترک اسباب ہے اور اسباب کی ۳ قسمیں ہیں۔

(۱) اسباب قطعیہ: اس کا ترک حرام ہے۔ مثلاً کھانا پینا' سونا وغیرہ۔ اگر کسی نے یہ اسباب (۱) ترک کر دیئے اور مر گیا تو گنہگار ہوگا۔ پھر جس طرح ترک اسباب ناجائز ہے اسی طرح اسباب میں ایسا انہماک ناجائز ہے کہ جو ملے کھا جائے نہ حرام کی تمیز کرے نہ حلال کی۔ ایسے امور میں اسی توسط کا نام توکل ہے (یعنی کھانے پینے میں اعتدال) کسی قدر تقلیل رکھے۔

(۲) اسباب ظنیہ: اسباب ظنیہ کا ترک بشرط قوت نفس مندوب (۲) یعنی ایسے اسباب کہ مسبب ان پر بلا اسباب کے بھی مرتب ہو جاتا ہے جیسے کسب مال کے ذرائع تحصیل مال کے لئے کہ مسبب ان ذرائع پر موقوف نہیں بلا ان اسباب کے بھی بکثرت ترتیب ہو جاتا ہے ایسے اسباب میں توکل یہ ہے کہ اگر اپنے میں قوت پائے اور پریشانی نہ ہو تو ترک دنیا ناجائز نہیں ہے۔

صوفیائے کرام توکل سے مراد اسباب ظنیہ کا ترک لیتے ہیں اور قرآن مجید واحادیث میں جہاں توکل کا امر ہے اس سے کہیں یا تو تقلیل یا ترک اسباب ظنیہ مراد ہے اور کسی جگہ ترک اسباب وہمیہ مقصود ہے۔

(۳) اسباب وہمیہ: اسباب وہمیہ کو مسبب کا مرتب ہونا ان پر بہت بعید ہے جیسا دور دراز کا سامان کرنا کہ فلاں جگہ سے روپیہ مل جائے تو جائیداد خریدوں گا اور اس جائیداد کی آمدنی سے ایک تجارت کا کارخانہ کھولوں گا۔ اس کے بعد فلاں کام کروں گا۔ یہ سوچ کر ان اسباب میں ایسا مشغول ہو کر حلال وحرام کی بھی تمیز نہ رہے اسلئے اسباب وہمیہ کا ترک واجب ہے۔

(التوکل ص ۲۹ ' ۳۰ ملخصا)

---

(۱) اسی طرح اسباب دینیہ جن کے اختیار کرنے سے کوئی دینی نفع حاصل ہوا اسکا ترک کرنا محمود نہیں' بلکہ کہیں گناہ اور کہیں خسران وحرمان ہے بلکہ اگر وہ امر دین واجب ہے تو اس کے اسباب اختیار کرنا واجب اور مستحب ہے اور یہ ترک اسباب شرعاً توکل نہیں۔ اور اگر لغۃً توکل کہا جائے تو یہ توکل مذموم ہے۔ (الکشف ص ۲۷)

(۲) مگر اس توکل مستحب کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ فطرتاً قوت قلب اور حقوق واجبہ کی ضرورت نہ ہوتا یا اہل حقوق کا بھی ایسا ہی ہونا۔ (عبادۃ الرحمن اشرف السوانح ج:۳ ص:۶۰)

توکل کے تین ارکان

(۱)معرفت: یعنی توحید حق جس کا اقرار کلمہ توحید سے ہوتا ہے کہ سوائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے کوئی قادر مالک رزاق اور حمد وثناء کے لائق نہیں، جس نے صدق دل سے اس اقرار کر لیا (صدق دل کے یہ معنی ہیں کہ اس اقرار کے معنی قلب پر ایسے غالب آجائیں کہ دوسرے مضمون کی اس میں گنجائش نہ رہے) تو اس میں توکل کی حالت ضرور پیدا ہوگی۔

(۲)حال: یعنی اپنے سب کام خدا کے حوالے کر دو۔ اور قلب کو مطمئن رکھو (جس طرح کوئی شفیق اور خیر خواہ وکیل کو اپنی طرف سے عدالت میں وکیل بنا کر مطمئن اور بے فکر ہو جاتے ہیں)

(۳)اعمال: توکل محنت مزدوری، دوا علاج یا کسب چھوڑ دینے کا نام نہیں۔ بلکہ شرعاً ان اسباب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ ان اسباب کو اختیار کر کے توکل کی دو صورتیں ہیں۔

(۲) یہ خیال رکھے کہ طعام اور ہاتھ خدا کے دیئے ہوئے ہیں اور کھانے کی قدرت بھی اسی کی دی ہوئی ہے۔ اسی طرح بیوی اور نطفہ اور جماع کی طاقت سب اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

(۳) پھر ان اسباب پر دل سے بھروسہ نہ رکھے بلکہ خالق ہی پر بھروسہ رہے کیونکہ اسباب پر بھروسہ کرنا غلط ہے۔ کیا معلوم ابھی ہاتھ پر فالج کا اثر ہو جائے یا مثلاً کھانا زمین ہی پر گر پڑے یا بیج کو کیڑا لگ جائے یا اوس پڑ جائے یا گرمی کھا جائے تو مقصود کی صورت نظر نہ آئے۔

پس ان دو صورتوں کا یقین رکھ کر اسباب اختیار کرنا اور اس میں سعی و کوشش کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ (تبلیغ دین اردو ص ۲۵۴، ۲۵۵)

توکل مطلوب

توکل مطلوب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اعتقاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا جو وہ چاہیں گے وہی ہوگا۔ اور خلاف شرع تدبیر نہ کرو۔ واللہ تم متوکل ہو۔

(انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲۲۳)

مشورے کے بعد حاکم کو توکل کرنا چاہئے

مشورے کے بعد حاکم کی رائے جس طرح قائم ہو جائے اس کو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا چاہئے اور خدا پر نظر رکھنی چاہئے۔ وہ ایک آدمی کی رائے پر غالب کر سکتے ہیں۔

(انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲۳۱)

توکل اور تفویض کا فرق

توکل: بعض کیلئے تدبیر ظنی کو ترک کرنا ہے کہ تدبیر غیر مباح کو اور انہماک فی التدابیر المباح کو ترک کردے۔ اور تفویض یہ کہ اس کے بعد اگر تدبیر میں ناکامی ہو یا واقعہ تدبیر سے تعلق ہی نہ رکھتا ہو جیسے غیر اختیاری مصائب' تو حق شانہ پر اعتراض نہ کرے۔ حقیقت تفویض کی توکل کا اعلیٰ درجہ علیا کا اثر رضا ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۲ ص ۴۸۵)

اسباب کے ترک کا سوال توکل کی خامی کی دلیل ہے

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ نے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ حضرت! میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں! حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا: ابھی تو پوچھ ہی رہے ہو' پوچھنا دلیل تردد کی ہے اور تردد دلیل کی خامی کی ہے اور خامی میں نوکری چھوڑنا مناسب نہیں۔ (کمالات اشرفیہ ص۳۸' معارف امدادیہ ص ۴۰)

توکل کے ساتھ دعا کا جمع کرنا کمال ہے

جو بندہ حق تعالیٰ کی حکمت کو سمجھ گیا اور اس کے حکیم ہونے کا اسے یقین کامل ہو گیا اس نے سب کاموں کو خدا پر چھوڑ دیا۔ اسی حال کا مبالغہ ہے کہ بعض بزرگوں نے دعا بھی چھوڑ دی لیکن سنت یہی ہے کہ حال تو وہی ہو اور پھر دعا کرے۔ ہے بڑا مشکل کام دونوں کو جمع کرنا لیکن کمال یہی ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۲۸)

طریق تحصیل: حق تعالیٰ شانہٗ کی عنایتوں اور اپنی گذشتہ کامیابیوں کا یاد کرنا اور سوچنا۔

(تعلیم الدین ص ۱۱۳)

محبت

(۱) والذین امنوا اشد حبا للہ ط (البقرۃ آیت : ۱٦۵)

''اور جو مومن ہیں انکو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔''

ف: (نمبرا) اس میں دلالت ہے کہ مطلق محبت غیر اللہ کی محبت الٰہیہ کے منافی نہیں (جیسا کہ لفظ اشد سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی درجہ میں دوسرے کی محبت ہے)۔

(مسائل السلوک بیان القرآن ص ۵۲)

نمبر۲: اس آیت کی رو سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کے ساتھ اسکی شدت بھی ہر مومن (۱) میں پائی جاتی ہے۔ ضعف محبت کسی مسلمان میں پایا نہیں جاتا اور نہ پایا جا سکتا ہے کیونکہ شدت محبت کی نفی سے ایمان کی بھی نفی ہو جائے گی تو اس اعتبار سے مراتب کا اختلاف شدت بلکہ اشدیت ہی میں رہا کہ کسی کو اشد محبت ہے اور کسی کو اشد سے بھی اشد۔

(المحبت ص ۵)

(۲) یٰۤاَیھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہٗ۔ (المائدہ آیت ۵٤)

''اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور انکو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی۔

ف: آیت مذکورہ میں نہایت عظیم الشان اور قابل اعتبار قوم کی جو پہلی صفت بیان کی گئی کہ خدا کو ان سے محبت ہوگی اور ان کو خدا تعالیٰ سے۔ اس سے صفت محبت کا سب سے زیادہ مہتم بالشان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین میں محبت ہی اساس ہے راس ہے جڑ ہے اصل اور بنیاد ہے۔ جب یہ بات ہے تو اے صاحبو! آپ نے کیا کوشش کی اپنے اندر محبت پیدا کرنے کی۔ (طریق القلندر ص ۳۳)

---

(۱) اگر محبت کی بالکل نفی کی جائے گی تو اس کے ساتھ ایمان کی بھی نفی کرنی پڑے گی۔

احادیث مبارکہ

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) من احب لقآء الله احب الله لقاءہٗ ومن کرہ لقآء الله کرہ الله لقاءہٗ.

(متفق علیه)

''جو شخص دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو۔ اور جو شخص اللہ شانہٗ کی ملاقات کو برا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو برا سمجھتے ہیں۔''

(۲) اللّٰھم انی اسئلک حبّک وحب من یحبّک والعمل الذی یبلغنی حبک. (رواہ الترمذی)

''اے اللہ میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور اسکی محبت مانگتا ہوں جو تجھے محبوب رکھتا ہو اور وہ عمل مانگتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ میرے لئے اپنی محبت کو میری جان اور مال اور اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔

۳: اللھم اجعل حبّک احبّ الاشیاء الیّ وجعل خشیتک اخوف الاشیاء عندی واقطع عنی حاجات الدنیا بالشوق الی لقآئک واذا اقررت اعین اهل الدنیا من دنیا هم فاقر رعینی من عبادتک

(الحزب الاعظم ملا قادریؒ)

''اے اللہ میرے لئے اپنی محبت کو تمام چیزوں کی محبت سے مرغوب تر کر دیجئے اور ڈر کر میرے نزدیک تمام چیزوں سے زیادہ خوفناک دیجئے اور اپنی ملاقات کا شوق دے کر دنیا کی تمام حاجتیں مجھ سے قطع کر دیجئے اور جبکہ آپ نے اہل دنیا کی آنکھیں ان کی دنیا سے ٹھنڈی کی ہیں تو میری آنکھ اپنی عبادت سے ٹھنڈی کر دیجئے۔

ماہیت: طبیعت کا مائل ہونا ایسی چیز کی طرف جس سے لذت حاصل ہو یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے تو اسکو عشق کہتے ہیں۔ (تعلیم الدین ص ۱۱٤)

مستحق محبت صرف حق سبحانہٗ کی ہی ذات ہے

درحقیقت خدا تعالیٰ ہی مستحق محبت ہیں اور یہ ایسی ظاہر بات ہے کہ شریعت کے علاوہ عقل بھی اس کا فتویٰ دیتی ہے اس لئے کہ محبت کے تین سبب ہوا کرتے ہیں یا تو یہ کوئی شخص ہم پر احسان کرتا ہو اور اس کے احسان کی وجہ سے ہم کو اس سے محبت ہو اور اسکے حسن و جمال کی وجہ سے اس کی طرف میلان خاطر ہو یا یہ کہ اس میں کوئی کمال سمجھا جاتا ہو اور وہ کمال باعث محبت ہو جیسے حاتم طائی سے اس کی سخاوت کے سبب اور رستم سے اس کی قوت کے سبب یا کسی عالم فاضل سے اس کے علم وفضل کے سبب محبت ہوتی ہے۔ اب غور کیجئے کہ ان تینوں وجوہ محبت میں سے کوئی ان کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ سب اس مخلوق ومملوک ومحتاج ہیں جمال ان کا اس حد تک ہے کہ کسی کو حاصل ہونا ممکن ہی نہیں۔ انہی کے حسن و جمال کے فیض سے حسین وجمیل بنے بیٹھے ہیں۔

چہ باشد آں نگار خود(۱) کہ بندایں نگا رہا

علیٰ ہذا صاحب کمال اتنے ہیں کہ علم کامل انہی کو ہے۔ نیز ہر صفت کمال علیٰ وجہ الکمال ان ہی میں پائی جاتی ہے تو انعام ونوال اور حسن و جمال اور فضل وکمال ہر طرح سے عقلاً ونقلاً ان ہی میں ہے پس وہی مستحق محبت ہیں۔ (آثار المحبت ص ۲۰٬ ۲۱)

حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت عقلی ضرور ہونا چاہئے!

محبت کی دو قسمیں ہیں محبت طبعی (۱) اور محبت عقلی (۲)۔ محبت طبعی اختیاری نہیں اس کا حدوث و بقاء(۲) بالکل غیر اختیاری ہے اور امر غیر اختیاری پر بعض اوقات دوام نہیں ہوتا بخلاف محبت عقلی کے کہ اس کا حدوث و بقا اختیاری ہے تو اس پر دوام بھی ہوتا ہے اس لئے محبت عقلی افضل و راجح(۳) ہے۔ محبت طبعی کا منشاء جوش طبیعت ہے اور جوش ہمیشہ نہیں رہا کرتا۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ جس محبت کا امر ہے وہ حب عقلی ہے نہ کہ طبعی۔ اس لئے نصوص میں جب طبعی عشق کا عنوان کہیں مذکور نہیں بلکہ جا بجا حب کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حب طبعی

---

(۱) وہ حسین خود کیسا ہوگا جس کے پیدا کئے ہوئے نقش و بندھن کتنے حسین ہیں۔ (۲) پیدائش وجود اور باقی رہنا۔ (۳) برتر اور فائق۔

مطلوب نہیں، بالکل حب عقلی مطلوب ہے۔ (اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے کمالات کے بارے میں سوچے جن میں سے چند سابقہ سرخی میں ذکر ہوئے اور چونکہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے حب عقلی نہیں ہوسکتی اور چونکہ محبوب حقیقی کے کمالات ختم نہیں ہوسکتے اس لئے اس کی محبت بھی ختم نہ ہوگی ہمیشہ باقی رہے گی۔)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ حب عقلی والوں (یعنی کاملین) میں حب طبعی نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ غلبہ حب عقلی کو ہوتا ہے باقی جن پر حب عقلی کا غلبہ ہوتا ہے بعض اوقات ان میں محبت طبعیہ بھی اوروں سے زیادہ ہوتی ہے مگر حب عقلی غالب ہونے سے جوش دبا رہتا ہے بہر حال کاملین تو حب عقلی اور طبعی دونوں کے جامع ہوتے ہیں مگر ان میں غلبہ حب عقلی کو ہوتا ہے اور یہ گو کمال نہیں مگر محمود ضرور ہے اور جو دونوں سے کورا ہے وہ خطرہ میں ہے۔

(العید و الوعید ملخصاً)

حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت عقلی فرض ہے

طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جس سے لذت حاصل ہو (اسے محبت کہتے ہیں) یہی میلان اگر قوی ہوجاتا ہے تو اسکو عشق کہتے ہیں۔ محبت کا یہ درجہ طبعی ہے اور غیر مامور یہ ہے مگر نعمت ہے اور وہبی ہے پھر اس میلان کے آثار میں سے رضاء محبوب کو رضائے غیر محبوب پر ترجیح دینا ہے یہ محبت عقلی ہے جو فرض اور واجب ہے۔ پھر اس ترجیح کے باعتبار محل اقسام ہیں چنانچہ ایک قسم ایمان کو کفر پر ترجیح دینا ہے اور یہ محبت کا ادنیٰ درجہ ہے بدوں اس کے بندہ مؤمن نہیں ہے اور دوسرے اقسام میں دوسرے احکام کو غیر احکام پر ترجیح دینا ہے اور احکام کے درجات کے اعتبار سے اس کے درجات ہیں کوئی اوسط اور کوئی واجب کوئی اعلیٰ و مستحب۔

(کمالات اشرفیه ص۲۱ بصائر حکیم الامت ص ۳٤٦)

محبت کے بغیر اعمال کم جان ہیں

محبت کی مثال بھاپ کی سی ہوسکتی ہے دیکھو گاڑی دھکیلنے سے بھی چل سکتی ہے لیکن اس

کی رفتار برائے نام ہوگی اور انجن میں آگ سلگا کر بھاپ تیار کی جائے تو یہی ریل گاڑی پہلے سے کئی گنا زیادہ فاصلہ چند منٹوں میں طے کریگی۔

اسی طرح اعمال صالحہ نماز روزہ حج زکوٰۃ تقویٰ اور طہارت کی مثال بدوں محبت حق شانہٗ کے ہے یعنی ہر عمل بے روح یعنی کم جان ہے گو بالکل بے جان نہیں۔ اس کی رفتار ایسی ہے جیسے ٹھیلہ کی۔ ٹھیلہ دھکیلنے کے لئے اول تو نیچے اترنا پڑتا ہے اور پھر بہت زور لگانا پڑتا ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ایک انجن گاڑی اس شخص کو دی جس کی کلیں بہت اچھی اچھی ہیں بھاپ بنانے کے لئے سب سامان دیا' کوئلہ بھی پانی بھی' دیا سلائی بھی۔ مگر آگ سلگائے کون اور بھاپ بنائے کون اس کی سستی کی وجہ سے ہاتھ پاؤں کو حرکت دینا گراں ہو رہا ہے۔ (یہاں بھی اعمال صالحہ کیساتھ محبت حق شانہٗ پیدا کرنے کی ضرورت ہے)۔

صنما رہ قلندر سزدار (۱) بمن نمائی — کہ دراز و دور دیدم رہ ورسم و پارسائی

''پس قلندر وہ ہے جس میں عمل اور محبت دونوں جمع ہوں اور جس کی یہ شان ہو۔

برکف جام (۲) شریعت برکف سنداں عشق — ہر ہوسنا کے نداند جام سنداں باختن

(طریق القلندر رطریق السمندر رص ۱۱' ۳۰)

شیطان کی گمراہی کا سبب

بقول محققین' شیطان اسلئے گمراہ ہوا کہ اسکو حق تعالیٰ سے ضابطہ کا تعلق تھا محبت و عشق (۳) نہ تھا اور ملائکہ میں عشق و محبت کا اثر موجود تھا اسلئے حکم کے ساتھ ہی فوراً سجدہ میں گر پڑے۔

محبت دافع وسوسہ ہے

حضرت محبت و عشق وہ چیز ہے کہ جب یہ دل میں گھس جاتی ہے تو پھر محبوب کے کسی قول

---

(۱) طریق زہد خشک بہت دور دراز کا راستہ ہے تجھے تو آپ طریق عشق میں چلائیے۔ (۲) ایک ہاتھ میں پیمانہ شریعت دوسرے ہاتھ میں عشق و معرفت کی بنائی ہر بولناک ایسا جام سنداں اسے پاس رکھنا نہیں جانتا۔ (۳) ورنہ اعمال تو وہ بھی کرتا تھا بقول خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق مرحوم۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ نہ کرنے سے — اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا (احقر قریشی غفرلہٗ)

وفعل میں کوئی شبہ اور وسوسہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲۳۱)

محبت کا مقتضا رضا و تفویض ہے

محبت کا مقتضاء یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے سارے تصرفات پر راضی رہے اپنی ساری تجویزوں کو فنا کردے دل لگنے نہ لگنے کا طالب نہ ہو لذت و ذوق کی ہوس نہ کرے بلکہ کام میں لگا رہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲۳۲)

حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت رکھنے کا طریقہ

سب سے پہلے اس کام کی پختہ نیت کرلیں کہ جیسے ہو خدا تعالیٰ کی محبت کرنی چاہئے۔ اس کے بعد گزشتہ گناہوں سے توبہ کیجئے اور آئندہ کیلئے اہتمام کر کے گناہوں کو چھوڑ دو۔ اول اول ضرور تکلیف ہوگی مگر انشاء اللہ پھر مدد ہوگی اور کام آسان ہو جائے گا۔ اس کو قرب میں بڑا دخل ہے دوسرے کسی اللہ والے سے تعلق رکھو۔ اس سے امراض قلبی کا علاج کراؤ اور اگر وہ بیعت کرلے تو بیعت بھی ہو جاؤ۔ تیسرے یہ کہ تھوڑا سا وقت ذکر کے لئے معین کرلو چاہے پندرہ منٹ ہی ہوں اور ذکر اس نیت سے کرو کہ دل میں محبت خداوندی پیدا ہو جائے۔

(وحدت الحب ص ۳۶)

(۴) کسی وقت تنہائی میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرو اور پھر اپنے برتاؤ پر غور کیا کرو کہ ان انعامات پر خدا تعالیٰ کے ساتھ ہم کیا معاملہ کر رہے ہیں۔ ان کی نعمتیں اور احسانات یاد کرنے سے بھی محبت پیدا ہوگی۔

(۵) خدا تعالیٰ سے محبت بڑھنے کیلئے دعا کیا کرو۔ (آثار المحبت ص ۲۳ ۲۴)

(۶) اعمال صالحہ کو صرف عادت جان کر نہ کرو بلکہ اس نیت سے کرو کہ اللہ آپ کی محبت پیدا ہو جائے۔ سو اس نیت سے عمل کرو پھر دیکھو انشاء اللہ کیسا اثر ہوتا ہے۔ (طریق القلندر ص ۳۱)

غرض اوراد اذکار نماز تلاوت وغیرہ جو نیک عمل کرے اسی نیت سے کرے کہ حق تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور اسکی رضا حاصل ہو۔

خلاصہ اعمال صالحہ کو خالی الذہن ہو کر بطور عادت کے نہ کرے اور جو کیفیت حضور حق کی اس عمل سے پیدا ہو اسکو بعد فراغ محفوظ رکھنے کا برابر خیال رکھے۔ ذہن اور دھیان کی اس طریق میں سخت ضرورت ہے۔ (انفاس عیسی ج ۲ ص ٥٦٦)

(۷) دنیا کے علائق (۱) کو قطع (۲) کرنا یعنی غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکالنا کیونکہ دو محبتیں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں۔ (تعلیم الدین) دنیا کی محبت ٹھکرا دے اللہ کی محبت لازم ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کے کمالات اور اوصاف کو سوچنے سے دل میں ان سے محبت ہوگی۔

(۹) حضور اکرم ﷺ کی سنت کا ہر امر ہر اہتمام کرے اللہ سے محبت قائم ہو جائے گی۔

قولہٗ تعالیٰ:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ط

یا اللہ ہم سب کو اپنی ذات عالی سے محبت نصیب فرما۔ آمین! ؎

یارب ایں قطرہ (۳) ایست محبت کہ من ازاں
یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

شوق

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

من کان یرجوا لقآء اللہ فان اجل اللہ لاٰت ۔ (العنکبوت آیت نمبر ٥)

۱: ''یعنی جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا امیدوار ہے تو اللہ کی مدت یعنی موت آنے والی ہے۔''

ف: اس میں اہل شوق کی تسلی ہے کما قال ابو عثمان الخیر قشیریہ.

(تعلیم الدین ص٦٦)

۲: یسبحون اللیل و النہار وہم لا یفترون ٥ (اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے

(۱) تعلقات۔ (۲) چھوڑنا۔ (۳) یا اللہ یہ محبت کا ایک قطرہ ایسا ہے کہ میں نے اس کے پانی کا ایک قطرہ پیا اور دریا کے برابر رویا۔

میں ارشاد فرمایا کہ) وہ شب و روز اس کی تسبیح کرتے ہیں اکتاتے نہیں۔

ف: اور عادتاً ایسا حال بدون شوق کے نہیں ہوسکتا۔ (خطبات الاحکام ص ۱۴۱).

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) واسئالک النظر الی وجھک والشوق الی لقائک.

''مانگتا ہوں تجھ سے زیارت تیرے وجہ مبارک کی اور شوق تیری ملاقات کا۔

(النسائی)

(۲) لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل به . (متفق علیه)

''تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کسی تکلیف کے سبب جو اس پر نازل ہو۔

ف: یہ قید لضر اس پر دال ہے کہ شوق الی القاء اللہ کے سبب جو موت کی تمنا ہو اس کی ممانعت نہیں اور یہ بے شمار بزرگوں سے منقول ہے۔

(التشرف بمعرفت احادیث التصوف)

چنانچہ عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں:

خرم آں روز کزیں منزل (۱) ویراں بروم
راحت جاں طلبم و زپے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے
تا درمیکدہ شاداں و غزل خواں بروم

اسی طرح ایک بزرگ نے وصیت کی کہ میرے جنازے کے ساتھ ایک شخص خوش الحانی کے ساتھ یہ شعر پڑھتا ہوا جائے:

مفلسا (۲) نیم آمدہ در کوئے تو شیئا اللہ از جمال روئے تو

(۱) وہ دن بہت اچھا ہوگا کہ اس ویرانہ مکان (دنیا) سے جاؤں جان کو آرام مل جائے اور محبوب کے دیدار کیلئے چلا جاؤں میں نے نذر کی ہے کہ اگر یہ دن نصیب ہو جائے تو خوش و خرم اور غزل پڑھتا ہوا جاؤں۔ (۲) آپ کے دربار میں مفلس ہو کر آئے ہیں اپنے جمال کے صدقے کچھ عنایت کیجئے ہماری زنبیل کی طرف ہاتھ بڑھایئے آپ کے دست و بازو پر آفریں ہے۔

دست بکشا جانب زنبیل ما　　　آفریں بر دست و بر بازوئے تو

(خیر الحیات و خیر الممات) ص۵۸، ۵۹)

(۳) اللّٰھم انی اسئلک شوقاً الی لقآئک فی غیر ضراء مضترہ و لا فتنۃ مضلۃ۔ یعنی اے اللہ مجھے ایسا شوق عطا ہو جس میں مصیبت آزار دینے والی اور بلا گمراہ کرنے والی نہ ہو۔

ف: اس میں دو قیدیں ہیں کہ اے اللہ مجھے ایسا شوق عطا ہو جسمیں ضراء مضرہ نہ ہو یعنی ضرر ظاہری اور فتنہ مضلہ نہ ہو یعنی ضرر باطنی کیونکہ غلبہ شوق میں کبھی جسم کو بھی ضرر پہنچ جاتا ہے کہ شوق میں بے چین ہو کر گھلنے لگتا ہے اور باطنی ضرر بھی ہو جاتا ہے کہ بعض لوگ حد ادب سے نکل جاتے ہیں جیسے غلبہ شوق میں بعض عشاق محبوب کے پیروں میں گر پڑتے ہیں اور اسکی ٹانگ کھینچ لیتے ہیں بعضے زبردستی اس کا ہاتھ کھینچ لیتے کر چومتے ہیں بعض دفعہ کسی قابل نہ ہو چند حالات و کیفیات عطا ہونے سے اپنے کو کامل سمجھنے لگتے ہیں۔ (استقامت ص ۱۱۰، ۱۱۱)

ماہیت: جس محبوب کا من وجہ علم ہو اور من وجہ علم نہ ہو اسکو بکمالہ جاننے اور دیکھنے کی خواہش طبعی ہونا شوق کہلاتا ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱٤)

ابتداء میں محبت شوق کے رنگ میں ہوتی ہے اور آخر میں انس کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ اس وقت وہ کیفیتیں نہیں رہتیں جو شوق کے وقت ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً بات بات پر رونا اور استغراق کا غلبہ ہونا وغیرہ مگر لوگ انہیں آثار کو مقصود سمجھتے ہیں اور انس کی حالت میں جب یہ آثار کم ہو جاتے ہیں تو پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں حالانکہ یہ مقصود نہیں کہ ہر وقت شوق غالب رہے اور تقاضا طبعی مرغوبات نفسانیہ کا کبھی نہ ہو نہ یہ مقصود ہے کہ دل میں حرکت پیدا کی جائے۔

(شریعت و تصوف ص ۱٦٥)

طریق تحصیل

محبت کا پیدا کر لینا کیونکہ محبت کیلئے شوق لازم ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱٤) اور

حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کا طریقہ یہ ہے۔(۱) اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں۔(۲) حق تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے احسانات یاد کیا کریں۔(۳) تھوڑی دیر ذکر کر لیا کریں (اگر ذکر خلوص سے کریں تو پھر کیا کہنا لیکن اگر خلوص نہ ہو تو پھر فلوس بھی نہ ہو۔)

(خیر الحیات واخیر الممات ص ۶۷٬۷۹)

انس

ارشاد فرمایا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

(۱) هو الذى انزل السّكينة فى قلوب المؤمنين. (سورة الفتح آيت ٤)

''وہ اللہ ایسا ہے کہ اتارا تسکین اور اطمینان کو مؤمنین کے دلوں میں۔''

ف: انس سکینہ کی اقسام میں سے ہے۔

(۲) قل بفضل الله وبرحمته فبذالك فليفر حوا. (سورة يونس آيت ٥٨)

''آپ کہہ دیجئے لوگوں کو کہ خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔

ف: انس حاصل شدہ نعمت پر خوشی کو کہتے ہیں۔ پس اس آیت سے اسکا مامور بہ ہونا ثابت ہو گیا۔ تنبیہ: ایک امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ خوشی کو حد سے نہ بڑھنے دے اور بجائے شکر کے اکڑ نہ کرنے لگے ورنہ ان الله لا يحب الفرحين (القصص آيت ٧٦)۔

بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتے کا مصداق بن جائے گا۔

(خطبات الاحکام ص ۱۴۱٬۱۴۲)

احادیث

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) لا يقعد قوم يذكرون الله الا حفتهم الملٓئكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكر هم الله فيمن عنده. (رواه مسلم) ''کوئی جماعت اس حال میں نہیں بیٹھتی کہ اللہ کا ذکر کرتی ہو مگر ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان

پرسکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان (مقرب فرشتوں) سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔'' ف: سکینہ سے یہاں مراد انس ہی ہے۔

ماہیت: جو چیز من وجہ ظاہر و معلوم ہو اور من وجہ مخفی (۱) و مجہول ہو۔ اگر وہ وجوہ مخفیہ پر نظر واقع ہو کر اس کے ادراک کی خواہش ہو اسکو شوق کہتے ہیں اور اگر وجوہ معلومہ پر نظر واقع ہو کر اس پر فرح و سرور ہو اسکو انس کہتے ہیں۔ یہ فرحت کبھی یہاں تک غلبہ کرتی ہے کہ مطلوب کے صفات جلال پیش نظر نہیں رہتے اور اس وجہ سے اس کے اقوال و افعال میں کسی قدر بے تکلفی ہونے لگتی ہے۔ اس کو انبساط اور ادلال کہتے ہیں۔ چونکہ یہ بھی آثار محبت سے ہے۔ اسکی تحصیل کیلئے کوئی جداگانہ طریق نہیں ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۵)

انس من جملہ احوال ہے مقامات میں اس کا ذکر طبعاً آ گیا کیونکہ یہ آثار محبت سے ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱٤)

جنت میں صرف انس ہوگا شوق نہیں

جنت میں چونکہ انسان کی ہر مراد اور ہر مطلوب اسکو حاصل ہوگا کیونکہ شوق میں ایک گونہ کلفت ہے اور جنت میں کلفت کا نام نہیں۔ وہاں راحت ہی راحت اور لذت ہی لذت ہوگی۔ رہا یہ سوال کہ جنت کی سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ شانہٗ کی زیارت اور مشاہدہ ہے مگر کبھی ظاہر ہے کہ یہ مشاہدہ ذات و صفات کی کنہ اور حقیقت کا نہیں ہوگا تو جس قسم کا مشاہدہ حاصل ہوگا اس سے تو اہل جنت کا انس معلوم ہونا صحیح ہے لیکن جو درجہ مشاہدہ جمال حق کا اسکو حاصل نہیں ہوگا۔ اس کا تو شوق ہونا چاہئے۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ شوق کا تعلق اس غیر حاصل مقصود سے ہوتا ہے جس کا حصول انسان کی قدرت و استعداد سے خارج ہو اس کے ساتھ شوق کا تعلق نہیں ہوسکتا جیسے دنیا میں کسی انسان کو آسمان کے اندر زندہ جانے اور پھر واپس آنے کا شوق نہیں ہوتا۔ جنت میں جس قسم کا مشاہدہ جمال حق انسان کی قدرت میں ہے وہ تو حاصل ہو جائے گا۔ اور وہ جو حاصل نہیں اس کی استعداد اور قدرت سے خارج ہوگا۔ اس لئے اس کا شوق بھی نہیں ہوگا۔ (مجالس حکیم الامت ص ۳۴۰)

---

(۱) چھپا ہوا اور غیر معلوم

رضا

ارشاد فرمایا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

(۱) رضی اللہ عنھم ورضوا عنه (البیّنه آیت نمبر ۸)

''راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ اللہ سے۔''

(۲) ورضوان من اللہ اکبر ط (التوبه آیت نمبر ۷۲)

''اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سی بڑی چیز ہے۔''

ف: یہاں رضا کو اکبر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہی (رضا) بڑی چیز ہے۔

(بصائر حکیم الامتؒ ص ۳۸۲)

(۳) یحلفون باللہ لکم لیرضوکم واللہ ورسوله احق ان یرضوه ان کانوا مؤمنین○ (التوبه آیت نمبر ٦٢)

''یہ منافقین تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ تم کو راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ مستحق ہیں کہ انکو راضی کیا جائے۔

ف: حاصل آیت کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی لوگوں کی رضا پر مقدم کرنا چاہئے۔

(ارضاء الحق حصه اول ص۳)

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) من سعادة ابن ادم رضاه بما قضی اللہ له. (ترمذی و احمد)

''آدمی کی سعادت ہے راضی رہنا اس پر جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کردیا ہو۔''

(۲) واسئلک الرّضاء بعد القضاء واسئلک برد العیش بعد الموت

(رواہ نسائی)

''اے اللہ میں تجھ سے تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں اور موت کے بعد ٹھنڈا عیش مانگتا ہوں۔''

(۳) اللّٰھم انی اسئلک الصحۃ والعفۃ والامانۃ وحسن الخلق والرضٰی بالقدر. ''اے اللہ میں آپ سے تندرستی' پاک دامنی' امانت داری اور حسن خلق اور آپ کی تقدیر پر راضی رہنا مانگتا ہوں۔''

ف: اس دعا میں پہلے تو چند دینی کمالات کے حاصل ہونے کی دعا ہے آخر میں یہ دعا ہے بہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مشیت وتقدیر پر راضی رہوں خواہ وہ میری تمنا اور کوشش کے خلاف ہی ہو۔ (مجالس حکیم الامت ص ۷۰)

رضا کی حقیقت

رضا کی حقیقت ہے ترک الاعتراض علی القضاء یعنی قضائے الٰہی پر اعتراض نہ کرنا۔ نہ زبان سے نہ دل سے۔ بعض اوقات اس کا یہاں تک غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی۔

(تعلیم الدین ص ۱۱٤)

پس اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضا طبعی ہے اور الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے۔ اول حال ہے جس کا عبد مکلّف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلّف ہے۔

(شریعت و طریقت ۱۵۷' و بصائر حکیم الامت ص ۳۸)

تکلیف کے باوجود قضا پر راضی رہنے کی مثال یوں ہے مثلاً طبیب کسی مریض کو تلخ دوا پینے کو دے یا آپریشن کرانا یا فصد کھلوانا تکلیف دہ باتیں ہیں۔ مگر اس کا نتیجہ صحت ہے۔ اس لئے مریض بطیب خاطر اس پر راضی رہتا ہے اسی طرح ہر تکلیف پر چونکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے اجر اور ثواب کا وعدہ ہے اس لئے اس حال میں بھی ضرور شاداں وفرحاں رہنا چاہئے۔ کیونکہ ؎

یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

محقق جو رضا وتکلیف کو جمع کر لیتا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عقلاً خوش ہوتا ہے اور طبعاً متألم ہوتا ہے۔ تکلیف کی بات سے طبعاً تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر عقلاً اس وجہ سے کہ ؎

ہر چیز از دوست مے رسد نیکوست

جو چیز دوست کی طرف سے پہنچے وہ تکلیف شیریں ہو جاتی ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ص:۲۶۵)

رضائے حق ہر حال میں مقدم ہے

خدا کی قسم اگر ہمیں پاخانہ اٹھانا پڑے اور خدا ہم سے راضی رہے تو وہی ہماری سلطنت ہے اور اگر خدا راضی نہ ہو تو لعنت ہے ایسی سلطنت پر جو خدا کو ناراض کر کے حاصل کی جائے۔

(انفاس عیسی ج:۱ ص ۴۰۰)

مدرسہ مقصود نہیں صرف رضائے حق مقصود ہے

ایک زمانہ میں مدرسہ دارالعلوم دیو بند کے خلاف دیو بند میں بڑی شورش تھی اور اہل قصبہ کا مطالبہ تھا کہ ممبر ہماری مرضی کے موافق ممبران میں بڑھایا جائے حضرت گنگوہیؒ اس کو منظور نہ فرماتے یہ فتنہ اس قدر بڑھا کہ اس زمانہ میں جو میرا دیو بند جانا ہوا تو مجھے مدرسہ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوا۔ میں نے حضرت گنگوہیؒ کو ایک خط لکھا کہ اس وقت اگر شہر والوں کا مطالبہ مان لیا جائے تو مدرسہ کا کچھ نقصان نہ ہوگا کیونکہ مجلس شوریٰ میں کثرت آپ کے خدام کی اور کثرت رائے سے ہی فیصلہ ہو سکتا ہے ان کے ایک ممبر کی رائے سے فیصلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور مطالبہ نہ ماننے میں مجھے مدرسہ کے بند ہو جانے کا اندیشہ ہے تو حضرتؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

''ہم کو مدرسہ مقصود نہیں رضائے حق مقصود ہے۔ اس لئے ہم اپنے اختیار سے ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اس پر ہم سے مؤاخذہ ہوگا۔ اگر اہل شہر کے فتنہ سے بند ہو گیا تو اس کے جوابدہ وہ خود قیامت کے دن ہوں گے کیونکہ ان کے ہی فعل کا یہ نتیجہ ہوگا۔ ہم سے اس کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔''

الحمدللہ جو بات مجاہدوں سے برسوں میں بھی حاصل نہ ہوئی وہ بزرگوں کی جوتیوں کے طفیل ایک ساعت میں حاصل ہو گئی۔ حضرتؒ نے اس تحریر میں جس علم کی طرف اشارہ فرمایا وہ بڑا علم ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ ثمرات مقصود نہیں ہیں صرف رضائے حق مقصود ہے نہ مدرسہ مقصود ہے نہ طلبہ کی کثرت مطلوب ہے نہ عمارت مقصود ہے صرف رضا مقصود ہے۔ اگر رضائے حق کے ساتھ یہ کام چلتے رہیں تو چلاؤ اور حسب ہمت وطاقت ان میں کام کرتے رہو اور جو کام طاقت سے زیادہ

ہواس کو الگ کردو۔ (رضاء الحق حصه دوم ص ۱۵۰ معارف گنگوهیؒ)

مقصود اصلی اعمال نہیں صرف رضائے حق ہے

حضرتؒ نے فرمایا کہ لوگوں نے خلط کر رکھا ہے کہ مقصود اصلی اعمال کو سمجھ لیا ہے اور ظاہر ہے کہ اعمال میں مؤمن قوی اور مؤمن ضعیف برابر نہیں ہو سکتے اس لئے بعض آدمی غمگین ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں مقصود اصلی رضائے حق ہے اور اس میں قوی اور ضعیف اپنی اپنی قوت کے موافق عمل کر کے برابر ہو سکتے ہیں۔ (مجالس حکیم الامت ص ۲۷۷)

دعا مانگنا رضا بالقضاء کے منافی نہیں

دعا کرنا خلاف رضا نہیں مگر اس رضا کی علامت یہ ہے کہ قبول نہ ہونے سے شاکی اور تنگ دل نہ ہو دعا کرتے رہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲۵٤)

اہل اللہ محض حکم کی سے اظہار عبدیت کیلئے دعا کرتے ہیں۔ اس واسطے دعا نہیں کرتے کہ ہم نے جو مانگا ہے وہی مل جائے بلکہ ہر حال میں خدا کی رضا پر راضی رہتے ہیں خواہ قبول ہو یا نہ ہو۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲٦٤)

ہر رنگ میں راضی بہ رضا ہو تو مزا دیکھ
دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ

پریشانی کا علاج رضائے خالق کی سعی ہے

اگر انسان وحی کو عقل پر ترجیح دے تو سمجھ میں آجائے گا کہ پریشانی کا سبب ہمیشہ معصیت ہوتی ہے جس کی حقیقت خدا کی نافرمانی ہے اگر خدا کو راضی کرنے کی سعی کی جائے تو اس بدتری اور پریشانی سے نجات ہو سکتی ہے ورنہ کوئی اور چیز اس سے نجات نہیں دلا سکتی۔ اس لئے خدا کو راضی کرنے کی فکر ہونا چاہئے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ٤٤١)

دینی مدارس چلانے میں صرف رضائے حق مدنظر ہونا چاہئے

آج کل اہل مدارس نے مخترع (۱) ثمرات کو مطلوب سمجھ رکھا ہے کہ ہمارا مدرسہ بارونق ہو اس میں پانچ سو طلباء ہوں۔ پچاس مدرس ہوں اور ایسی عمارت ہو اور ہر سال اس میں سے اتنے طلباء فارغ ہوں اور یہ باتیں بدوں زیادہ رقم کے نہیں ہو سکتیں تو ہر وقت اس کی نظر آمدنی پر رہتی ہے اور جہاں سے چندہ آتا ہے رکھ لیا جاتا ہے۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ حرام اور مشتبہ مال کو واپس کرنا شروع کر دیں تو اتنی آمدنی کس طرح ہو گی جو اتنے بڑے کام کو کافی ہو سکے بس یہی جڑ ہے اس جڑ کو اکھاڑ پھینکو اور ثمرات پر ہرگز نظر نہ کرو، نہ زیادہ کام کو مقصود سمجھو بلکہ رضائے حق کو مقصود سمجھو۔ مدرسہ رہے یا نہ رہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۳۱۷)

طریق تحصیل: استحضار (۲) رحمت و حکمت الٰہیہ کا واقعات خلاف طبع میں۔

(عبادۃ الرحمن ملحقہ اشرف السوانح ج:۳ ص۶۱۱)

تفویض

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اس مؤمن نے کہا:

(۱) وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد. (المؤمن آیت نمبر ۴۴)

''اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے سب بندوں کا (خود) نگران ہے۔''

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

(۱) اذا اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء و اذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح.

''جب صبح ہو تو شام کے متعلق اپنے دل میں خیال نہ لاؤ۔''

حقیقت: اپنے کو خدا کے سپرد کر دینا کہ وہ جو چاہیں ان میں تصرف کریں اور اپنی طرف سے کوئی حالت یا نظام تجویز نہ کرنا تفویض ہے جو تمام حالات کو شامل ہے خواہ وہ حالات آفاقیہ ہوں خواہ نفسیہ ہوں جیسے مرض و صحت اور قوت و ضعف خواہ باطنیہ ہوں جیسے قبض و بسط، ہیبت و انس اور محبت و

---

(۱) ذہنی بناوٹی۔ (۲) ذہن میں حاضر رکھنا۔

شوق وامثالہا۔ (انفاس عیسیٰ) تفویض کے معنی ترک تدبیر نہیں بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا کے سوا کسی پہ نظر نہ رکھے۔ تدبیر کرے اور تدبیر کے نتیجہ کو خدا کے سپرد کر دے اور جن امور میں تدبیر کا کچھ تعلق و دخل نہیں ان میں تو ابتداہی سے تفویض و تسلیم اختیار کرے۔

ہمارے لئے رضا و تفویض ہی سے کام لینا مناسب ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے لڑکے بہت ہی بد شوق ہیں۔ تعلیم کی طرف انکو قطعاً التفات اور رغبت نہیں۔ اس سے میرا قلب پریشان رہتا ہے۔ اس پر حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ قلب کو پریشان اور مشوش رکھنے کی کیا ضرورت ہے مؤمن کو پریشان کرنے والی بجز ایک چیز کے اور کوئی چیز نہیں، وہ حق تعالیٰ کی عدم رضا ہے۔ اس سے تو مؤمن کے قلب میں جتنی بھی پریشانی ہو اور جو بھی حالت ہو وہ تھوڑی ہے اور جبکہ رضا کا اہتمام ہے اپنی وسعت اور رقدرت کے موافق تو کوئی وجہ نہیں کہ مومن کا قلب پریشان اور مشوش ہو۔ اس لئے کہ صرف تدبیر ہمارے ذمہ ہے۔ مثلاً تعلیم اولاد کیلئے شفیق استاد کا تلاش کر دینا، کاغذ قلم دوات کا مہیا کر دینا کتابوں کا خرید دینا مزید برآن علم کے فضائل و منافع سنانا۔ اس کے بعد جو نتیجہ ہوا اس پر رضا و تفویض ہی سے کام لینا مناسب ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۸۳)

عبد کا کام ہے کہ جس حال میں اللہ رکھیں رہو، ہاتھی پر چڑھائیں چڑھو اور گدھے کے پیروں میں رند وادیں ویسے ہی رہو۔ (کمالات اشرفیه ص ١٦٩)

زندہ کنی (۱) عطائے تو ور بکشی فدائے تو   دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

(۲) ہر چہ از دوست مے رسید نیکوست

تفویض عبدیت کا حق ہے

تفویض اس واسطے نہ کرے کہ اس میں راحت ہے بلکہ اس واسطے کہ یہ عبدیت کا حق ہے اس واسطے فوضت فاسترحت (۱) کہنا بزرگوں نے منع لکھا ہے بعض نے دعا کی ہے کہ یا اللہ

---

(۱) زندہ کریں آپ کی بخشش ہے اور اگر آپ مار دیں تو میں آپ پر قربان ہوں میں دل سے آپ سے محبت رکھتا ہوں آپ جو بھی کریں میں آپ کی رضا پر راضی ہوگیا۔ (۲) جو بھی دوست کی طرف سے پہنچے اس میں بھلائی ہے۔ (۳) میں نے تفویض اختیار کی اور راحت پائی۔

تفویض تو دے اور لذت تفویض سے بچا۔ (حسن العزیز ملفوظ ص ٦٦)

تفویض کا مفہوم ہر تصرف حق پر راضی رہنا ہے

بعض دفعہ یہ بات دیکھی کہ اگر باوجود احتیاط کے کچھ مالی نقصان ہو گیا تو زیادہ قلق نہیں ہوا لیکن اگر بے احتیاطی سے کچھ نقصان ہو گیا تو قلق زیادہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ مجھے تنبیہ ہوا کہ یہ تو زیادہ ناقص حالت ہے۔ آخر (۱) فقد مال پر اتنا زیادہ قلق کیوں ہے۔ اس وقت یہ علاج وارد ہوا کہ یہ بھی حق تعالیٰ کا تصرف ہے کہ بے احتیاطی کی حالت میں یہ نقصان ہو گیا بس یہ تصور کرنا تھا کہ ایک ہی جلسہ میں، مرض کی اصلاح ہو گئی۔ شاید کوئی یہ کہے کہ پھر ازالہ نقص کی تدبیر ہی کی کیا ضرورت ہے۔ مجاہدہ و ریاضت کی کیا حاجت ہے بس جیسا خدا نے دے دیا اس پر راضی رہنا چاہئے۔ تکبر دیا تو اس پر راضی، بخل دیا تو اس پر خوش کیونکہ تصرف حق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ترک تدبیر کی تم کو اجازت نہیں۔ تم تدبیر کرنے کے مامور ہو اس لئے تدبیر کرنا واجب ہے ہاں اگر تدبیر کے بعد بھی نقص رہے گا تو یہ تصرف حق ہے اس پر راضی رہو یہاں سے یہ شبہ دفعہ ہو گیا کہ گناہوں پر راضی رہنا چاہئے کیونکہ یہ بھی تصرف حق ہے اور موافقت ہے تقدیر کی، تو سمجھ لو کہ عین گناہ کے وقت یا گناہ سے پہلے عزم کے وقت اس تصور سے کام نہیں لے سکتے کیونکہ تم کو ابھی سے کیا خبر ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے واسطے یہ تصرف مقدر کیا ہے کہ فلاں گناہ کرو گے پھر جس وقت گناہ کرتے ہو اس وقت موافقت تقدیر کی کب نیت ہوتی ہے اس وقت تو اپنی خواہش کا پورا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ قبل از وقوع تقدیر کس کو خبر ہے۔ یہ جواب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دیا تھا جبکہ شیطان نے کہا تھا کہ آپ نے تو میرا سجدہ نہ کرنا مقدر ہی کیا تھا۔ اگر میں نے اس تقدیر کے موافق سجدہ نہ کیا تو مجھ پر لعنت اور غضب کیوں ہوا؟

وہاں سے ارشاد ہوا کہ موافقت تقدیر کا علم تو بعد وقوع کے تجھ کو ہوا، وقوع کے وقت تو تو نے اس کا قصد نہیں کیا۔ بہر حال گناہ کے وقت اس مراقبہ سے کام نہیں لے سکتے۔ ہاں گناہ کے بعد توبہ نصوح کر کے بھی جب قلق زائل نہ ہو اور اس قلق سے تعطل فی (۲) الاعمال کا اندیشہ ہو، اس

(۱) یعنی مال ضائع ہونے پر (۲) اعمال کا معطل رہنا۔

وقت اس مراقبہ سے کام لو اور زیادہ قلق میں نہ پڑو۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۲۵۷ ۲۵۸)

حکایت

حضرت بہلولؒ سے کسی عارف نے پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جس کی مشیت کے خلاف عالم میں کچھ نہیں ہوتا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا یہ تو تم کو بھی معلوم ہے کہ بدوں مشیت (۱) حق کے کچھ نہیں ہوتا۔ فرمایا میں نے اپنے ارادہ کو ارادۂ حق میں فنا کر دیا ہے اسی طرح میرے ارادۂ مشیت کے موافق ہوتا ہے۔ (ارضاء الحق ج:۱ ص۱۰) اسی کا دوسرا عنوان ۔

تو چنیں (۲) خواہی خدا خواہد چنیں   مے دہد یزداں مراد متقیں

مامور بہ کا ارادہ تفویض الی الشیخ کے منافی نہیں

تفویض کی حقیقت ہے اپنے آپ کو سنوارنے دنیا یعنی عمل خوب کرے مگر دوسرے کی رائے سے کرے اپنی رائے سے نہ کرے۔ اپنے کو کسی کے سپرد کرے کہ وہ اس پر مشق کرے (کالمیت فی ید الغسّال) تفویض الی الشیخ کا یہ مفہوم بھی نہیں کہ اپنے عیوب پر غور وفکر کرنا شیخ کا کام سمجھے بلکہ غور وفکر کو اپنے ذمہ سمجھو شیخ کے ذمہ نہ سمجھو اگر کسی درجہ میں وہ تمہارا کام انجام دے تو اس کا احسان سمجھو اور اگر وہ یہ کام اپنے ذمہ سے ہلکا کرنا چاہے تو دلگیر نہ ہونا چاہئے بلکہ خود غور وفکر شروع کرنی چاہئے۔ کیونکہ مامور بہ کا ارادہ تفویض الی الشیخ کے منافی نہیں۔ (اعانۃ النافع ص۲۹)

طریق تحصیل

تفویض کے معنی ہیں صرف خدا پر نظر رکھے، تدبیر کرے اور اس کے نتیجہ کو خدا کے سپرد کرے۔   (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۲۵۳)

جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے۔ اس وقت اس کو فوراً حاضر فی الذہن کر لیا جائے کہ یہ حق تعالیٰ کا تصرف ہے۔   (انفاس عیسیٰ ج:۱ص ۲۵۸)

---

(۱) بصیر اللہ کی مرضی۔ (۲) تو جیسے چاہے گا اللہ کی مرضی بھی وہی ہوگی اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی مراد پوری فرما دیتے ہیں۔

صدق

اس سے مراد خاص صدق ہے یعنی مقامات میں صادق ہونا۔

ارشاد فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے:

انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہٖ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ ط اولٰئک ھم الصّٰدقونo (الحجر آیت ۱۰)

''مؤمن تو وہی ہیں جو ایمان لائیں اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر کچھ تردد نہیں کیا اور جہاد کیا اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں یہی لوگ پورے سچے ہیں۔''

ف: صدق کے معنی ہیں کامل طور پر کسی طاعت کو بجالانا (خطبات الاحکام ص۱۴۵)

حدیث مبارکہ: **وعن عائشۃ قالت مرّ النبی ﷺ بابی بکر وھو یلعن بعض رفیقہ فالتفت الیہ فقال لعانین وصدیقین الی قول ابی بکر لا اعود.**

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

''حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر حضرت ابوبکرؓ پر ہوا وہ اپنے ایک غلام پر لعنت کر رہے تھے آپؐ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لعنت کرنے والے پھر صدیق۔ پھر ابوبکر صدیقؓ نے کہا ایسا نہ کروں گا۔''

ماہیت: جس مقام کو حاصل کرے کمال تک پہنچائے کہ پھر اس میں کسر نہ رہے۔ (تعلیم الدین) اقوال کا صدق تو یہ ہے کہ بات پکی ہو اور واقع کے مطابق ہو اور افعال کا صدق یہ ہے کہ ہر فعل مطابق امر بحکم الٰہی ہو شریعت کے خلاف نہ ہو اور احوال کا صدق یہ ہے کہ وہ سنت کے مطابق ہوں پس جو احوال خلاف سنت ہوں وہ احوال کاذبہ ہیں۔ (الکمال فی الدین)

طریق تحصیل

(۱) ہمیشہ نگران رہے اگر کچھ کمی ہو جائے تو اس کا تدارک کرے اسی طرح چند روز میں کمال حاصل ہو جائے گا۔ (تعلیم الدین) یعنی جو حالت طاری ہو اس کا اثر ہمیشہ رہے یعنی

وہ حالت مقام ہوجائے اور زائل نہ ہو (باقی احوال کا ہمیشہ غلبہ رہنا ضروری نہیں) اس لئے ولی کامل کو صدیق کہا جاتا ہے۔

(۲) جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے مثلاً نماز کو اسی طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع جامع آداب ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا۔ علیٰ ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتلایا ہے اسکا اختیار کرنا صدق ہے اور اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا یہ اخلاص ہے مثلاً نماز میں ریا کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے۔ رضائے غیر حق کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاقت ہے اور صدق موقوف ہے مابہ الکمال کے جاننے پر اور اخلاص موقوف ہے غیر طاقت کے جاننے پر۔ اسکے بعد مثبت (۱) جزو اخیر رہ جاتا ہے۔ یہ دونوں اختیاری ہیں۔ طریق تحصیل تو اس سے معلوم ہوگیا آگے رہا معین وہ استحضار سے وعدہ اور وعید کا اور مراقبہ نیت کا یعنی اس کی دیکھ بھال کہ میری نیت غیر طاعت کی تو نہیں۔

(انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۲۶۶'۲۶۷)

مراقبہ

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

(۱) **وکان اللہ علی کل شیئ رّقیبا ٥ (الاحزاب آیت ۵۲)** ''بے شک اللہ ہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

(۲) **یآیھا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت بغد ط واتقوا اللہ ط ان اللہ خبیر بما تعملون ٥ (الحشر آیت ۱۸)** ''اے مؤمنو اللہ سے ڈرو اور چاہئے کہ ہر شخص (اس کی) دیکھ بھال کرتا رہے کہ اس نے کل (یعنی قیامت) کے واسطے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتا رہو۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتا ہے۔''

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) **الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک. (رواہ مسلم)**

(۱) غور دریق کیا ہوا

''احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت ایسی کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

(۲) احفظ اللہ تجدہ تجاھک. (رواہ احمد والترمذی)

''اللہ کا دھیان رکھو تم اسے اپنے مقابل پاؤ گے۔''

(۳) وعن اسلم ان عمرؓ دخل یوماً علیٰ ابی بکر الصدیق وھو یحبذ لسانہٗ فقال عمر مہ غفر اللہ لک فقال لہ ابو بکر ان ھذا اوردنی الموارد

(رواہ مالکؒ)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے پس حضرت عمرؓ نے کہا ٹھہرو ایسا نہ کرو اللہ تمہاری مغفرت کرے گا اس پر انہوں نے فرمایا کہ اس نے تو مجھے ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔''

ماہیت: دل سے دھیان رکھنا اس شخص کو جو اسکو دیکھ رہا ہے۔ (تعلیم الدین ص۱۱۸)

فقط گردن جھکانا مراقبہ نہیں بلکہ نفس کو گناہوں سے بچائے اور نیک اعمال پر پابندی کرے اور اس کا ہر وقت خیال رکھے۔ یہ نگہداشت اصل مراقبہ ہے۔

(خطبات الاحکام ص۱٤۸)

مراقبہ رویت

کیا اس کو فکر خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ میرے ظاہر و باطن پر مطلع ہیں اور کوئی بات کسی وقت ان سے پوشیدہ نہیں اور اسکے ساتھ ہی اسکی عظمت وقدرت وجلال اور اسکے عذاب وعقوبت کو بھی یاد کرتے' اس کی مواظبت سے وہ دھیان بندھنے لگے گا پھر کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف اس سے نہ ہوگا۔ (تعلیم الدین 'شریعت و طریقت ص۲۸)

مراقبہ موت الحدیث

اکثر والذکر ھاذم اللذات الموت یعنی لذت کے مٹانے والی شئے یعنی موت

کو بہت یاد کیا کرو آدمی تھوڑی دیر بیٹھ کر سوچ لیا کرے کہ مجھے مرنا ہے اور مر کر قبر میں جانا ہے اور وہاں سانپ بچھو یا جنت کے باغات ہیں اگر اچھے عمل ہیں تو قبر باغ ہے پھر قبر سے اٹھنے اور واقعات قیامت کو یاد کرے اس سے جو خوف پیدا ہوتا ہے عین مطلوب ہے اور مرض آخرت ہے۔

فکر

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

(۱) و تلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون ٥ (الحشر آیت ۲۱)

''مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے (نفع کے) لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں۔

(۲) الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموت والارض. (ال عمران آیت نمبر ۱۹)

''وہ لوگ یاد کرتی ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور سوچتے ہیں۔ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کے متعلق۔''

(۳) اولم ینظروا فی ملکوت السموت والارض ط (ال عمران ص ۱۸۵)

''کیا ان لوگوں نے آسمان اور زمین کے عالم میں غور نہیں کیا۔

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) فآثروا مایبقی علی ما یفنی. (رواہ احمد)

''پس اختیار کرو باقی چیز کو فانی چیز پر''

(۲) فی نزول ان فی خلق السموت والارض لایة ویل لمن قراها ولم یتفکر فیها. (صحیح ابن حبان)

ان فی خلق السموت والارض نازل ہوئی کہ ہلاکت ہے اس شخص کے واسطے جس نے اس کو پڑھا اور ان چیزوں میں غور نہیں کیا۔

(۳) وعن ابن عباسؓ ان قوم تفکروا فی اللہ عز وجل فقال النبی ﷺ وسلم

تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ فانکم لم تقدروا قدرہٗ (ترغیب و ترھیب)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے متعلق غور کیا' اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کی مخلوق میں غور کرو اور ذات خداوندی میں غور نہ کرو کیونکہ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

تواں در بلاغت بسحباں رسید ۔ نہ درکنہ بیچوں سبحاں رسید

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں ۔ کیں جا ہمیشہ با ودست است دام را

مفہوم: تفکر اور فکر کے یہ معنی ہیں کہ انسان کو جو علمی یا عملی مفید باتیں معلوم ہیں ان میں غور کرتا رہے تا کہ اور نئی نئی باتیں حاصل ہوں اور علمی و عملی ترقی ہو اور جو ضرر رساں امور ہیں ان میں بھی غور کرتا رہے تا کہ ان سے آئندہ بچتا رہے اور گذشتہ زمانہ میں کوئی خلاف شریعت کام سرزد ہو چکا ہے تو اس کا تدارک کرے۔ (خطبات الاحکام ص ۱۵۲)

فکر کی ضرورت

حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا ایسے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی (معتدبہ) نفع نہیں جس میں فکر نہ ہو اور ایسی عبادت میں جس میں معرفت نہ ہو (التکشف) صوفیاء کے طریق کا مدار اعظم ہی فکر ہے لہٰذا خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اکابر کو بھی فارغ ہو کر بیٹھنا نہ چاہئے مثل مبتدی کے اہتمام اصلاح اعمال او راندیشہ تغیر حال میں لگا رہنا چاہئے۔ سارا قرآن مجید فکر کی تاکید سے بھرا ہوا ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ لعلکم تتفکرون فی الدنیا والاخرۃ. اللہ تعالیٰ نے یہ احکام صاف صاف اس لئے بیان فرمائے ہیں تا کہ تم دنیا و آخرت میں فکر کرو یعنی دنیا اور آخرت میں موازنہ کیلئے تفکر کرو کہ ان میں اختیار کرنے کے قابل کون ہے اور کون قابل ترک ہے۔ اہل اللہ نے فکر کر کے ہی اسکی حقیقت کو سمجھا ہے اس لئے دنیا سے ان کو نفرت ہے۔

(بصائر حکیم الامتؒ ص ۱۲۰)

ماہیت اور طریق تحصیل

دو معلوم چیزوں کا ذہن میں حاضر کرنا جس سے تیسری بات ذہن میں آ جائے مثلاً ایک بات یہ جاننا ہے کہ باقی ترجیح ہے۔ ان دونوں چیزوں کا حاضر فی الذہن کرنا یہی اس کی تحصیل کا طریق ہے۔ (تعلیم الدین ص۱۱۸)

محاسبہ

فرمایا اللہ جل شانہٗ نے:

(۱) یآیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد ط واتقوا اللہ ط ان اللہ خبیرٌ بما تعملون ٥ (الحشر آیت ۱۸)

''اے مومنو اللہ سے ڈرو اور چاہئے کہ ہر شخص (اس کی) دیکھ بھال کرتا رہے کہ اس نے کل (قیامت) کے واسطے کیا بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک وہ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتا ہے۔''

احادیث

(۱) وعن اسلم ان عمر دخل یوماً علی ابی بکر الصدیق وھو یحبذ لسانہٗ فقال عمر مۃ غفر اللہ لک فقال لہ ابو بکر ان ھذا اوردنی الموارد

(رواہ مالکؒ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے تو وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے تھے۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا ٹھہرو ایسا نہ کرو اللہ تمہاری مغفرت کرے گا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اس نے تو مجھ کو ہلاکتوں میں ڈالا ہے۔''

(۲) وقال عمرؓ حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا وزنوا قبل توزنوا.

(رواہ البیھقی)

''حضرت عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ تم خود (نفس سے) حساب لے لو۔ اس سے قبل کہ تمہارا حساب لیا جائے اور اس کو جانچ لو اور اس سے پیشتر کہ تمہاری جانچ کی جائے۔

حقیقت محاسبہ

تنہا بیٹھ کر دن بھر کے گناہوں کو یاد کر کے یہ سوچنا کہ گویا میدان حشر قائم ہے اور میں حق تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوں اور ایک ایک گناہ پر باز پرس ہو رہی ہے اور میں لاجواب ہو ہو جاتا ہوں۔ اور میرے لئے سزا کا حکم ہو چکا ہے اور میں اس وقت معافی کی درخواست کر رہا ہوں۔ پس ایسے وقت میں جس کیفیت سے معافی کی درخواست کی جا سکتی ہے اس طرح اس وقت استغفار میں مشغول ہو جانا چاہئے اور عہد کرنا چاہئے کہ میں پھر نافرمانی نہ کروں گا اور اسی خیال میں سو رہنا چاہئے۔ صبح اٹھتے ہی یاد کیا جائے کہ میں شب کو کیا عہد کر چکا ہوں اور جب کسی معصیت کا تقاضا ہو اس عہد کو یاد کر لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا خیال کر لیا جائے تو انشاء اللہ روز بروز حالت درست ہو جائے گی۔

(ماهنامه امداد ص ۱۱ ذیقعده ۳۵ھ اصول الوصول ص ۴۲)

محاسبہ کے وقت نفس سے یوں مخاطب ہونا اے نفس ایک دن دنیا سے جانا ہے اس وقت یہ مال و دولت یہیں رہ جائیگا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے اور خدا سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں اس لئے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لئے اپنے انجام سے ڈر۔ یہ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کرے گا کہ کاش میں کچھ نیک عمل کر لوں۔ مگر اس وقت یہ حسرت مفید نہ ہوگی۔

مقام فنا

مقام فنا تک جو پہنچے ہیں لوگو
وہ مر مر گئے ہیں مگر آگئے ہم

فنا کی حقیقت

یہ ہے کہ افعال ذمیمہ و ملکات رذیلہ کو اپنے اندر سے زائل کرنا یعنی گناہوں کا ترک اور قلب سے غیر اللہ کی محبت اور لمبی لمبی امیدوں کا لالچ، کبر، خود پسندی دکھاوا وغیرہ جیسے برے اخلاق کا نکل جانا

اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور دھیان دل میں جم جانا کہ غیر اللہ کے ساتھ تعلق عملی نہ رہے اور یہ اخلاق حسنہ میں سے اونچے درجے کا حسن خلق ہے۔ (تعلیمات اسلام حصہ سوم ص ۴۳)

لوگ طریق اس میں سالک ہونے کو بڑی چیز سمجھتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اصل چیز سالک ہونا نہیں ہالک ہونا ہے یعنی اپنے کو مٹا دینا بھی وہ معتبر ہے کہ اس مٹانے کو بھی مٹا دے کہ اس کی طرف کوئی التفات نہ ہو۔ جیسے اصلی اور گہری نیند وہی ہے جس میں سونے والے کو اپنے سونے کی بھی خبر نہ رہے ورنہ پھر وہ نیند نہیں اس کو اونگھ کہیں گے۔ مولانا رومیؒ نے خوب فرمایا ہے ؎

فہم و خاطر تیز کردن (۱) نیست راہ
جز شکستہ مے نگیرد فضل شاہ

(مجالس حکیم الامت ص ۴۳)

تمام طریق کا حاصل فنا و عبدیت ہے

میں نے جو اپنی اس تمام عمر میں تمام طریق کا حاصل سمجھا ہے وہ فنا و عبدیت ہے بس جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو مٹا دیا جائے۔ پس اسی کے لئے ساری ریاضتیں و مجاہدے کئے جاتے ہیں بس اپنی ساری عمر فنا اور عبدیت کی تحصیل ہی میں گزار دینی چاہئے بالخصوص چشتیہ کے یہاں تو بس یہی ہے۔ (انفاس عیسی ج:۱ ص ۵۴۹)

افروختن سوختن و (۲) جامہ دریدن　　پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت
تو درو گم شو وصال این است وبس (۳)　　گم شدن گم کردن کمال این است وبس

فنا کی دو قسمیں

(۱) فنائے واقعی: وہ یہ کہ افعال ذمیمہ ملکات ردیہ زائل ہو جائیں مثلاً ظاہری معاصی چھوٹ جائیں قلب سے جب غیر اللہ، حرص، وطول امل و کبر و عجب و ریا وغیرہ سب نکل جائے۔ یہ اس کو

---

(۱) فہم و خاطر کا تیز کرنا راہ کمال نہیں ہے فضل الٰہی شکستہ دل کے سوائے اور کسی پر متوجہ نہیں ہوتا۔ (۲) جلنا، بھوننا اور اپنا جامہ چاک کرنا، پروانے نے چراغ اور پھول نے مجھ سے سیکھا تو خود کو گم کرنے وصال رسی کا نام ہے گم ہونا یعنی مقام فنا حاصل کرنا کمال ہے تو رہے۔ (۳) تم اس راہ میں گم ہو جاؤ وصال ہے تو یہ ہے گم کرنا کمال ہے تو یہ ہے۔

فنائے واقعی کہتے ہیں کہ اس میں جو چیز زائل ہوئی ہے یعنی افعال و ملکات رذیلہ وہ واقع میں بھی فنا ہو گئے اصطلاحاً اس کو فنائے حسی یا فنائے جسمی بھی کہتے ہیں۔

(۲) فنائے علمی: یہ کہ غیر اللہ اس کے قلب سے مرتبہ عالم میں نکل گیا یعنی اس کو غیر اللہ کے ساتھ تعلق علمی نہیں رہا بایں معنی کہ جیسا التفات واستحضار غیر کا پہلے تھا وہ نہ رہا بلکہ یادداشت کا راسخ ہو گی اور غیر سے ذہول ہو گیا۔ جیسا محبت مجازیہ میں بھی غلبہ کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ محبوب دل میں زیادہ بسا رہتا ہے غیر کی طرف کسی بڑی ضرورت سے توجہ ہوتی ہے ورنہ گنجائش نہیں ہوتی اسکو فنائے علمی کہتے ہیں کہ اس میں جو چیز اس کے تعلق علمی سے خارج ہو گئی وہ واقع میں فانی و معدوم نہیں ہوئی مثلاً ہم کو زید کا خیال نہ آیا تو واقع میں زید معدوم تو نہیں ہوا فنا کی اس دوسری قسم کا نام گم شدنی بھی ہے۔ (التکشف عن مھمات التصوت ص ٧٥)

طریق کا اول وآخر قدم فنا ہے

اس طریق کا اول قدم فنا ہے یعنی اپنے شیخ کے سپرد کر دینا جس میں یہ صفت پیدا نہ ہوئی تو بس سمجھ لو کہ اس کو طریق کی ہوا بھی نہیں لگی اور جو بزرگوں کا قول ہے کہ طریق کا آخر قدم فنا ہے وہ بھی بالکل صحیح ہے اس سے مراد کمال فنا ہے کیونکہ فنا کی بھی تو آخر درجات ہوتے ہیں۔

(انفاس عیسیٰ ج:٢ ص٥٦٦، ٥٤٩)

فنا کی شان سب سے آخر میں پیدا ہوتی ہے

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ فرماتے تھے کہ فنا کی شان سب سے آخر میں پیدا ہوتی ہے جیسے آم میں پہلے ترشی ہے پھر شیرینی آتی ہے اسی طرح ریاضت ومجاہدہ سے پہلے بزرگی حاصل ہوتی ہے اور پھر بزرگی کے بعد شان فنا پیدا ہوتی ہے۔ (معارف امدادیہ) اس سے معلوم ہوا کہ فنا کا مقام سب سے اونچا ہے ۔

مقام فنا تک جو پہنچے ہیں لوگو وہ مر مر گئے ہیں مگر آ گئے ہم

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان فنائیت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ دیکھنا منظور ہو کہ مردہ زمین پر چل رہا ہے تو میرے ابو بکر صدیقؓ کو دیکھو۔

اللہ اکبر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کس قدر قوی استحضار تھا کہ جس نے ان کو اپنی ہستی سے بالکل بے خبر کر دیا تھا یعنی جس طرح مردہ بدست زندہ کا حال ہوتا ہے اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ پر تفویض اور تسلیم کا حال غالب ہو کر مقام بن گیا تھا۔

(معرفت الهیه حصه دوم ص ۲۸۰)

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی شان فنا

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبدیت اور شان فنائیت ملاحظہ ہو کہ اپنے خواجہ تاش حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید کے انتقال پر فرماتے ہیں۔

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر ۔۔۔ مثل تلچھٹ رہ گیا میں خاک پر

بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا ۔۔۔ بوم ویرانہ میں ٹکراتا رہا

اس دور میں پیر بھائیوں کے حق میں ایسا کہنے کی مثال ملنا مشکل ہے۔(۱)

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی شان فنا

فرمایا کہ میں روزہ سے ہوں اور بقسم کھاتا ہوں کہ دنیا میں مجھے اپنے آپ سے زیادہ ذلیل کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ (مکتوبات و ملفوظات اشرفیه ص ۱۸۱)

بار بار قسم کھا کر فرمایا کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان حتیٰ کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً (۲) فی المآل افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی وسوسہ بھی مجھے نہیں ہوتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہوگی۔ اس سے زیادہ کی ہوس نہیں اور اتنی ہوس بھی بر بنائے استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل

(۱) بلکہ حاجی صاحب یہاں تک فرمایا کرتے کہ میں آنے والوں کے قدموں کی زیارت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔(معارف امدادیہ)(۲) گمان

نہیں، میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی نہ عملی نہ حالی نہ قالی۔ مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں۔ میری اگر کوئی برائی کرتا ہے مجھے وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں اور اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کون سی بات تعریف کے قابل ہے اسے دھوکہ ہوا ہے حق تعالیٰ کی ستاری ہے ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے۔
(ملفوظات و مکتوبات اشرفیه ص۲۲۲)

فرمایا میں ہمیشہ سڑک کے کنارے چلتا تھا درمیان میں نہ چلتا تھا یہاں تک کہ اگر پیچھے سے کوئی بھنگی بھی آ گیا تو بہتر راستہ میں نے اس کے لئے چھوڑا کہ اس کا حق میری نسبت زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ ٹانگوں کی کمزوری کے باعث ایک دفعہ میں نالی میں گر گیا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو معذور جانا اور سڑک کے بیچ میں چلنے لگا۔ (ملفوظات و مکتوبات اشرفیه ص۱۷٦)

فرمایا کہ مجھے کبھی یاد نہیں آتا کہ میں نے چارپائی کے پائنتی رکھ کر کھانا کھایا ہو مجھے کبھی یاد نہیں آتا کہ میں اپنی چھڑی کا نچلا حصہ قبلہ رو رکھا ہو اور مجھے کبھی یاد نہیں آتا کہ میں نے نوکر کو کبھی پیسہ زمین پر پھینک کر دیا ہو اور مجھے یاد نہیں آتا کہ کبھی جوتا دائیں ہاتھ میں لیا ہو اور فرمایا کرتے کہ جب میں کبھی کسی کو اس کی اصلاح کے لئے ڈانٹتا ہوں تو اس وقت میں اپنے آپ کو بھنگی سمجھتا ہوں اور مخاطب کو شاہزادہ جس طرح کہ بادشاہ شاہزادوں کی تعلیم و تادیب کے لئے جلاد کو حکم دیتا ہے کہ اس کو درے لگاؤ لیکن جلاد سے پوچھو کہ اس پر کیا گزرتی ہے اس حکم سے وہ کانپ جاتا ہے او رلرزہ براندام(۲) اس حکم کی تکمیل کرتا ہے۔ اور شاہزادوں کی تحقیر کا تو کیا وسوسہ آتا خود اپنی خیر مناتا رہتا ہے کہ کہیں بادشاہ کی نظر سے نہ گر جاؤں۔ (معرفت الهیه حصه دوم ص ۲٦۱)

مرض وفات میں جب یونانی علاج سے نفع کی امید نہ رہی تو بعض متعلقین خاص نے عرض کیا کہ انگریزی علاج کرا کر دیکھ لیا جائے۔ اس پر فرمایا میں نے تمام عمر انگریزی علاج نہیں کیا اب کیا کروں؟ اس پر مولوی شبیر علی صاحب تھانویؒ نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں جب شریعت نے اجازت دی ہے تو پھر کیا مضائقہ ہے؟ اس پر حضرت نے گردن جھکا لی اور چند لمحات

---

(۱) کانپنا

کے بعد فرمایا "بہت اچھا بسم اللہ کر کے شروع کیجئے میں کہاں کا ایسا متقی ہوں۔

اللہ اللہ حضرت کا اس وقت کیا مقام نیاز و بندگی تھا۔ شریعت کا کس قدر عظمت و احترام تھا باوجود گنجائش عذر کے بھی اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنی ساری عمر کے تقوٰی کو شریعت کی معمولی رخصت پر قربان کر دیا۔ (مآثر حکیم الامت ص ۴۷۲)

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کو فنا کی تعلیم

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ایک دفعہ بوقت رخصت تھانہ بون میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ آپ عالم، فاضل، مصنف ہیں آپ کو کیا نصیحت کرو۔ سید صاحب نے عرض کیا کہ آپ کی زبان مبارک سے سننا چاہتا ہوں۔ اس پر فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے ایک ہی سبق پڑھا ہے وہی سب کو پڑھاتا ہوں اور وہی آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو مٹا دینا چاہئے۔" (القول العزیز ج:۱ ص۷۶)

اس بات کو سن کر سید صاحب پر گریہ طاری ہو گیا۔ تمام سلوک اور تصوف کا حاصل یہی ہے کہ اپنے آپ کو مٹا دیا جائے منتہائے سیر سالک شد فنا نیستی از خود بود عین البقا۔ مٹا دینے کا یہ مطلب نہیں کہ خودکشی کر لی جائے۔ مٹانے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے تمام ارادوں کو تمام خواہشات کو مرضیات اور ارادت الٰہیہ کا غلام اور تابع بنایا جائے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں **لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت** (یعنی تم میں سے کوئی مومن کامل ہو نہیں سکتا جب تک کہ اپنے تمام خواہشات کو میرے لائے ہوئے احکام خداوندی کے تابع نہ کر دیئے) اسی تابع کر دینے کا نام فنائیت ہے اور عادت الٰہیہ یہی ہے کہ یہ دولت بدوں کسی پیر کامل کی صحبت کے میسر نہیں ہوتی۔ اسی کو حضرت عارف رومی فرماتے ہیں۔

نفس (۱) نتواں کشت الا ظل پیر دامن آں نفس کش را سخت گیر

یعنی نفس فنا نہیں ہوتا مگر پیر کامل کے سایہ سے پس اس نفس کش کا دامن مضبوط پکڑ لو۔

(معرفت الٰہیہ حصہ دوم ص۲۵۱،۲۵۰)

چنانچہ ہمارے حضرت خواجہ صاحب یعنی عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے بغرض اصلاح حضرت حکیم الامت کے ہاں قیام کیا تو یوں عرض کیا۔

نہیں کوئی اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں مٹا دیجئے مٹا دیجئے اسی واسطے میں آیا ہوں

حضرت حکیم الامتؒ نے ارشاد فرمایا: انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ بعد حصول حضرت خواجہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا:

مقام فنا تک جو پہنچے ہیں لوگو وہ مر مر گئے ہیں مگر آگئے ہم

فنا کے حصول کا طریق

فنا کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کثرت سے مجاہدہ کرے یعنی خلاف نفس پر عمل کرے اور کثرت سے ذکر لسانی و قلبی کرے اور ہر وقت ذکر و فکر میں لگا رہے انشاء اللہ اس سے ایک دن فنا کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔ (تعلیمات اسلام حصہ سوم ص ٤٣)

نیک صحبت اور اس کی ضرورت

نیک صحبت کی تاکید میں آیت مبارکہ

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

(۱) یآ ایها الذین امنوا اتقوا الله و کونوا مع الصّٰدقین ٥ (التوبه آية ١١٩)

"یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو لوگ (دین کے پکے اور) سچے ہیں ان کے ساتھ رہو۔

ف: ساتھ رہنے میں ظاہری صحبت بھی آ گئی اور ان کی راہ پر چلنا بھی آ گیا۔

(حیوة المسلمین ص١٣٨)

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربّهم بالغداوة و العشی یریدون وجههٗ ط

(الکهف آیت ٢٨)

اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (علی الدّوام) اپنے

رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کیلئے کرتے ہیں۔

ف: اس آیت میں حکم ہے ان فقراء کی صحبت کا جو اپنے مولیٰ کے لئے صحبت رکھتے تھے اس صحبت کا فائدہ ان فقراء کو پہنچتا تھا مگر دوسرے اس صحبت سے خود مستفید ہوں گے' کیونکہ یہ فقرا ایسی قوم ہیں کہ ان کا جلیس محروم نہیں رہتا۔ (مسائل السلوك من كلام من الملوك)

شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ کفار رؤساء نے حضور ﷺ سے یہ درخواست کی کہ ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کے پاس مفلس اور قلاش اہل صفہ بیٹھے ہوتے ہیں' ہمارا ان کے پاس بیٹھنا کسر شان سے ہے جب ہم آئیں تو آپ ان کو اٹھا دیا کیجئے۔"

آپ نے یہ اس لئے منظور فرما لیا کہ شاید یہ ایمان لے آئیں' اس پر ارشاد ہوا کہ واصبر نفسک یعنی اپنے نفس کو مقید کر کے رکھئے' یعنی ان کو اٹھانے کی اجازت کہاں' خود بھی نہ اٹھیے۔ (فوائد الصحبت ص٢٨)

واذ رايت الذين يخوضون في اٰيٰتنا فاعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره ط واما ينسينك الشيطن فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظّٰلمين٥ (الانعام آية ٦٨)

اور (اے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات اور احکام میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے) سے کنارہ کش ہو۔ یہاں تک کہ وہ اور کسی بات میں لگ جائیں اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے (یعنی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت یاد نہ رہے تو (جب یاد آ جائے) یاد کرنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ' بلکہ فوراً کھڑا ہو جا۔

ف: ایک مؤمن کی غیرت کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ ایسی مجلس سے بیزار ہو کر کنارہ کرے اور کبھی بھول کر شریک ہو گیا تو یاد آنے کے فوراً بعد وہاں سے اٹھ جائے اسی میں اپنی عاقبت کی درستی اور دین کی سلامتی اور طعن و استہزاء کرنے والوں کیلئے عملی نصیحت اور تنبیہ ہے۔

(تفسير عثماني ص٢٣٩)

احادیث مبارکہ

(۱) عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ قال اللّٰہ تعالیٰ وجبت فیٔ والمتجالسین فیّ والمتباذلین فیّ۔ (رواہ مالک ابن حبان)

"یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری صحبت ایسے لوگوں کے لئے واجب ہے یعنی (ضروری ثبوت ہوگی) جو میرے ہی علاقہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میرے ہی علاقے سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں۔

ف: یہ جو فرمایا میرے علاقہ (۱) سے مطلب یہ ہے کہ محض دین کے واسطے

(۲) وعن ابی موسیٰؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال انما مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کحامل المسک ونافح الکتر فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافح الکتر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

"یعنی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیک ہم نشیں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مشک لئے ہوئے ہو (یہ مثال ہے نیک صحبت کی) اور ایک شخص بھٹی دھونک رہا ہے (یہ مثال ہے صحبت بد کی) سو وہ مشک والا یا تو تجھ کو دے گا اور اگر نہ بھی دے تو تجھے اس سے خوشبو ہی پہنچ جائے گی۔ اور بھٹی کا دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑوں کو جلا دے گا (اگر کوئی چنگاری آ پڑی) اور یا اگر اس سے بچ بھی گیا تو اس کی گندی بو ہی تجھ کو پہنچ جائے گی۔

ف: یعنی نیک صحبت سے اگر کامل نفع نہ ہو اتب بھی تو کچھ ضرور ہو جائے گا اور صحبت بد سے اگر کامل ضرر نہ ہوا تب بھی تو کچھ ہو جائے گا۔

حدیث: (۱)،(۲) "خوذ از حیوۃ المسلمین مع تخریج الآیات والاحادیث (احقر قریشی غفرلہ) خداوہ دن جلد لائے کہ یہ کتاب شائع ہو جائے۔ آمین!

(۳) وقال علیه الصّلوة والسّلام الوحدة خیر من جلیس السوء والجلیس الصالح خیر من الوحدة . (رواه البیهقی)

''ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ خلوت بہتر ہے برے ہمنشیں سے اور نیک ہم نشیں بہتر ہے خلوت میں رہنے سے۔

صحبت میں بے حد اثر ہے

کسی کے پاس رہنا عجب چیز ہے کیسا ہی کم ہمت آدمی ہو لیکن جس فن کے آدمی کے پاس بیٹھے' اسے اس فن کی باتوں سے رغبت اور اس سے مناسبت اور ہمت و عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ اچھے آدمی کی پاس بیٹھے تو اچھی باتوں کی رغبت اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے اور برے آدمیوں کے پاس بیٹھے تو برائیوں سے رغبت اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

اگر آدمی عقل مندوں میں رہے تو عقلمندی آ جاتی ہے بے وقوفوں میں رہے تو انسان بے وقوف ہو جاتا ہے۔ عورتوں میں رہے تو زنانہ پن آ جاتا ہے' سپاہیوں میں رہے تو مردانگی اور جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ اپاہجوں میں رہے تو کاہل پن آ جاتا ہے' غرض صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

جس میں دین حاصل کرنے کی ہمت نہ ہو تو اسکو چاہئے کہ دین داروں کی صحبت اختیار کرے اور کچھ دیر ان کے پاس جا کر بیٹھا کرے انشاء اللہ العزیز ہمت پیدا ہو جائے گی۔

(فوائد الصحبة)

دین دار اور عارف باللہ ہو کر کٹر دنیا دار بننا ناممکن ہے!

فقیہ ملت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اپنے سلسلہ کے ایک استاد سے نقل کرتے تھے کہ جس شخص کو دنیا کا بنانا ہو اور دین سے کھونا ہو اس کو طبیبوں کے سپرد کر دے اور جس کو دنیا سے کھونا ہو اور دین کا بنانا ہو اس کو صوفیاء کے سپرد کر دے اور جس کو دونوں دین و دنیا سے کھونا

ہوا سے شاعروں کے سپرد کر دے یعنی ایک شخص دین دار اور عارف باللہ بھی ہو اور ساتھ ہی کٹر بھی' ایسا ہونا ناممکن ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنا بنا لیتے ہیں اس کو دنیا سے الگ کر لیتے ہیں جس طرح گورنمنٹ ملازم کو دنیاوی کاروبار یا سیاست وصحافت میں حصہ لینے سی ممانعت ہوتی ہے' یہی دستور حق سبحانہ' کا یہاں بھی ہے۔

تابدانی ہر کہ یزداں بخواند (۱)

از ہمہ کار جہاں بے کار ماند

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ علیہ نے عرض کیا حضرت جسکو دونوں کا بنانا ہوا سے کس کے سپرد کرے؟ فرمایا یہ ناممکن ہے!

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں   ایں خیالست و محال است و جنوں

یعنی ہم کٹر دنیادار بھی بن جائیں اور ساتھ ہی اھل اللہ بھی۔ یہ خیال ہے ناممکن ہی اور دیوانہ پن ہے۔ (ارواح ثلاثہ)

انبیاءؑ کے مبعوث فرمانے کا سبب نیک صحبت ہے!

حق تعالیٰ شانہ' نے انبیاء علیہم السّلام کو مبعوث فرمایا اور صحیفے اور کتابیں نازل فرمائیں جس سے گمراہوں کو ہدایت ہوئی اور حق وباطل میں امتیاز ہو گیا حالانکہ ایک صورت تو یہ بھی ہو سکتی تھی کہ صرف صحیفے اور کتابیں اتار دی جاتیں' ان میں احکام ہوتے اور لوگ ان پر عمل کرتے اور فرمان خداوندی کا امتثال ہو جاتا' مگر ایسا کبھی نہیں ہوا بلکہ صحیفے اور کتابیں اتارنے کے ساتھ انبیاء علیم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اس میں کونسی چیز بڑھ گئی جس کا نام صحبت ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

اس کو مثنوی میں مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

بے عنایات حق و خاص حق

اندریں رہ کے تواں بردن سبق

---

(۱) جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنا بنا لیتے ہیں اس کو تمام دنیا کے کاموں سے بے کار کر دیتے ہیں۔

یعنی حق تعالیٰ اور خاصان خدا کی بغیر عنایت کے اس راہ سلوک میں تم سبقت نہیں لے سکتے۔ (جلاء القلوب ص۸۸)

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تجربہ کی بناء پر فرماتے ہیں:

''ذی علم لوگ میرے پاس اصلاح کے لئے آتے ہیں اوران کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے۔'' (فوائد الصحبت ص۴۹)

وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے صرف علم دین کی کتابوں کو پڑھا ہے مگر کسی اہل اللہ کی صحبت اختیار نہیں کی۔اور ؎

درکنز و ہدایہ(۱) نتواں یافت خدارا

بقول اکبرالہ آبادی مرحوم: ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین پیدا ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

واقعی نری کتابوں سے کوئی کامل نہیں ہوا' ہاں مکبل ہو جاؤ گے یعنی کمبل پوش' باقی کامل اور مکمل بغیر صحبت کے نہیں ہوتے۔ (طریق القلندر طریق السمندر ص ٦١)

ضرورت علم صرف صحبت سے حاصل ہوسکتا ہے!

اگر کسی کو کتابی علم نہ ہو اور محض صحبت ہو تو بقدر ضرورت کفایت ہو جاتی ہے ہاں اصطلاحی مولوی نہیں ہوتا کیونکہ یہ کمال علمی تو بدوں درس وتدریس کے حاصل نہیں ہوسکتا مگر ہاں بقدرضرورت حاصل ہوسکتا ہے بلکہ اگر حافظہ اور تدین کامل ہو تو کمال علمی بھی صرف صحبت سے حاصل ہو جاتی ہے۔چنانچہ اکثر صحابہؓ کا علم خالی صحبت سے بدوں درس وتدریس ہی کے تھا۔

(فوائد الصحبة ص ٤٨)

اور سبحان اللہ کمال علمی بھی صحبت ہی کی برکت سے اس قدر حاصل ہوتا تھا کہ ان کے مد بھر غلہ کا صدقہ آج ہمارے احد پہاڑ کے برابر خیرات کرنے سے نصیب نہیں ہوسکتا۔ واقعی کیوں

(۱) صرف کنز اور ہدایہ پڑھ کر تم عارف باللہ نہیں بن سکتے۔

نہ ہوا نہیں صحبت بھی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوئی تھی۔

گر مصور(۱) صورت آں دلستان خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

دین پر عمل کرنے کا مدار صحبت صالحین پر ہے

ایک چیونٹی کو ہوس ہوئی کہ خانہ کعبہ پہنچے لیکن اپنے ضعف اور عجز کو دیکھ کر حیران تھی' اس نے دیکھا کہ ایک کبوتر کبوتران حرم محترم میں سے بیٹھا ہے وہ چیونٹی اس کے پاؤں کو لپٹ گئی' اس نے ایک پرواز کی اور بیت اللہ جا پہنچا' چیونٹی نے آنکھ کھولی تو دیکھا خانہ کعبہ سامنے تھا۔

(حیوۃ طیبہ ص۲۷)۔

بود مورے ہوسے درشت کہ در کعبہ رسید
دست برپائے کبوتر زدو ناگاہ رسید

نیک صحبت کی برکت سے اعمال صالحہ میں آسانی ہوگی!

اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ کے دین پر عمل کرنے کیلئے نیک لوگوں کی صحبت کی ضرورت ہے۔

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

یعنی اگر تم سخت پتھر اور سنگ مرمر بھی ہو گئے' اہل اللہ کے پاس جاؤ گے تو گوہر ہو ہی جاؤ گے۔

آہن کہ بپارس آشنا سد
فی الحال صورت طلاء شد

جو لوہا پارس کی پتھری سی ملا' فوراً سونا بن گیا۔ اسی طرح اہل اللہ کی صحبت سے انسان اللہ

(۱) یعنی ایک مصور محبوب کی تصویر تو کھینچ دے گا لیکن میں حیران ہوں کہ وہ محبوب کے ناز و انداز کی تصویر کشی کیسے کرے گا۔

والا بن جاتا ہے:۔

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر است صد سالہ زہد و طاعت است

نیکوں کی صحبت اگر گھڑی بھی میسر ہو جائے تو سو سالہ زہد وطاعت سے بہتر ہے: کیونکہ صحبت کی وجہ سے ایمان میں پختگی آتی ہے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
گو نشیند در حضور اولیاء

جو شخص خدا کی ہم نشینی کا طالب ہو اس سے کہو کہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھا کرے کیونکہ:

خاصان خدا خدا نباشد
لیک از خدا جدا نباشد

اللہ کے برگزیدہ بندے اگرچہ خدا نہیں' لیکن حق تعالیٰ شانہٗ سے جدا بھی نہیں۔ اس سے علماء دین بھی اہل اللہ کی صحبت کے محتاج ہیں کیونکہ اس کے بغیر اعمال کی درستی اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونا محال ہے۔

بے(۱) عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اعمال صالحہ تو کجا کوئی کام بدوں صحبت کے نہیں آتا۔ انجینئر ڈاکٹر بننے کے لئے ان کی صحبت اختیار کرنا پڑتی ہے بلکہ اعلیٰ ڈگری حاصل کیلئے انگلستان جانا پڑتا ہے' طب کی کتابیں پڑھ کر کوئی حکیم نہیں بن سکتا' رسالہ ''خوان نعمت'' دیکھ کر کوئی گلگلے نہیں پکا سکتا۔ آج کل ہر فن کی کتب موجود ہیں لیکن ان کی تحصیل بدوں صحبت کے نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح تربیت صرف تعلیم سے نہیں ہوتی بلکہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا پڑتی ہی۔ (ملّت ابراھیم ص ٦١)

دور حاضر میں اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا فرض عین ہے

(۱) حق سبحانہٗ وتعالیٰ اور خاصان حق کی عنایت کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہوگا تو اسکے نامہ اعمال سیاہ ہوں گے۔

حضرت مجدد ملت تھانویؒ فرماتے ہیں: ''میں تو اس زمانہ میں اہل اللہ کی صحبت کو فرض عین کہتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں کہ اس زمانہ میں اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت اور ان سے تعلق رکھنے کے فرض عین ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایمان کی سلامتی کا ذریعہ صرف اہل اللہ کی صحبت ہے' اس تعلق کے بعد بفضلہٖ کوئی جادو اثر نہیں کرتا۔

(الافاضات الیومیہ' بصائر حکیم الامت ص ۱۴۲)

اہل اللہ اگر نادار اور غریب بھی ہوں تب بھی انکی صحبت سے عار نہیں کرنا چاہئے

ہم تو کیا چیز ہیں خود حضور علیہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اللهم احيني مسكينا وامتني مسكينا واحشرني في زمرة المساكين٥

''یعنی اے اللہ مجھے مسکینوں کے ساتھ زندہ رکھ' مسکینوں کے ساتھ موت دے اور میرا حشر مسکینوں کے ساتھ ہو''

یہ نہیں فرمایا کہ مساکین کا حشر میرے ساتھ ہو یعنی وہ لوگ تو اپنی جگہ رہیں' میں ان کے ساتھ ہو جاؤں۔'' (فوائد الصحبة ص ۲۹)

صحبت میں مخدوم کا اثر خادم پر ہوتا ہے

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ سے سوال کیا گیا کہ شریعت میں حکم دیا گیا ہے کہ بروں کی صحبت سے بچو اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ نیکوں کی صحبت میں بیٹھو' حکم تو دونوں سر آنکھوں پر ہیں لیکن ہمارا خیال ہے کہ دونوں حکم جمع نہیں ہو سکتے اس لئے کہ جب کوئی برا آدمی نیک کی صحبت میں آ کر بیٹھے گا تو وہ بھاگ جائے گا کہ میں تو بروں کی صحبت میں نہیں بیٹھتا۔

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ تم نے بڑا اہم سوال کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب ابھی ابھی میرے دل میں ڈال دیا ہے' پھر فرمایا اصل میں مخدوم کا اثر خادم پر ہوتا ہے' خادم کا اثر مخدوم پر نہیں پڑتا۔'' (علماء حق کا شیوہ ص ۳۰)

لائحہ عمل

اب ہر شخص کو چاہئے کہ اس صحبت صالح کی متعلق اپنی فرصت کے مطابق دستور العمل مقرر کرے خواہ ہفتہ میں ایک دن یا مہینہ میں دو تین دن یا سال میں ایک ماہ یا کم و پیش۔

(فوائد الصحبت ص ٦٢)

لوگ جہاں تعطیلات میں اپنے بچوں کو صحت افزا مقامات تفریح وغیرہ کے لئے جاتے ہیں مگر صحبت صالح کے اہتمام کا شاید ہی کسی کو خیال ہو۔ اس کے لئے کچھ نہ کچھ وقت ضرور نکالنا چاہئے اس کی بدولت ہی اعمال صالحہ پر استقامت نصیب ہوتی ہے جو پیش خیمہ ہے خاتمہ ایمان پر ہونے کا۔

نیک صحبت کا نعم البدل

جس وقت تک نیک صحبت کی خاطر کسی بزرگ کے پاس جانے کی فرصت نہ ہو اور اپنے قرب و جوار کے علاقہ میں کوئی ایسا شخص نہ ہو تو روزانہ کچھ وقت نکال کر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ حسنہ اور ملفوظات طیبات (جو میسر ہو سکیں) کا مطالعہ باقاعدگی سے کیا کرے (۱) انشاء اللہ العزیز ان کا مطالعہ نیک صحبت کا نعم البدل ثابت ہو گا۔ اور ساتھ ہی کچھ دیر ذکر کر لیا کریں تو نورٌ علی نور ہے۔

خوب کہا ہے:

در یں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است (۱)
صراحی مئے ناب وسفینہ غزال است

نیک لوگوں کی پہچان

اس موقع پر ضروری ہے کہ اہل اللہ کی کوئی پہچان بتلائی جائے کیونکہ آج کل بہت سے

---

(۱) یعنی اگر شیخ کی صحبت میسر نہ ہو تو پیر بھائی بھی غنیمت ہے صراحی مے ناب سے مراد ذکر اللہ اور سفینہ غزل سے مراد بزرگوں کے ملفوظات ہیں۔ یعنی تھوڑی دیر ذکر اللہ کرو اور کچھ دیر مواعظ و ملفوظات اشرفیہ کا مطالعہ کرو۔

شیطان بھی بظاہر نیک شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔

اے بسا(۱) ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

کامل کی چند علامات یہ ہیں:

☆...... وہ شریعت کا ضروری علم رکھتا ہو۔

☆...... کسی کامل شیخ کی تربیت میں رہا ہو اور اس سے اجازت تربیت بھی حاصل ہو۔

☆...... خود شریعت پر عامل ہو۔

☆...... شریعت کے خلاف پر اصرار نہ کرتا ہو۔

☆...... اپنے متعلقین پر شفقت کرتا ہو۔

☆...... احتساب میں کمی نہ کرتا ہو۔

☆...... سنت کا پورا پابند ہو جس میں یہ سب باتیں جمع ہوں وہ کامل ہے اور ایسے ہی لوگوں کی نسبت کہا ہے:۔

یک زمانہ(۲) صحبت با اولیاء
بہتر است، صد سالہ طاعت بے ریا

شیخ کامل اور اسکی ضرورت

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے:

واتبع سبیل من اناب الی (سورۃ القمن آیت ۱۵) یعنی ان کے طریقہ کی اتباع کرو جو میری طرف رجوع کریں۔

ف: (۱) اس میں اتباع کا معیار ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جس شخص کا اتباع کرو وہ صاحب اناب ہے کہ نہیں۔ مقصود یہ کہ وہ خود متبوع نہیں۔ بلکہ ان کے پاس ایک سبیل ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی

---

(۱) اے طالب آدمی کی صورت میں بہت سے شیطان بھی ہیں پس ہر ایک کی طرف رجوع اور بیعت نہ کرنی چاہئے۔
(۲) ایک ساعت صحبت اہل اللہ کی سو سالہ بے ریا عبادت سے افضل ہے۔

طرف توجہ کرنا۔ پس حاصل یہ ہوا کہ اس کا اتباع کرو جو علم اور توجہ الی اللہ کا جامع ہو (متباع) اس میں شیخ کامل بھی شامل ہے۔

ف:(۲) من اناب لی من متعدد اشخاص کے اتباع کرنے کا مضائقہ نہ تھا۔ لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایک (۱) کے مقرر کر لینے میں راحت' آ نتظام اور نفس کی حفاظت ہے مگر دین پر چلنا چاہتے ہو تو ایک شخص کو متبوع (۲) مقرر کر لینے میں بہت پریشانیوں سے بچ جاؤ گے۔ اور جو شخص اس طریقہ کے خلاف کرے گا۔ کچھ تعجب نہیں کہ وہ دین سے بہک جائے۔ (اتباع النیب ٤ ٥)

(۲) یٰۤا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبیّ ولا تجھروا له بقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون.

(الحجرات آیت ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

ف: یہ آیات اصل ہیں شیخ کے ادب واحترام میں۔ (مسائل السلوك)

(۳) یٰۤا ایھا الذین امنو اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة ط ذالک خیر لکم واطھر ط فان لم تجدوا فان اللہ غفور الرّحیمo

''اے ایمان والو جب تم رسولؐ سے سرگوشی کیا کرو تو اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے پھر اگر تم کو مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے۔'' (المجادلة آیت ۱۲)

ف: اپنی علت سے اس پر دال ہے کہ شیخ سے سرگوشی کرنا امر عظیم ہے بلا حاجت اس کی درخواست وجرأت نہ کرے۔ (مسائل السلوك بیان القرآن جلد۳ ص٦ ٤ ١٠)

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) بزرگوں کا مقولہ ہے۔ یک در گیر محکم گیر (۲) جس کی پیروی کی جائے۔

(۱) الرجل یحب القوم ولما یلحق بھم فقال ھو مع من احبّ .

(متفق علیه من حدیث ابن مسعودؓ)

یعنی ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے اور اس کو ان کے درجہ تک رسائی نہیں ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا وہ شخص ان ہی کی ساتھ ہوگا۔ جن سے محبت رکھتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی محبت سے نفع عظیم حاصل ہوتا ہے اسی لئے اہل طریق کو اس کا بہت اہتمام ہے۔ (التشرف ص۹۸٬۹۹)

(۲) من لم یشکر النّاس لم یشکر اللہ.

(رواہ الترمذی وحسنہ من حدیث ابی سعیدؓ وابی داؤد وابن حبان نحوہ من حدیث ابی ہریرہ وقال حسن صحیح)

جو شخص آدمیوں کا شکر گزار نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں۔

ف: اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ حق تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا حقوق خلائق کو ضعیف نہیں کرتا بلکہ اس کو مؤکدہ کرتا ہے خصوصی ایسے بندوں کے حقوق کو جو کہ وصول الی الحق میں معین ہوتے ہیں جیسے مشائخ (وہادین) اور ان حضرات کے حقوق یعنی ان کی اطاعت و تعظیم کے مؤکد ہونے پر علاوہ اس حدیث کے اور مستقل دلائل بھی ہیں (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص۵۶)

(۳) الارواح جنود مجندہ فما تعارف منھاائتلف وما تناکر منھا اختلف.

(مسلم من حدیث ابی ھریرۃ والبخاری تعلیقات من حدیث عائشۃؓ)

ارواح اپنے عالم میں جمع کی ہوئی جماعتیں ہیں سو جن ارواح میں وہاں تعارف ہو گیا۔ یہاں ان میں باہم الفت ہوگی۔ اور جن میں وہاں اجنبیت رہی یہاں ان میں باہم اختلاف رہے گا۔

ف: اس حدیث میں اصل ہے اس مسئلہ کی جو صوفیاء کے نزدیک مقرر ہے کہ شیخ اور طالب میں مناسب شرط ہے۔ کیونکہ اہم مقصود اس واقعہ کی خبر دینے سے یہی ہے۔

(التشرف ص۱۳۲)

شیخ کی ضرورت کیوں ہے

عادت اللہ یونہی جاری ہے کہ بغیر شیخ کامل کی رہبری کے نفس کی اصلاح نہیں ہوسکتی دوسرے کی رہبری کی ضرورت ہے ورنہ بھٹکتا ہی پھرے گا۔

عارف رومی فرماتے ہیں۔

بے رفیقے ہر کہ شد درراہ عشق — عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

یار باید راہ را تنہا مرو — بے قلاوز اندریں صحرا مرو

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ رابرید — ہم بعون ہمت مرداں رسید

بغیر رہبر اور مرشد کے جس نے اس راہ میں قدم رکھا وہ ساری عمر اس میں گم ہوکر رہ گیا اور کامیاب نہ ہوا۔ راہ سلوک میں مددگار ہونا چاہئے۔ اس میں تنہا قدم نہ رکھو۔ اتفاقاً جس شخص نے اس راہ سلوک کو اکیلے خود طے کیا ہے وہ بھی اللہ والوں کی توجہ سے کیا ہے۔ (الظاهر ص ٦١)

اس میں مولانا نے اس شبہ کے دو جواب دیے ہیں ایک تو یہ کہ ایسا نادر ہوا ہے۔ والنادر کالمعدوم (نادر مثل معدوم کے ہوتا ہے) امور نادرہ کی وجہ سے قواعد پر نقض وارد نہیں ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ گو ظاہر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنہا پہنچے مگر درحقیقت وہ بھی کسی کامل کی ہمت ہی سے پہنچے ہیں کیونکہ بعض اہل اللہ سب مسلمانوں کے واسطے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا سے بہت سے لوگ کامیاب ہوجاتے ہیں۔ اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہم کس کی دعا سے کامیاب ہوئے۔ اس کا امتحان یہ ہے کہ بعض اہل اللہ کے مرنے پر غیر مریدوں کو بھی اپنے قلب میں تغیر معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ وہ منکر و معاند (۱) نہ ہوں کیونکہ اب تک اس شخص کی غائبانہ دعا و توجہ سے فیض ہو رہا تھا جو اس کی موت سے بند ہوگیا۔ اس لئے مریدین کے علاوہ دوسروں کو بھی اپنی حالت میں وہ تغیر محسوس ہوتا ہے جس کے باب میں حدیث شریف میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ارشاد وارد ہے۔

ما نقضنا الایدی عن دفن رسول اللہ ﷺ حتی انکرنا قلوبنا

---

(۱) دشمن ۔ مخالف۔

یعنی ہم نے ہاتھوں کو رسول اللہ علیہ کے دفن جھاڑنے کے بعد اپنے قلوب میں تغیر محسوس کیا۔ وہاں تو وجہ ظاہر تھی کہ حضور علیہ کو سب مسلمانوں سے تعلق تھا مگر آپ کے خلفاء میں بعض ایسے ہوتے ہیں جن کو اتباع سنت نبویہ علیہ کی وجہ سے عام طور پر سب مسلمانوں سے تعلق ہوتا ہے جس کا احساس ان کے مرنے پر سب کو ہوتا ہے۔ (خیر الحیات وخیر الممات ص ۳۲)

حضرت فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں۔

گر ہوائے ایں سفر داری ولا — دامن رہبر بگیر و پس بیا

درارادت باش صادق اے فرید — تا بیابی گنج عرفاں را کلید

یعنی اے دل اگر راہ طریقت میں چلنا چاہتا ہے تو کسی شیخ کا دامن پکڑ اور خود ہی کو چھوڑ دے۔ اپنے راہ طریقت کے تلاش میں سچا اور ثابت قدم رہ تا کہ اس خزانہ کی چابیاں تجھ کو مل جائیں یعنی تو کامیاب ہو جائے۔ (آخر الاعمال ص ٤٠)

رہبر جو ڈھونڈتا ہے دیار حبیب کا — ہرگز نہ دیکھ فرق امیر و غریب کا

شیخ کا کام راہ بتلانا ہے

شیخ راہ بتائے گا مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ گھسیٹ کر لے چلے گا۔ اندھے کو سوانکھا وہ بنا تا ہے (مگر) گود میں اٹھا کر وہ نہیں لے جائے گا۔ راستہ تو قطع خود اس کے چلنے ہی سے ہو گا۔ راستہ بتانا تو بے شک شیخ کا کام ہے۔ لیکن اس کا قطع کرنا تو سب (مرید) ہی کے ذمہ ہے۔

(ملفوظ السلسبیل لعابری ملحقه اکمال الشیم ص ٣٧٤)

عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے اسی مضمون کو خوب بیان فرمایا ہے۔

رہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ — راہ چلنا راہرو کا کام ہے

تجھ کو رہبر لے چلے گا دوش پر — یہ تیرا راہرو خیال خام ہے

مناسب شیخ شرط طریق ہے

اس طریق میں مصلح کے ساتھ مناسبت ہونا بڑی چیز ہے۔ بدون مناسبت کے طالب کو نفع نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں عدم مناسبت کی بناپر طالب کومشورہ دیتا ہوں کہ مجھ سے تم کو نفع نہ پہنچے گا اگر تم چاہو تو کسی دوسرے مصلح کا نام بتادوں۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۰۹)

اسی لئے جب تک مناسبت نہ ہو بیعت کی درخواست میں تعجیل مناسب نہیں غرض مناسبت شیخ جومدار ہے۔ اضافہ واستفاضہ (۱) کا اس کا معنی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو اس قدر موانست ہوجائے کہ شیخ کے کسی قول وفعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر نہ ہوگی عقلی ہوگی۔

(کمالات اشرفیہ ص۲۰۹)

اسی لئے جب تک مناسبت نہ ہو بیعت کی درخواست میں تعجیل مناسب نہیں غرض مناسبت شیخ جومدار ہے۔ افاضہ واستفاضہ کا اس کا معنی یہ ہیں کہ شیخ سے مرید کو اس قدر موانست (۲) ہوجائے کہ شیخ کی کسی قول وفعل سے مرید کے دل میں طبعی نکیر نہ ہو گو عقلی ہو۔

(کمالات اشرفیہ ص۶۷)

صحبت شیخ از حد ضروری ہے

بدون صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیح پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت ذکر اللہ میں یہ صفت ہونی چاہئے تھی کہ وہ خود کافی ہوجایا کرتا صحبت شیخ کی کیوں قید ہے؟ فرمایا کہ کام بنائے گا۔ تو ذکر اللہ ہی بنائے گا لیکن عادت اللہ یوں جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانے کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے صحبت شیخ شرط ہے۔ جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی۔ کاٹ جب ہوگا۔ تلوار ہی سے ہوگا۔ (کمالات اشرفیہ ص۱۸۳)

شیخ کے پاس رہ کر مشغول رہنے میں اور دور رہ کر مشغول رہنے میں ایسا فرق ہے جیسے مریض ایک تو طبیب کے پاس رہ کر علاج کرائے اور دوسرے یہ کہ دور سے محض خط وکتابت کے

---

(۱) فیض پانا۔ (۲) انس ومحبت۔

ذریعہ علاج ہو۔ظاہر ہے کہ نفع میں زمین وآسمان کا فرق ہوگا۔پھر فرمایا کہ صحبت شیخ سے طالب وزدیدہ طور پر اپنے اندر اخلاق کو لے لیتا ہے۔ایک بار فرمایا صحبت شیخ کے محض خط وکتابت پر اکتفاء کرنے کی یہ مثال دی تھی کہ جیسے شوہراور بیوی محض خط وکتابت کرتے رہیں اوراظہار محبت بھی کرتے رہیں لیکن ملتے جلتے نہ رہیں تو اولاد ہوچکی' اسی طرح شیخ کے ساتھ محض خط وکتابت رکھنے سے کوئی معتبدہ نتیجہ نہیں پیدا ہوسکتا۔ثمرات خاصہ کے لئے گاہے گاہے صحبت شیخ ضروری ہے۔ (کمالات اشرفیه ص۱۸۳)

فرمایا کہ میں اہل طریق کے لئے ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں کہ ہرکام سہولت سے ہو جائے حتیٰ کہ بڑے بڑے مقاصد سہولت سے حاصل ہوجاتے ہیں اور یہ موقوف ہے۔صحبت پر مرید کوشیخ کی خدمت میں ایک مدت خاص تک رہنا ضروری ہے۔اس سے مقصود میں خاص خاص سہولت ہوجاتی ہے۔رہا یہ ہے کہ کسی قدر مدت میں کام ہوجاتا ہے۔اس کا تعین مشکل ہے یہ مناسبت پر موقوف ہے اگر اہل استعداد ہوتا ہے۔ بہت جلد کام ہو جاتا ہے۔حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کل پنتالیس روز رہے۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا۔

(کمالات اشرفیه ص۲۵۹)

شیخ سے محبت پیدا کرنا ضروری ہے

طالب کا تو اپنے شیخ کی نسبت یہ نسبت ہونا چاہئے۔

ہمہ(۱) شہر پرز خوباں منم وخیال ماہے   چہ کنم کہ چشم بد خونکند بکس نگا ہے

وہ عورت فاحشہ ہے جو اپنے خاوند کے سوا دوسرے پر نظر رکھے۔شیخ کے ساتھ جو تعلق ہے وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ خاوند اور بی بی کا شیخ کو یہ سمجھے کہ میرے لئے سب سے انفع(۲) یہی ہے اس کو وحدت مطلب سمجھتے ہیں۔جس طرح وحدت مطلوب ضروری ہے۔البتہ نسبت

(۱) پورا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے مگر خیال چاند کی طرف ہے کیا کروں بری خصلت والی آنکھ کی نگاہ کسی پر نہیں جاتی۔
(۲) سب سے زیادہ نفع دینے والا۔

راسخ(۱) ہونے کے بعد پھر جہاں چاہے جائے جہاں چاہے اٹھے جہاں چاہے بیٹھے۔

(کمالات اشرفیه ص ۱۷۱)

غرض شیخ سے عقیدت سے اس قدر مطلوب نہیں' عظمت اس قدر مطلوب نہیں جس قدر محبت کی ضرورت ہے (کمالات اشرفیه ص ۱۷۰) بیعت میں شیخ کو طالب کی جانب سے ایسی ہی محبت کا انتظام ہوتا ہے۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا مذاق ہی نہیں۔ اس وقت میں مجبوری ہے۔ طبعاً(۲) انقیاد محض بدون اس کے نہیں ہوتا بلکہ وساوس کی مزاحمت رائے میں رہتی ہے۔ اگر ایسی محبت ہو جائے تو پھر واللہ اگر سر بازار جوتیاں لگائیں تو قلب پر اثر نہ ہو اور طبعی حزن الگ چیز ہے اور اگر ناگواری ہو تو محبت ہی نہیں اور اس کی تحقیق امتحان سے ہو جاتی ہے۔

(کمالات اشرفیه ص ۱۷۲)

شیخ کی محبت درحقیقت خدا ہی کی محبت ہے

خدا تعالیٰ کے علاقہ سے محبت کرنا خدا ہی کے ساتھ محبت ہے دیکھو اگر ہماری وجہ سے کوئی ہماری اولاد یا متعلقین کے ساتھ محبت کرے اس کو ہم اپنی ہی محبت سمجھتے ہیں۔

(کمالات اشرفیه ص ٦٨)

طلب رضائے شیخ خلاف اخلاص نہیں

تعلق فی اللہ والے کی رضا کا قصد اللہ ہی کی رضا کا قصد ہے اور وہ عین اخلاص ہے مثلاً شیخ کے خوش کرنے کیلئے تہجد پڑھنا خلاف اخلاص نہیں۔ (کمالات اشرفیه ص ۹۷)

تکدر شیخ سخت مضر ہے

شیخ کے قلب کو ہرگز تکدر نہ کرے۔ اگر اس کو چھوڑنا ہی ہے تو بلا اطلاع کے چھوڑ دے ورنہ دنیاوی زندگی اس کی تلخ ہو جائے گی۔ تا دم نزع اس کو چین نصیب نہ ہوگا جس کو یقین نہ ہو وہ آزما کر دیکھ لے اور ایک طرح دین کا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ ذوق وشوق جاتا رہتا ہے۔

---

(۱) نسبت مضبوط ہونا۔ (۲) فطری طور پر پیروی کرنا۔

اگر چہ ہمت کرے اور طبیعت پر جبر کرے تو دینی اعمال میں کچھ فرق نہیں آتا لیکن وہ جو ایک قسم کی توفیق و تائید تھی وہ جاتی رہتی ہے اگر ہمت سے کام لے تو اب بھی قادر ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہمت نہ کی تو دینی اعمال کی بھی توفیق نہ رہے گی۔ اس اعتبار سے شیخ کے تکدر کرنے میں دینی نقصان بواسطہ بھی ہو سکتا ہے گو بلاواسطہ دینی نقصان نہیں ہوتا۔ (کمالات اشرفیه ص ۲۰۳)

مرید کو شیخ کے قلب کا انقباض (۱) مانع فیض ہو جاتا ہے اس لئے مرید کو اپنے شیخ سے طالب علمی کی حیثیت سے پڑھنا نہ چاہے۔ ہاں بلا کتاب کے بیٹھ جانا' تقریر کو سننا اور سوالات نہ کرنا اس کا مضائقہ نہیں (کمالات اشرفیه ص ۲۱٤) غرض پیر کو مکدر نہ کرنا چاہئے۔ اگر تکدر سے بچنے کا قصد کریں اور تکدر ہو جائے تو اس کا اثر نہیں اثر ہوتا ہے قلب مبالات (۲) کا پس یہ تین حالتیں ہیں۔ ایک تو دل دکھانے کا قصد ہو۔ پہلی حالت اشد ہے دوسری ہوں تیسری پسندیدہ ہے۔ دوسری حالت کا باعث قلب مبالات ہے جس دل میں محبت و عظمت ہو گی۔ تو بے پروائی نہیں ہو سکتی۔ اگر قلب مبالات ہے اور بے پروائی ہے تو یا تو محبت کم ہے یا عظمت کم ہے اگر محبت و عظمت دونوں نہ ہوں تو ایسے موقع پر عقل سے کام لو جس سے تکدر (۳) نہ ہو۔

(کمالات اشرفیه ص ۱۲۸ ' ص ۱۲۹)

بشاشت شیخ شرط تربیت ہے

باطن کا علاج اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ معالج کے قلب میں مریض کی طرف سے بشاشت ہو بلکہ طبیب ظاہری بھی بغیر بشاشت کے علاج نہیں کر سکتا۔

(انفاس عیسیٰ جلد: ۱ ص ۷٦)

---

(۱) بھینچ جانا۔ سکڑنا۔ (۲) اندیشہ رکھنا۔ (۳) میلا ہونا سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ نے اس کی مثال بیان فرمائی کہ اگر کسی چھت کی میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو جب آسمان سے پانی برسے گا وہ چھت پر تو صاف و شفاف حالت میں آئے گا۔ لیکن جب میزاب میں ہو کر نیچے پہنچے گا تو بالکل گدلا اور میلا ہو کر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے فیوض و انوار نازل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا تعدیہ ایسے طالب کے قلب پر جس نے شیخ کے قلب کو مکدر کر رکھا ہے۔ مکدر صورت ہی میں پیدا ہوتا ہے جس سے طالب کا بجائے منور و مصفا ہونے کے تیرہ و مکدر ہوتا چلا جاتا ہے۔ (انفاس عیسیٰ جلد: ۲ ص ۵۰۰)

شیخ کی مجلس میں توجہ کس طرح رکھے

شیخ کی مجلس میں شیخ کے قلب کی طرف متوجہ رہے خواہ وہ کسی کام میں مشغول ہو۔ اور یہ تصور رکھے کہ اس کے قلب سے میرے قلب میں انوار آ رہے ہیں۔

(انفاس عیسیٰ جلد:۲ ص ۴۸۵)

سفر میں شیخ کی معیت معین اصلاح ہے

اگر موقع ملے تو طالب کو کبھی کبھی شیخ کے ساتھ سفر بھی کرنا چاہئے کیونکہ سفر میں زیادہ معیت رہتی ہے۔ اور مختلف قسم کے سابقے پڑتے ہیں۔ جس سے دل کھل جاتا ہے اور مل جاتا ہے اور باہم مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور مناسبت ہی پر فیض کا دارومدار ہے نیز ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ معیت سفر اصلاح میں بہت معین ہوتی ہے کیونکہ سفر میں شیخ کو طالب کے مختلف قسم کے حالات وواقعات کے مشاہدہ کا موقع ملتا ہے۔ جن پر وہ روک ٹوک کر سکتا ہے۔ یہ موقع حضر میں مستبعد ہے اسی طرح طالب کو بھی شیخ کے بعض ایسے معاملات سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے، جس کا اتفاق حضر میں نہیں ہوتا۔ (انفاس عیسیٰ ص ۵۰۱)

شیخ زبان ہوتا ہے اور مرید کان

ایک شیخ بہت ہی کم گو تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ان سے کہا آپ یہ کیا کرتے ہیں۔ خبر بھی ہے۔ شیخ زبان ہوتا ہے۔ اور مرید کان پر ان کو تنبیہ ہوا پھر کلام فرمانے لگے حقیقت میں عارف سے زیادہ گوئی نہیں ہو سکتی بلکہ ہمیشہ کمی رہے گی۔ پس زیادہ گوئی کے عذر سے شیخ کو چپ نہیں رہنا چاہئے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۰۲، معارف امدادیہ ص ۱۱۲)

شیخ سے دعا کرانے کا طریقہ

شیخ کے ارشاد کے مطابق کام میں جائے جب وہ کام میں لگا دیکھے گا۔ خود بخود اس کے دل سے دعا نکلے گی۔ (کمالات اشرفیہ)

حقوق شیخ

یہ اعتقاد کرے کہ امر مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا۔ اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیوض برکات سے محروم رہے گا۔

ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر محبت پیر کے کچھ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے۔

مرشد جو کچھ کہے اس کو فوراً بجالائے اور بغیر اجازت اس کے فعل کی اقتداء نہ کرے کیونکہ بعض اوقات وہ اپنے حال اور مقام کے مناسب ایک کام کرتا ہے کہ مرید کو اس کا کرنا زہر قاتل ہے۔

جو درود وظیفہ مرشد تعلیم کرے اسی کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اس نے اپنی طرف پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتایا ہو۔

مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔ یہاں تک کہ سوائے فرض وسنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ بغیر اس کی اجازت کے نہ پڑھے۔

حتّی الامکان ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کر اس کے سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑے پر پڑے۔

اس کے کپڑے پر پیر نہ رکھے۔

اس کی طہارت یا وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے۔

مرشد کے برتنوں کو استعمال میں نہ لائے۔

اس کے سامنے نہ کھانا کھائے نہ پانی پئے اور نہ وضو کرے ہاں اجازت کے بعد مضائقہ نہیں۔

اس کے روبرو کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی طرف متوجہ بھی نہ ہو۔

جس جگہ مرشد بیٹھا ہو اس کی طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو۔

اور اس کی طرف تھوکے بھی نہیں۔

جو کچھ مرشد کرے یا کہے اس پر اعتراض نہ کرے کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے یا کہتا ہے الہام سے کرتا ہے اور کہتا ہے اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر علیہما لسلام کا قصہ یاد کرلے۔

اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔

اگر کوئی شبہ دل میں گزرے تو فوراً عرض کرے اور اگر کوئی شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا نقصان سمجھے اور اگر مرشد اس کا کچھ جواب نہ دے تو جان لے کہ میں اس جواب کے لائق نہ تھا۔

خواب جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرئے اور اگر اس کی تعبیر ذہن میں آ جائے تو اسے بھی عرض کردے۔

بے ضرورت اور بے اذن مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔

مرشد کی پر اپنی آواز کو بلند نہ کرے اور با آواز اس سے بات نہ کرے اور بقدر ضرورت مختصر کلام کرے اور نہایت توجہ اور جواب کا منظر رہے۔

اور مرشد کے کلام کو دوسروں سے اس قدر بیان کرے جس قدر لوگ سمجھ سکیں اور جس بات کو یہ سمجھے کہ لوگ نہ سمجھیں گے اسے بیان نہ کرے۔

اور مرشد کے کلام کو رد نہ کرے اگر چہ حق مرید ہی کی جانب ہو بلکہ یہ اعتقاد کرکے کہ شیخ کی خطا میرے صواب سے بہتر ہے۔

جو کچھ اس کا حال ہو بھلا ہو یا برا' اسی مرشد سے عرض کری کیونکہ پیر مرشد طبیب (۱) قلبی ہے۔ اطلاع کے بعد اس کی اصلاح کرے گا۔ مرشد کے کشف پر اعتماد کرکے سکوت نہ کرے۔

اس کے پاس بیٹھ کر وظیفہ میں مشغول نہ ہو۔ اگر کچھ پڑھنا ضرور ہو تو اس کی نظر سے پوشیدہ بیٹھ کر پڑھے۔

---

(۱) روحانی بیماریوں کا معالج

جو کچھ فیض باطنی اسے پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اگر چہ خواب میں یا مراقبہ میں دیکھے کہ دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے۔ تب بھی یہ جانے کہ مرشد سے کوئی لطیفہ اس بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ (فروع الایمان ص۲۲ ص۲۳)

حق نمبر ۶ نمبر ے پر اشکال اور اس کا جواب: عرض کیا گیا کہ فروع الایمان میں لکھا ہے کہ شیخ کا ایک ادب یہ ہے کہ مرید اپنا سایہ شیخ پر نہ پڑنے دے۔ فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شیخ کوئی کام کر رہا ہو تو اس کا خیال رکھے کہ اس پر سایہ نہ پڑنے پائے ورنہ پرچھائیں پڑنے اور اسمیں حرکت ہونے سے اس کی یکسوئی میں فرق آ کر کام میں خلل پڑے گا۔ غرض اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کا ہمیشہ خیال رکھے کہ شیخ کو کوئی کلفت یا کدورت نہ ہونے پائے۔

(کمالات اشرفیہ ص۲۳۲)

شیخ کے سامنے اس طرح کھڑا ہونا کہ اس پر سایہ پڑے کہ اس سے بھی الجھن ہوتی ہے پس اس کا منشاء اذیت ہونے کی وجہ سے منع کیا گیا۔ (انفاس عیسی جلد:۱ ص۷۲)

شیخ کی جائے نماز پر نماز پڑھنے سے بے ادبی کی تحقیق

اجازت کے بغیر شیخ کی جگہ یا مصلّٰی پر نماز پڑھنے اور ذکر کرنے کا مضائقہ نہیں۔ بغیر اجازت کے ایسا نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ ظاہراً دعویٰ مساوات کا ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو حضور ﷺ کی جگہ نماز پڑھتے تھے اس کا منشاء محض اتباع تھا نہ کہ دعویٰ مساوات علاوہ اس کے ایک بات اور ہے کہ مبنیٰ ادب کا عرف پر ہے اور تبدیل (۱) عرفیات کا حکم بدل جاتا ہے تو صحابہؓ کے زمانہ میں کسی کی جائے نماز پر پڑھنا خلاف ادب نہ تھا۔ اور اب ہے۔

(انفاس عیسی ج:۱ ص۷۳)

تین حق مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد...........اعتقاد و اعتماد و انقیاد

(کمالات اشرفیہ ص۷۳)

---

(۱) عرف کا تبدیل ہونا۔

شیخ کے ساتھ عقیدت رکھنے کا نفع

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک ڈاکو کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ کسی بستی میں لب دریا اپنا بھیس بدل کر جھونپڑی ڈال کر اللہ اللہ کرنے لگا۔ لوگوں کو اس سے عقیدت ہوئی۔ اس کے پاس آنے لگے۔ بعض مرید ہو کر وہیں ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے خدا کی قدرت کہ بعضے ان میں صاحب مقام بھی ہو گے۔ ایک دفعہ ان پیر صاحب کے بعض مرید مراقب ہوئے کہ دیکھیں اپنے پیر کا مقام کیا ہے مگر وہاں کچھ نظر نہ آیا ہر چند مراقبہ کیا مگر کچھ ہو تو نظر آئے۔ ناچار ہو کر اپنے پیر سے کہا۔ پیر میں ذکر اللہ کی برکت سے صدق کی شان پیدا ہو چکی تھی۔ سب قصہ صاف کہہ دیا کہ میں تو ایک ڈاکو ہوں۔ پھر ان سب نے مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے پیر کو بھی صاحب مقام بنا دیا۔ دیکھئے یہاں صرف عقیدت ہی عقیدت تھی۔ باقی میدان صاف تھا۔ اس حکایت سے عقیدت کے نفع کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ شیخ کے ساتھ محبت کے آداب تعلیم و تکریم کے آداب پر مقدم ہیں۔ (انفاس عیسی ص ۵۲۰ ج:۲)

میرا تو اس باب میں یہ مسلک ہے کہ محبت کے متعلق جو آداب ہیں وہ تو ضروری ان کے دقائق (۱) کی بھی رعایت چاہئے۔ باقی تعظیم و تکریم کے متعلق جو آداب ہیں، وہ سب بے کار چنانچہ صحابہ کرامؓ محبت کے آداب کا بہت خیال رکھتے تھے۔ تکریم و تعظیم کا ان کو اہتمام نہ تھا۔

(کمالات اشرفیه ص ۲۳۱)

حقوق شیخ کا خلاصہ

فرمایا کہ حقوق الشیخ کا آسان خلاصہ یہ ہے کہ اس کی دل آزاری نہ ہو، نہ قول و فعل سے نہ حرکات و سکنات سے (کمالات اشرفیه ص ۲۲۷) اس طریق کی مناسبت تو شیخ کے پاس رہنے سے ہوتی ہے خصوصی کام کرتے رہنے اور اطلاع دیتے رہنے سے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۵)

شیخ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا ضروری نہیں

بعض لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے اور اس کی صحبت سے مستفید

ہونے سے اس لئے محروم رہتے ہیں کہ اس کی خدمت میں کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور پیش کریں گے او ربعض اوقات اس کی گنجائش نہیں ہوتی س لئے وہ حاضر ہونے سے گریزاں رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جو پیر کے پاس خالی جائے خالی آئے' اس کا معنیٰ یہ ہیں کہ جو خلوص سے خالی جائے خالی آئے خلوص سے خالی جانا مراد نہیں (اصلاح الاغلاط والاغلاط ص ۳۱) بلکہ مسائل السلوک میں ہے کہ جو انفاق پر قادر نہ ہو اور شیخ کو ہدیہ نہ دے سکے شیخ کو اس کی تسلی کر دینا زیبا ہے۔ (بیان القرآن جلد:۲' ص ۱۰۴۷)

غرض بعض لوگ جو یہ التزام کرتے ہیں کہ جب شیخ کے پاس جائیں گے کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور پیش کریں۔ اس میں دو خرابیاں ہیں' ایک کا تو نقصان طالب کو پہنچتا ہے مثلاً یہ کہ اتفاق سے کچھ ہدیہ موجود نہیں اور شیخ سے ملنے کو جی چاہا تو رہ گئے اور نہ ملے۔ دوسری خرابی شیخ کے حق میں یہ متصور ہو سکتی ہے کہ جب ان پر نظر پڑی' جی میں خیال آیا کہ کچھ ملے گا' حرص کا خوف متصور رہے' اسی طرح بعض مفلس نادار جو طلب صادق رکھتے ہیں وہ ہدیہ نہ ہونے کے باعث نہیں مل سکتے جب کہ ہدیہ کا الالتزام ضروری خیال کیا جائے۔ اسی ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ مصافحہ کرنے میں روپیہ ہاتھ میں دے دیتے ہیں' یہ پسندیدہ نہیں اور سنت وعبادت کا اجتماع اور تلوث ایسی چیز کے ساتھ ٹھیک نہیں جو صورت میں دنیا ہو۔ (مقالات حکمت ص ۵)

علامات شیخ' عارف رومی فرماتے ہیں۔ گر انارے می خری خنداں بخر

یعنی انار خرید تو کھلا ہوا خریدو کیونکہ اس کے کھلے ہونے سے اندر کے حال کا پتہ چلے گا اور اگر بند انار خرید لو گے تو ممکن ہے کہ بالکل سڑا ہوا نکل جائے بس اسی طرح جس سے ایسا تعلق پیدا کرنا چاہو' اول اس کے افعال و آثار دیکھ لو' آگے اس کے مقابل کے آثار وافعال کو دلیل خبث باطن قرار دے کر فرماتے ہیں۔

نا مبارک خندہ آں لالہ بود   کہ زخندہ اوسواد دل نمود

یعنی لالہ کا پھول جب تک کلی کی صورت میں تھا' سرخ رنگ اور خوبصورت تھا اور اچھا معلوم ہوتا تھا ممکن ہے کہ اس کی خوبصورتی سے کوئی راغب ہو جائے مگر جب کھلا تو اندر سیاہی

تھی، تو کسی چیز کی اندرونی حالت معلوم کر لینا چاہئے مطلب یہ ہے کہ کسی سے تعلق پیدا کرو تو اچھی طرح اس کو پرکھ لو اور پرکھ یہ ہے کہ اس کے افعال محمود ہوں اور اگر اس کے افعال ظاہری خراب ہیں تو سمجھ لو کہ اس کی ہنسی لالہ کی سی ہنسی ہوگی، جب کبھی باطن کھلے گا تو سیاہی اور ظلمت ہی نکلے گی۔

(الظاھر ص ۹۸)

اس لئے بیعت ہونے سے قبل ''شیخ (۱) کامل'' کی اچھی طرح پہچان کر لینا چاہئے جس کی چند علامات یہ ہیں۔

(۱) ضرورت کے موافق دین کا علم اس کو ہو۔

(۲) عقیدے اور عمل اور عادتیں اس کی شرع کے موافق ہوں۔

(۳) دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو کامل ہونے کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی دنیا کی ایک شاخ ہے۔

(۴) کسی پیر کامل کے پاس کچھ دن رہا ہو۔

(۵) اس کے زمانہ میں جو عالم اور درویش منصف مزاج ہوں وہ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔

(۶) عام لوگوں کی نسبت خاص لوگ یعنی جو سمجھدار اور دین دار ہیں، وہ اس کے زیادہ معتقد ہوں۔

(۷) اس کے جو مرید ہیں ان میں اکثر کا یہ حال ہو کہ شرع کے پابند ہوں اور دنیا کی طمع ان میں نہ ہو۔

(۸) جو پیر اپنے مریدوں کی تعلیم جی سے کرتا ہو اور چاہتا ہوں کہ یہ درست ہو جائیں اور اگر مریدوں کی کوئی خلاف شرع بات دیکھتا ہو یا سنتا ہو تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

(۹) اس کے پاس چند روز بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ کی محبت میں زیادتی معلوم ہوتی ہو۔

(۱۰) خود بھی وہ ذکر و شغل کرتا ہو کیونکہ بدون عمل کے پختہ ارادہ کیے ہوئے تعلیم میں فائدہ نہیں ہوتا۔

---

(۱) اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست

پس جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں پھر یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت بھی ہوتی ہے یانہیں پوشیدہ یا آئندہ ہونے والی باتیں اس کو معلوم ہوتی ہیں یانہیں یا یہ جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے یانہیں یا یہ اپنی باطنی قوت سے کچھ کام کر دیتا ہے یانہیں کیونکہ یہ باتیں پیر یا ولی ہونے کیلئے ضروری نہیں۔ (تسھیل قصد السبیل ص۷۷٦)

مرشد کو علم غیب ہونا ضروری نہیں

اسی طرح پیر کو علم غیب ہونا ضروری نہیں البتہ علم عیب ہونا ضروری ہے۔

(اشرف اللطائف ص٤)

اپنے شیخ کو سب سے انفع (۱) سمجھنا چاہئے

اپنے شیخ کو سب سے افضل سمجھنا جائز نہیں۔ البتہ انفع سمجھنا ضروری ہے یعنی یہ سمجھے کہ زندہ مشائخ میں سب سے زیادہ نفع اور فرض مجھے اپنے شیخ ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔

(خیر الافادات ص٩٤)

اصلاح کے لئے بیعت ضروری نہیں

جو لوگ بیعت کو اصلاح کے لئے ضروری سمجھتے ہیں یہ بدعت اعتقادی ہے شیخ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اس کی اصلاح کرے اور کسی کی خاطر حقیقت کو نہ چھپائے اور باقی مصلحتوں کی رعایت کرے (خیر الافادات ٨٦) غرض اصلاح نفس ضروری ہے۔ بیعت کے لئے جلدی مناسب نہیں بلکہ جب تک مناسب تامہ نہ ہو شیخ کو بھی جلد بیعت کرنا نہیں چاہئے۔ البتہ تعلیم و تربیت فوراً شروع کرنا چاہئے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ تمام گناہ کبیرہ صغیرہ سے توبہ کرائے حقوق العباد میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں انکی ادائیگی کی تاکید کرے نماز روزہ کی قضا ذمہ ہوں ان کو پڑھنے کی تاکید کرے جتنے سال کی زکوٰۃ ذمہ واجب ہو اس کی ادائیگی کی تاکید کرے۔ اگر حج ذمہ فرض ہوا اور اب تک نہ کیا ہو اس کی ادائیگی کے لئے توجہ دلائے۔ طالب صادق انشاءاللہ بیعت کی

---

(۱) سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا۔

خطرات سب کا اہتمام کرے۔ ورنہ بیعت کے بعد اکثر بے فکری ہو جاتی ہے اسی طرح تبلیغ دین اردو (امام غزالیؒ) میں سے اخلاق رذیلہ اور اخلاق حمیدہ کے بغور مطالعہ کی تاکید کرے اور ان میں سے ایک ایک کر کے اپنے شیخ کے مشورہ سے اس کی اصلاح کرے۔ اخلاق ذمیمہ اور اخلاق حمیدہ سے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی تعلیمات کا نچوڑ احقر نے دو کتب ''اخلاق ذمیمہ اور ان کا علاج'' اور ''تہذیب الاخلاق'' یعنی محاسن اشرفیہ (مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ہارون آباد ضلع بہاول نگر) میں جمع کر دیا ہے اگر اپنے شیخ کی رہنمائی میں تبلیغ دین کے ساتھ ان کا مطالعہ کیا جائے تو انشاء اللہ از حد نفع محسوس ہوگا۔

ناقص شیوخ سے مریدی توڑ دینا فرض ہے

غلطی سے کسی ایسی جگہ مرید ہو گئے جہاں شریعت کے تمام شعبوں کا لحاظ نہیں کیا جاتا تو مریدی توڑ دینا یعنی اس شخص سے بدعقیدہ ہو جانا فرض ہے وضع داری اور دوسروں کے لحاظ و خیال سے مرید ہی بنا رہے جانا معصیت ہے۔

او خویشتن گم (۱) است کرا راہبری کند

(اصلاح الاغلاط و الاخلاط ص ۱۱)

لائحہ عمل

بیعت کی اصلی بڑی غرض رفاقت یا شیخ کی صحبت و تعلق ہے تا کہ راستہ کے خطرات یا اس کی ٹھوکروں سے حفاظت بلا علم کی اصلاح، صاحب علم بلا صحبت سے زیادہ ہوتی ہے۔ صحابہؓ سب کے سب عالم نہ تھے مگر ادنیٰ سے ادنیٰ صحابیؓ کی فضیلت بھی اعلیٰ سے اعلیٰ محدثین و فقہاء اور بڑے سے بڑے اولیاء و اقطاب پر مسلم ہے۔ (بصائر حکیم الامت ۱۴۰)

اصلاح نفس کا آسان طریقہ

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے:

---

(۱) وہ خود گمراہ ہے تمہاری کیا رہبری کرے گا۔

۱۔ واما من خاف مقام ربه ونهی النّفس عن الهویٰ ○ ط فانّ الجنّة هی المأویٰ ○ (النّٰزعات آیت ٤٠ تا ٤١)

اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے .... کا خوف کیا اور نفس کو خواہشات سے روکا پس تحقیق جنت اس کے لیے ٹھکانہ ہے۔

ف: اس میں کف نفس کی فضیلت ظاہر ہے۔ (مسائل السلوك من كلام ملك الملوك)

۲۔ ونفس وما سوّٰها ○ فالهمها فجورها وتقوٰها ط ○

(الشمس آیت ٧ تا ٨)

اور اس کی جان جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کا اس کو القا کیا

ف: اضافت نفس کی طرف بقول بعض اشارہ ہے اس طرف کہ نفس کو جس فجور وتقوی کا الہام ہوتا ہے وہ ہے جس کی اس میں پہلے سے استعداد تھی۔ (مسائل السلوك)

(بیان القرآن ج ۲)

۳۔ ومن جاهد فانّما یجاهد لنفسه انّ الله لغنی عن العٰلمین ○

(العنکبوت آیت ٢)

اور جو شخص محنت (مجاہدہ کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے (اپنے نفس کے لیے) محنت کرتا ہے خدا تعالیٰ کو تمام جہان والوں میں کسی کی حاجت نہیں۔

ف: اور اسی سورت کے آخر میں ارشاد فرمایا جس میں اپنے نفس کے خلاف مجاہدہ کرنے والوں کے لیے بشارت ہے۔

۴۔ والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا وانّ الله لمع المحسنین ○ (العنکبوت آیت ٦٩) اور ضرور دکھادیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے خلوص والوں کے ساتھ ہے اور ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۵۔ اعدیٰ عدوک نفسک التی بین جنبیک (رو البیهقی) تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلوؤں کے درمیان ہے۔ (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف)

عن فضالة الكامل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المجاهدمن جاهد من نفسه في طاعة الله (رواه البيهقي)

حضرت فضالہ کامل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ مجاہدہ وہ ہے جواللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرلے۔

ف۔ مجاہدہ نفس کو بزرگوں کے ملفوظات میں جہاد اکبر کہا گیا ہے۔اس حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے پس معنی یہ ہوئے کہ مجاہد کامل مجاہد نفس ہے تو ظاہر بات ہوئی کہ جہاد کامل جہاد نفس ہے اور کامل اور اکبر کے ایک ہی معنی ہیں۔

(التكشف عن مهمات التصوف ٤٣٩ شريعت و طريقت ١٧٣ بصائر حكيم الامت)

٧. يا حيّ يا قيوم برحمتك استغيث اصلح شأني كله ولا تكلني الى نفسي طرفة عين (نسائي ٬حاكم بزار عن انس) اے حیّ اے قیوم میں تیری رحمت کی طرف فریاد لاتا ہوں٬ تو میرے تمام احوال کو درست کر دے اور مجھے میرے نفس کی طرف صرف ایک لمحہ کے لیے بھی نہ سونپ۔

حقیقت نفس: نفس انسان کے اندر ایک قوت ہے جس سے انسان کسی چیز کی خواہش کرتا ہے خواہ وہ خواہش خیر ہو یا شر (التكشف عن مهات التصوف ١٨٩)

نفس کے پانچ خطابات (۱) امّارہ بالسوء ۔ (۲) لوّامہ ۔ (۳) مطمئنہ (۴) راضیہ (۵) مرضیہ

وضاحت سے پہلے ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ قرآن عزیز میں نفس کے ان پانچوں خطابات کا ذکر ہے۔

(۸) وما ابرئ نفسي انّ النّفس لا مّارة بالسّوء الا مارحم ربي انّ ربي غفور رّحيم (سورةيوسف آيت ٥١) اور باقی میں اپنے نفس کو (بالذات) بری (اور پاک) نہیں بتلاتا (کیونکہ) نفس تو (ہر ایک کا) بری بات بتلاتا ہے بجز اس (نفس کے) جس پر میرا رب رحم کرے اور اس میں امر بالسّوء کا ارادہ نہ رکھے جیسا انبیاء کے نفوس ہوتے ہیں مطمئنہ جن میں یوسف علیہ السّلام کا نفس بھی داخل ہے) بیشک میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت

والا ہے۔

(۹) لا اقسم بیوم القیمۃOولا اقسم بالنفس اللوامۃ(القیمہ آیت ۱۔۲)
میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے۔

(۱۰) یٰایتھاالنّفس المطمئنّہ Oارجعی الی ربک راضیہ مرضیہ O(الفجر آیت ۲۷،۲۸)
اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔

وضاحت : نفس اگر اکثر شر کی خواہش کرے اور نادم بھی نہ ہو اس وقت امارہ کہلاتا ہے یعنی کثیر الامر بالسوء اور ھویٰ اس مرتبہ خواہش کا نام ہے اور کبھی کبھی اس میں خیر کی خواہش پیدا ہو جانا اس مفہوم کے منافی نہیں کیونکہ کثیر الامر کو دائم الامر ہونا لازم نہیں اور اگر نادم بھی ہونے لگے تو لوامہ کہلاتا ہے اور اکثر خیر کی خواہش کرے اس وقت مطمئنہ کہلاتا ہے بمعنی ساکن الی الخیر' گو اس میں شر کی بھی خواہش بلا عمل احیاناً پیدا ہو جائے کیونکہ محض انجذاب بمعنی میلان منافی سکون کے نہیں (التکشف ص ۸۶) اور مسائل السلوک میں ہے کہ نفس لوامہ وہ ہے جو شر پر تو اس طرح نادم ہو کہ کیوں کیا اور خیر پر اسطرح کہ کیوں نہ کیا اور امارہ شر کا امر کرے اور مطمئنہ جو خیر پر پکڑے
۔

(بیان القرآن ج:۲ ص۱۱۰ مطبوعہ تاج کمپنی)

نفس شیطان سے زیادہ خطرناک ہے

عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہٗ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم فلاں فلاں کو حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ علیہ پندنامہ پڑھا رہے تھے جب اس شعر پر پہنچے۔

نفس و شیطان زد کریما راہ من   رحمت باشد شفاعت خواہ من

تو فرمایا کہ یہاں نفس کو شیطان سے مقدم کیا یعنی نفس و شیطان نے مجھے راہ سے بھٹکا

دیا وجہ اس کی یہ ہے کہ زیادہ مضر نفس ہے کہ شیطان کو بھی نفس ہی نے گمراہ کیا (القول العزیز ج:١ ص ١٠٥٢) ۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اوروں کو تو شیطان بہکاتا ہے مگر شیطان کو کس نے بہکایا تھا۔ تو اصل کون ہوا نفس ہی تو ہوا۔ (اشرف الملفوظات ص ٥٤ مرتبہ وارث سر ہندی)

عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ نے اسی کو یوں بیان فرمایا ہے۔

شیطان و نفس دونوں ہیں دشمن ترے مگر — دشمن وہ دور کا ہے یہ دشمن قریب کا

اس مار آستین کا نہ کچلا جو سر تو پھر — منتر ہو کارگر نہ مداوا طبیب کا

(کشکول مجذوب ص ٢٧٠)

نفس کی مثال

بزرگان دین اور سلف صالحین نے "نفس" کو مختلف القاب سے نوازا ہے بطور نمونہ ہم کچھ نقل کرتے ہیں۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را — نے برد بازو نہ پرد بر ہوا

گر بہ پر گوئیش گوید اشترم — ور نہی بارش بگوید طائرم

یعنی نفس کی مثال شتر مرغ کی سی ہے کہ جب اس سے اڑنے کو کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میاں تم بھی عجیب آدمی ہو اڑنے کو مجھ سے کہتے ہو کہیں اونٹ بھی دنیا میں اڑا ہے تم میرا نقشہ اور صورت نہیں دیکھتے بتلاؤ میں اونٹ سے کس بات میں کم ہوں اور جب کہا جاتا ہے کہ اگر تم اڑنے سے معذور ہو کہ تم اونٹ ہو تو پھر اونٹ ہی کے کام کرو بوجھ لا دو اور آگے آگے چلو تو جواب دیتا ہے کہ تم بھی بالکل آنکھوں سے اندھے، عقل سے خارج معلوم ہوتے ہو تم کو میری دو بڑے بڑے بازو اور لمبے لمبے پر نظر نہیں آتے، کہیں پرندوں نے بھی بوجھ لادا ہے وہ تو اس واسطے وضع کئے گئے ہیں کہ اڑتے پھریں غرض جس صورت میں عافیت نظر آتی ہے اسی کو اختیار کرتا ہے۔

اسی لئے محققین نے نفس کو شیطان سے زیادہ دشمن کہا ہے چنانچہ عارف رومیؒ فرماتے ہیں۔

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں — ماند خصمے زد بتر در اندروں

کشتن ایں کار عقل و ہوش نیست — شیر باطن سخرہ خرگوش نیست

یعنی اے بزرگو! تم نے ظاہر دشمن کو ہلاک کر دیا مگر ایک دشمن جو اس سے بدتر ضرر رساں ہے باطن میں رہ گیا یعنی نفس اس دشمن باطنی کا ہلاک کرنا محض عقل و ہوشیاری کا کام نہیں ہے کیونکہ شیر باطن (یعنی نفس) خرگوش کے قابو میں نہیں ہے جو شیر خرگوش کے داؤ میں آ گیا تھا۔

(جلاء القلوب ص ۹۰)

اسی طرح نفس کو جب عیش و عشرت کے سامان ہوتے ہیں اور دلچسپیوں کا انتظام ہوتا ہے تو قوی ہو جاتا ہے خوب ہاتھ مارتا ہے دل کھول کر گناہ کرتا ہے اور جب کبھی نماز روزہ کا ذکر آتا ہے تو ضعیف بن جاتا ہے بہانا تراشتا ہے یا (حرام مال کھانے کے لئے رشوت اور سود وغیرہ کی تأویل کر لی) اور جب زکوٰۃ دینے کا وقت آیا تو حرام مال بتلا دیا پھر مسئلہ بھی من گھڑت اور بے بنیاد تراشا کیونکہ زکوٰۃ تو بقدر نصاب مال (خواہ وہ حلال یا حرام سے مخلوط ہو) کے مملوک پر ضرور واجب ہوگی۔ (الدنیا والاخرہ ص ۲۲٬۲۳)

نفس کو فرعون بھی کہا ہے

جیسا کہ حضرت عارف رومیؒ نے فرمایا ہے۔

نفس از بس مدحہا فرعون شد ۔۔۔ کن ذلیل النفس ہونا لا تسد

نفس بہت سی تعریف سے فرعون ہو گیا ذلیل نفس ہو (رفع الموانع ص ۱۷)

نفس اژدرہا ست او کے مردہ است ۔۔۔ از غم بے آلتی افسردہ است

نفس اژدھا ہے وہ نہیں مرا ہاں غم بے آلتی سے افسردہ ہے

(فوائد الصحبت ص ۲۰)

ہمارے خواجہ صاحب مجذوبؒ نے بھی فرمایا ہے۔

نفس کا اژدھا دلا دیکھ ابھی مرا نہیں ۔۔۔ غافل اودھر ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں

نفس کو کتا بھی کہا گیا ہے

چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''نفس کی خاصیت کتے کی سی ہے'' (تبلیغ دین اردو ص ۲۸۹)

بعض بزرگوں نے نفس کو کافر کہا ہے سو یہ کافر کفر سے نہیں کفران سے ہے۔

(تہذیب ج ۱ ص ۳۰)

خطرات نفسانیہ اور شیطانیہ میں فرق

اگر ایک ہی معصیت کا تقاضا نفس میں بار بار پیدا ہو تو یہ علامت اس کی ہے کہ خطرہ نفسانی ہے اور اگر ہر مرتبہ مختلف قسم کے گناہوں کا تقاضہ اور خطرہ دل میں پیدا ہوتا ہے تو وہ خطرہ شیطانی سمجھا جائے کیونکہ نفس کا خطرہ اپنی خواہش شہوت و لذت پورا کرنے پر مبنی ہوتا ہے اور اسی کو مکرر پیش کرتا رہتا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ نفس بھی مولوی ہے بڑے دور دور کے احتمالات (۱) نکالتا ہے۔ (ذم ہوی ص ۱۹)

نفس جتنا شریر ہے اتنا بھولا بھی ہے بعض نے اسے ایک ایک دو دو گھنٹہ کا وعدہ لے کر بہلایا ہے اور ذکر میں مشغول رکھا ہے اسی طرح رمضان المبارک میں ایک ماہ کے لئے عہد کرو کہ گناہ چھوڑتا ہوں اس طرح ہمیشہ کے لئے گناہ ترک ہو سکتے ہیں۔ (مضار المعصیّت ص ۲۲)

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ نے فرمایا تھا کہ میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور اگر مخلوق میں کچھ ڈر ہے تو اپنے نفس کا۔ یعنی وہ خوف جس کی وجہ عظمت ہو یہ تو خدا سے چاہے اور ایک خوف مضرت یعنی نقصان کا ہے یہ خوف نفس سے چاہیے۔

(الظاہر ص ۲۰ معارف امدادیہ)

اور شیطان کی غرض صرف یہ ہے کہ یہ کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے ایک گناہ کے خطرہ کو اس نے دفع کر دیا تو وہ دوسرے گناہ کا خیال پیدا کر دیتا ہے اور جو خطرات عقائد کے متعلق ہیں وہ محض شیطانی ہوتے ہیں۔

(مجالس حکیم الامتؒ البلاغ رجب ۱۳۹۰ اشرف الملفوظات القول العزیز)

---

(۱) شکوک۔ وہم

ورع وتقویٰ میں نفس کا کوئی حظ نہیں

تجربہ شاہد ہے کہ انسان پر عبادت اتنی شاق نہیں، جتنا تقویٰ یعنی محرمات (۱) ومکروہات سے بچنا۔ وجہ یہ ہے کہ عبادات وجودی چیزیں ہیں دیکھنے والوں کو نظر آتی ہے خود بھی آدمی اپنے آپ کو ایک کام کرتا ہوا پاتا ہے اس سے حظ نفس ہوتا ہے بخلاف ورع اور تقویٰ ہے اس میں نہ کوئی کام کرتا پڑتا ہے نہ کسی کو کوئی کام نظر آتا ہے۔ (مجالس حکیم الامتؒ البلاغ رمضان ص ۳۹۳)

نفس کے کید بہت خفی ہوتے ہیں

بعض اوقات خلوص کے رنگ میں نفس اپنی خواہش پوری کرتا ہے۔ نفس خواہ کیسا ہی ہو جائے مگر اس سے بدگمان رہنا چاہئے۔ اکثر اس کی تجویز میں مکر ہوتا ہے۔ ایک بزرگ ایک حجرہ میں عزلت نشین تھے اور ذکر اللہ کرتے تھے اتفاقاً کفار و مسلمین میں مقابلہ ہوا ان بزرگ کے نفس میں خیال آیا کہ چلو جہاد کریں اور شہید ہوں گے پھر سوچا کہ یہ کیا بات ہے نفس نے یہ کیوں تجویز کیا ضرور اس میں کوئی کید خفی (۲) ہے۔ بہت سوچنے سے معلوم ہوا کہ نفس نے اس میں اپنے لئے نجات سمجھ کر یہ بات تجویز کی تھی اور سوچا تھا کہ یہ شخص رات دن مجھ کو ستاتا ہے اور میرے سر پر ناگوار امور کے ہر وقت آرے چلاتا رہتا ہے اور طاعت سے مجھ کو گھونٹتا ہے اور کسی وقت چین لینے نہیں دیتا شہید ہونے میں ایک دفعہ پاپ کٹ جائے گا اور مصیبت سے نجات ہو جائے گی جب یہ مکر معلوم ہوا تو انہوں نے نفس کو جواب دیا کہ میں تجھ کو مصیبت سے نجات نہ دوں گا۔ میں تجھ کو یہاں حجرہ ہی میں شہید کروں گا۔ (ذم ھوی ص ۲۰)

اس لئے اپنے نفس سے ہمیشہ سوءظن رکھنا چاہئے۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے الحزم سوء الظن کی تفسیر میں فرمایا تھا کہ اے بنفسہ یعنی دانائی اور احتیاط یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس سے سوءظن ہی رکھے کسی وقت مطمئن ہو ہمیشہ کھٹکا رہے (کمالات اشرفیہ ص ۱۱٤) لیکن آج کل ہوائے نفس غالب ہے اتباع نفس محیط ہے اپنے ساتھ حسن ظن ہے کہ

---

(۱) حرام اور ناپسندیدہ چیزیں۔ (۲) پوشیدہ فریب۔

اپنے امور سیئہ (۱) کو امور حسنہ سمجھتا ہے مثلاً اپنے بخل کو اقتصاد (۲) اور میانہ روی سمجھتا ہے۔ فضول خرچی اور اسراف کو سخاوت تصور کرتا ہے اور دوسرے کے اقتصاد کو بخل اور سخاوت کو اسراف سمجھتا ہے ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ اپنے اقتصاد کو بخل سخاوت کو اسراف اور تحدث بالنعمت کو ریا پر محمول کریں۔ (دستور سہارن پور ص ۱۰)

خواہشات نفسانی کی چند مثالیں

تقسیم میراث میں بھی فرائض وہی نکلواتے ہیں جن کے قبضہ میں کچھ نہیں۔ جو قابض ہوتا ہے وہ فرائض نہیں نکلواتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تقسیم کرنا پڑے گا۔ غرض لینے کے لئے فرائض نکلواتے ہیں دینے کے لئے کوئی بھی نہیں نکلواتا ان میں بعض ایسے ہیں کہ پہلے ہی پوچھ لیتے ہیں کہ ہمارا بھی اس میں کچھ حصہ ہے اگر حصہ ہوا تو مسئلہ نکلواتے ہیں ورنہ چل دیتے نہیں بعض حصہ ملنے کی امید پر نکلواتے ہیں مگر جب دیکھتے ہیں کہ اس میں ہمارا کچھ حصہ نہیں تو وہ مسئلہ (فتوی مفتی صاحب کے پاس ہی چھوڑ آتے ہیں) (ذم ھوی ص ۱۰) اسی طرح طلاق کے معاملہ میں خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لئے مختلف مفتیوں سے فتویٰ لیتے ہیں کہ کسی طرح طلاق نہ ملنے کا فتویٰ مل جائے یا کسی پر دل آ گیا اور شرعاً اس سے نکاح جائز نہ ہو تو اتباع ہویٰ کے لئے غیر مذہب کے مفتی کے پاس بھی فتویٰ جواز کی تلاش میں جاتے۔ (اخلاق ذمیمہ اور ان کا علاج)

نفس راہ حق میں سب سے بڑا مانع ہے

فرمایا حضرت بایزید بسطامیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ منام (۳) میں جناب باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ دلنی علیٰ اقرب الطرق الیک یعنی مجھے اپنی طرف آنے کا قریب تر طریقہ بتلاؤ۔ جواب میں ارشاد ہوا ودع نفسک وتعالیٰ یعنی اپنے نفس کو چھوڑ اور آ جا حضرت حافظ شیرازیؒ نے اس مضمون کو کیا خوب فرمایا ہے۔

میان عشق و معشوق ہیچ حائل نیست (۴) — تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

---

(۱) برے کام۔ (۲) میانہ روی۔ (۳) خواب۔ (۴) عاشق و معشوق کے مابین کوئی چیز حائل نہیں اے حافظ تو خود بھی سبب ذرد بیان سے اٹھ جا۔

(مهمات الدعا. حصه اول ص۹)

غرض فتویٰ خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لئے لیتے ہیں اور جس کا فتویٰ نفس کے موافق ہوا اس کو صحیح سمجھ لیا اور جس کا نفس کے خلاف ہوا اس کو رد کر دیا سو یہ کوئی دین نہیں (عـــود الـــعيـــد ص ۲۵) اسی طرح شادی اور غمی کی رسومات میں خلاف شریعت امور کا ارتکاب نفس اپنی تاویل سے کر لیتا ہے جس میں در پردہ اپنی خواہشات کا اتباع ہوتا ہے۔

اسی طرح نفس اختلاف علماء کی آڑ میں کہتا ہے کہ صاحب ہر مولوی کی رائے جدا ہے ہم کدھر جائیں (کیا اطباء کی رائے کے اختلاف کی صورت میں ہم علاج نہیں کراتے یا کسی ماہر طبیب کو منتخب کرتے ہیں ایسے ہی عالم ربانی کے فتویٰ وارشاد پر عمل کرنا چاہئے۔

(اتباع المنيب ص۵۳)

وعظ میں حظ نفسانی بواسطہ جسمانی کے ہے کہ لوگ واعظ کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اور جسمانی اور مالی خدمت کرتے ہیں اور عمدہ عمدہ غذائیں کھانے کو ملتی ہیں اور ذکر و شغل میں حظ نفسانی بواسطہ جسمانی کے ہے کیونکہ اس میں مجاہدات (تقلیل طعام ومنام) کرنا پڑتے ہیں۔

(كوثر العلوم ص۶)

نفس انسان کے قبضے میں ہے انسان نفس کے قبضہ میں نہیں بلکہ انسان کے قبضہ میں ہے باقی اس جہل وضعف کا کچھ علاج نہیں کہ غلط اعتقاد کر کے ہمت ہار دے۔

(تربيت السالك ج ۲ ص۲۲۳)

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو	تو یوں ہاتھ بھی نہ ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھی کی	کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

نفس کے حقوق اور حظوظ

حدیث میں ارشاد فرمایا گیا

وان لنفسک علیک حقا — اور بے شک تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے

اس لئے نفس کے حقوق ضرور ادا کرنے چاہئیں اس کے چند حقوق یہ ہیں

(۱) اس کی صحت کی حفاظت کرے مثلاً زیادہ محنت کرنے اور زیادہ جاگنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے جس سے احتیاط لازم ہے۔

(۲) اس کی قوت کی حفاظت کرے پس جو چیزیں قوت کم کرنے والی ہیں ان سے احتیاط رکھنا لازم ہوگا غذا بہت کم دینا' نیند کا بہت کم کر دینا' ہم بستری میں حد سے آگے زیادتی کرنا' ایسی چیز کھانا جس سے بیماری بڑھ جائے یا بدپرہیزی کرنا جس سے بیماری بڑھ جائے یا جلدی نہ جائے' سب داخل ہو گیا۔

(۳) اس کی جمعیت کی حفاظت کرے یعنی اپنے اختیار سے ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے جان میں پریشانی پیدا ہو کیونکہ ان چیزوں میں خلل آ جانے سے دین کے کاموں کی ہمت نہیں رہتی۔ دوسرے حاجت مندوں کی خدمت اور امداد نہیں کر سکتا اور کبھی کبھی ناشکری اور بے صبری سے ایمان کھو بیٹھتا ہے (حیوۃ المسلمین) البتہ بدن کو نہ مارنا چاہئے کہ وہ حق ہے اور نفس کو خوش کرنا یہ حظ ہے سو حظوظ (۱) قابل تقلیل ہیں اور حقوق قابل تحصیل (۲) اور تقلیل کا مطلب یہ ہے کہ ان حظوظ کو بالکل حذف نہ کرے' نفس گھبرا جاتا ہے کمی کر دے اپنی آمدنی میں سے ایک مناسب حصہ الگ کر کے اس میں قدرے حظوظ کو پورا کرے جیسے موسمی پھل کھانا بس اس سے تجاوز نہ کرے یہ تو حظوظ کی حد ہے اور حقوق کی حد پہلے لکھ چکا ہوں کہ ضرورت پر اکتفاء کریں۔ ضروری کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اس موقع پر خرچ نہ کریں تو کوئی ضرر (۳) لاحق ہو۔ اے مثلاً فی الحال کوئی تکلیف ہونے لگے جیسے بھوک سے کم کھانے میں یا کپڑے کی کمی سے سردی کی تکلیف ہو جسے دور نہ کرنے سے بیماری بڑھ جائے یا گھی' دودھ کی کمی سے آئندہ ضعف ہو جائے وعلیٰ ہذا یہ تو ضرورت کا درجہ ہے ابتداء میں اسی کی عادت ڈالی جائے یہ ضرور ہے کہ اس میں مارنا پڑے گا۔

(مکتوبات اشرفیہ ص ۲۴)

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کی اس سلسلہ میں تعلیم یہ

---

(۱) کم کرنے کے قابل۔ (۲) ادا کرنے کے قابل۔ (۳) نقصان ہونا۔

ہے کہ۔ مزدور خوش دل کند کار بیش (معارف امدادیہ)

یعنی نفس کو خوب راحت پہنچاؤ اور اس سے کام بھی لو یعنی اعمال صالحہ خوب کراؤ۔ کیونکہ جس مزدور کا دل خوش ہو وہ کام زیادہ کرتا ہے۔

نفس کے کس کس تقاضے کی مخالفت کرنا چاہئے!

محرمات ومباحات (۱) میں تو نفس کی مخالفت کی جائے مباحات میں تو اس طرح کہ ہر بات پر عمل نہ کیا جائے بلکہ تقلیل (۲) کی جائے اور محرمات میں اس کی مخالفت اس طرح کہ ان کو بالکل ترک کیا جائے۔ مجاہدہ کا یہ درجہ تو سب کے نزدیک واجب ہے۔

(مآثر حکیم الامت ص ۲۲۰)

طریقہ اصلاح نفس

شریعت پر عمل کرنے میں نفس پر مشقت وگرانی ہو تو اس وقت ہمت سے کام لے نفس کی مخالفت کرنے چاہئے اور احکام شرعیہ پر عمل کرنا چاہئے اس کا علاج سوائے ہمت کے کچھ نہیں۔

ہوتا ہے نفس زیر ابھی رحمت کردگار سے — کام تو لے کے دیکھ تو ہمت واختیار سے
اصلاح میں اپنی کر نہ سستی — ہمت پہ لے منحصر درستی
فرما گئے ہیں حکیم الامتؒ — سستی کا علاج بس ہے چستی

پس شیطان کا مقابلہ لاحول اور ذکر سے کرو اور نفس کا مقابلہ ہمت سے کرو۔

(اشرف الملفوظات ص ۵۴)

کچھ وقت محاسبہ کے لئے مقرر کرو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو۔ "اے نفس ایک دن دنیا سے جانا ہے موت بھی آنے والی ہے اس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے اور خدا تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک عمل زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا اور جو

---

(۱) حرام وجائز اشیاء۔ (۲) کمی

برداشت کے قابل نہیں ہے اس لئے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لئے کچھ سامان کر۔ یہ عمر بڑی قیمتی ہے اس کو فضول رائیگاں (۱) مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کرے گا کہ کاش! میں کچھ نیک عمل کرلوں جس سے مغفرت ہو جائے مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہوگی پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اپنی مغفرت کا سامان کر لے۔

یہ محاسبہ اگر روزانہ ایک وقت مقرر کر کے کیا جائے۔ تو اصلاح نفس انشاء اللہ بہت جلد ہوگی۔ اعمال صالحہ سے رغبت اور اعمال سیئہ سے دلی نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضی۔ (آمین)

ذکر اللہ اور اس کی ضرورت

ذکر اللہ کے فضائل

علماء نے ذکر اللہ کی فضیلت پر مستقل مفصل رسائل لکھے ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ فضائل ذکر اور سیدی و مرشدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ دامت فیوضہم کا رسالہ ذکر اللہ اور درود شریف کے فضائل و مسائل کافی ہیں اور قابل دید ہیں یہاں صرف روح سیز دہم حیٰوۃ المسلمین سے تین آیات و تین احادیث مع تخریج الاحادیث لکھی جاتی ہیں۔

آیات

(۱) فاذکرونی اذکرکم (البقرہ آیت نمبر ۱۵۲)

پس تم مجھ کو یاد کرو میں (عنایت سے) تم کو یاد رکھوں گا۔

(۲) الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ ط الا بذکر اللہ تطمئن القلوب o (الرعد آیت ۲۸)

”جن لوگوں کو اللہ اپنی طرف رسائی دیتا ہے وہ) لوگ جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر

---

(۱) ضائع۔

سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے: خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے: خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (میں ایسی ہی خاصیت ہے کہ اس) سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ (اس طرح کہ اس سے حق تعالیٰ میں اور بندہ میں تعلق بڑھ جاتا ہے اور اطمینان کی جڑ یہی تعلق ہے)

(۳) ولذکر الله اکبرط (العنکبوت آیت نمبر ۴۵) اور اللہ کی یاد بڑی چیز ہے (یعنی اس میں بڑی فضیلت ہے)

احادیث

(۱) وعن عبدالله بن عمرؓ عن النبی ﷺ انه کان یقول لکل شیئ صقالة وصقالة القلوب ذکر الله. (رواه البیهقی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ فرماتے تھے کہ ہر شئ کی ایک قلعی ہے اور دلوں کی قلعی اللہ کا ذکر ہے۔

(۲) عن ابی موسیٰ قال قال رسول الله ﷺ وسلم مثل الذی یذکر والّذی لا یذکر مثل الحی والمیت (متفق علیه) حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص ذکر نہ کرتا ہو ان کی حالت زندہ اور مردہ کی سی حالت ہے یعنی پہلا شخص مثل زندہ کے ہے اور دوسرا مثل مردہ کے کیونکہ روح کی زندگی یہی اللہ کی یاد ہے یہ نہ ہو تو روح مردہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۳) عن ابی هریرةؓ قال من قعد مقعدا لم یذکر الله فیه کانت علیه ترة ومن اضطجع مضجعاً لا یذکر الله فیه کانت علیه من الله ترة۔ رواه ابو دائود۔
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی جگہ بیٹھے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے اللہ کی طرف سے اس پر گھاٹا ہوگا۔ (ابو داؤد)

ف: مقصد یہ ہے کہ کوئی موقع اور کوئی حالت ذکر سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔

ذکر کی حقیقت

ذکر کی دو قسمیں ہیں۔(۱) ذکر صوری یعنی زبان سے یاد کرنا جس کو ذکر لسانی بھی کہتے ہیں۔(۲) ذکر حقیقی یعنی پورے اعمال شرعیہ کو بجالانا یعنی حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا کر لینا کہ کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور دل میں اس درجہ اس کی یاد رہے جس کو عرف میں دل میں بس جانا کہتے ہیں۔ یہ ذکر کی حقیقت ہے۔

ذکر میں کسی قسم کی پابندی نہیں

(۱) اللہ کا نام لینے میں القاب وآداب کی شرط نہیں: حکام دنیا کو دیکھئے اگر کبھی اجازت بات کرنے کی ہوتی ہے تو بڑے القاب وآداب کے ساتھ ہوتی ہے۔ حاکم کا نام کوئی نہیں لیتا بلکہ حاکم کا نام لینا سخت جرم ہے۔ بتلایئے اگر حق تعالیٰ بھی اپنے نام کے ساتھ القاب وآداب کی شرط لگاتے تو وہ القاب وآداب کہاں سے لاتے جو اس بارگاہ کے لائق ہوتے (شرف المکالمہ ص ۲۷) مگر حق تعالیٰ کی شان کریمی ملاحظہ فرمایئے کہ نہ ان کا نام لینا جرم ہے نہ القاب وآداب کی شرط ہے بلکہ ان کے نام کا ورد کرنا عین ثواب ہے۔

(۲) اللہ کا ذکر کرنے کے لئے طہارت کی بھی شرط نہیں۔ سلاطین دنیا سے اگر کوئی ان کے دربار میں حاضر ہو کر بات کرتا ہے تو حتی الوسع پاک صاف ستھرا ہو کر اچھا لباس پہن کر ہم کلام ہوتا ہے۔ اگر حق تعالیٰ بھی اپنا نام لینے کے لئے پاک ہونے کی شرط فرماتے تو اگر لاکھوں سمندروں سے ہم غسل کر لیتے تو اس وقت بھی لائق اس کے نہ ہوتے کہ ان کا نام پاک لے سکیں۔

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب(۱) ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

مگر یہ رحمت فرمائی کہ جو طہارت قانونی ہے نام لینے اور ہم کلام ہونے میں اس کی اس کی بھی قید نہیں پاک ناپاک وضو بے وضو ہر حالت میں اجازت نام لینے کی دے دی۔

(شرف المکالمہ ص ۲۹)

---

(۱) اگر ہزار مرتبہ بھی مشک وگلاب سے اپنا منہ دھولوں پھر بھی آپ کا نام لینا بے ادبی ہے۔

(۳) بیٹھ کر ذکر کرنے کی بھی شرط نہیں۔ حکام دنیا سے اگر کچھ عرض معروض کرنا ہوتا ہے تو ادب سے بیٹھ کر عرض کرتے ہیں یہاں اس کی بھی قید نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں اللہ کو یاد کرو۔ (شرف المکالمہ ص ۳۰)

(۴) اللہ تعالیٰ کا نام لینے میں وقت کی بھی قید نہیں حکام دنیا سے ملنے کا ایک خاص وقت مقرر ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں۔ جس وقت چاہو اللہ کا ذکر کرلو۔

(۵) اللہ کے ذکر کے لئے نہ کسی گنتی کی قید ہی نہ تسبیح رکھنے کی نہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی نہ کسی خاصہ جگہ کی نہ ایک جگہ بیٹھنے کی۔ ہر طرح سے آزادی اور اختیار ہے۔ (حیوۃ المسلمین ص ۲۰۸) اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص اللہ کے ذکر سے محروم رہے تو اسکی بدقسمتی اور بے ہمتی کے کیا کہا جاسکتا ہے۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی کہ اگر تو کسی قابل ہوتا

ذکر کے ثمرات

ذکر کے دو ثمرات ہیں۔ (۱) رضا حق سبحانہٗ جو کہ اصل ثمرہ ہے اس کا ظہور تو آخرت میں ہوگا دوسرا ثمرہ جو دنیا میں حاصل ہوجاتا ہے وہ یہ کہ قلب کو ایک خاص لگاؤ حق تعالیٰ کے ساتھ ہوجاتا ہے جیسا کہ عاشق کے قلب کو معشوق کے ساتھ ہوتا ہے (کمالات اشرفیہ ص ۲۲۱) اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہوجاتا ہے جو کہ جملہ دین کی روح ہے بقول اکبر الہ آبادی مرحوم۔

تعلیم مذہبی کا خلاصہ یہی تو ہے سب مل گیا اسے جسے اللہ مل گیا

اور حضرت حافظ محمد ضامن شہید رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ ذکر کا سب سے بڑا ثمرہ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمیں یاد کرتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم اور وعدہ کا بھی تخلف (۱) نہیں ہوتا۔

ذکر کے تین درجے

(۱) خلاف ہونا۔

ذکر کا ایک درجہ یہ ہے کہ صرف زبان کو حرکت دی جائے اور قلب متوجہ نہ ہو۔ یہ درجہ سب سے کم ہے۔ دوسرا درجہ جس میں زبان کو حرکت نہ دی جائے صرف قلب سے ذکر کیا جائے' یہ پہلے درجے سے بڑھ کر ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ زبان کو بھی حرکت دی جائے اور قلب کو بھی متوجہ کیا جائے یہ سب سے بڑھ کر اور افضل ہے۔ (الصلاح والاصلاح)

بعض مواقع میں ذکر قلبی افضل ہے

جس وقت نیند نہ آوے اس وقت تک تو نفلیں تسبیح اور ذکر وغیرہ سب کچھ کرو مگر جب نیند کا غلبہ ہو تو سو رہو چنانچہ حدیث میں ہے **اذا غلب احدکم النعاس وھو یذکر اللہ فلیرقد**......امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت میں ذکر بند کر دینا ضروری ہے آگے اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں۔ **لعلہ یستغفر فیسب نفسہ** یعنی ممکن ہے کہ وہ قصد تو استغفار کا کرے اور بجائے استغفار کے اپنے آپ کو کوسنے لگے کیونکہ اس وقت مارے نیند کے ہوش نہیں رہتا لامحالہ کہے گا کچھ اور نکلے گا کچھ۔ تو شاید بجائے دعا کے بد دعا نکلے۔ چنانچہ اس کی تفسیر میں علماء نے مثال کے طور پر کہا ہے کہ کہنا چاہتا ہے **اللھم اغفرلی** یعنی اے اللہ مجھے بخش دے تو ممکن ہے بجائے اس کے زبان سے نکلے **اللھم عفرلی** یعنی اے اللہ مجھے برباد کر دیجئے نعوذ باللہ صرف ایک نقطے کے گھٹنے سے معنے اس قدر بدل گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلبہ نیند کے وقت ذکر کی ممانعت ہے مگر دوسری حدیث میں **کان رسول اللہ ﷺ یذکر اللہ فی کل احیانہ** یعنی رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ اور ہر وقت نیند میں بھی داخل ہے اور ظاہر ہے کہ اس اس سنت پر ذکر لسانی کے طریق پر نہیں ہوسکتا۔ ان دونوں روایتوں کو یوں جمع کریں گے کہ غلبہ نیند کے وقت ذکر لسانی کی ممانعت ہے خواہ محض ہو یا قلب کے ساتھ۔ ہاں محض ذکر قلبی کی اجازت ہے (الصلاح والاصلاح ص ۱۲)غرض نیند کے غلبہ بول و براز و جماع اور مواقع قاذورات ...... میں زبان سے ذکر کرنے کی ممانعت ہے۔ البتہ ذکر قلبی کی کسی حال میں ممانعت نہیں ہر وقت اجازت ہے یہ بے شک محیط کل اور ہر جہت سے غیر

موقت ہے ایسے مواقع پر ذکر قلبی افضل ہے کیونکہ یہ کھانے اور سونے کے وقت بھی ہوسکتا ہے۔ گو انسان سونے کے بعد مکلّف ہی نہیں (الصلاح والاصلاح ص۹) اس لئے بزرگان ایسے وقت ''پاس انفاس'' پر عمل کرتے ہیں اس طرح ان کا کوئی سانس ذکر الٰہی سے خالی نہیں ہوتا۔

ذکر میں خلوص

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص ذکر ریائی کرتا ہے انہوں نے جواب دیا کہ تو تو ذکر ریائی بھی نہیں کرتا تو کیا منہ لے کر کہتا ہے وہ تو ٹمٹاتا ہوا چراغ لے کر پل صراط سے پار ہو جائے گا اور تو تو اس سے بھی محروم ہے اس کی نسبت کہا ہے۔

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن   بازی اگرچہ پا نہ سکا تو سر کھو سکا

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز   اے رو سیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

(اول الاعمال ص۲٦)

ہمیشہ محققین ذکر کے متعلق یوں ہی فرماتے ہیں کہ خلوص قلب کا انتظار نہ کرنا چاہئے بلکہ جس طرح بھی ہو ذکر کرنا چاہئے۔ اس کی برکت سے شدہ شدہ خلوص بھی پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے ریا ہمیشہ ریا نہیں رہا کرتی آخر مبدل (۱) بخلوص ہو جاتی ہے پھر وہ خلوص موجب قرب (۲) ہو جاتا ہے غرض ریا پہلے ریا ہوتی ہے پھر عادت ہو جاتی ہے پھر عبادت بن جاتی ہے۔ (شکر النعمت بذکر رحمۃ الرحمۃ ص۵۔ فانّ الجنّۃ ھی المأوٰی ص۳۸ فروع الایمان ص۸)

حقیقت دین کی ذکر ہے

حصن حصین میں منقول ہے کہ کل مطیع للہ فھو ذاکر یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری کرنے والا ہے۔ دراصل وہی سچا ذاکر اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا ہے۔ حتی کہ اگر خدا تعالیٰ کے امتثال (۳) امر کے لئے کھانا بھی کھائے تو وہ بھی ذکر ہے بلکہ اگر قربت منکوحہ

---

(۱) خلوص میں تبدیل ہونا۔ (۲) قرب کا سبب۔ (۳) تعمیل حکم۔

میں بھی پابندی دین مقصود ہوتو وہ بھی ذکر ہے علیٰ ہذا اگر استنجا بھی اس نیت سے کرے کہ اس سے فارغ ہوکر عبادت میں مشغول ہوگا تو وہ بھی ذکر ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ جو کام مرضی الٰہی کے موافق ہو پس اسی کو ذکر نہیں کہتے کہ تسبیح لے کر بیٹھے۔ اگر کوئی پانچ وقت کی بھی نماز پڑھے روزہ رکھے اور بصورت وجوب حج کرے زکوٰۃ ادا کرے اور ایک تسبیح بھی نہ پڑھے تو اگرچہ خاص برکات سے یہ محروم رہے گا۔ لیکن نجات میں ذرا بھی کمی نہ ہوگی! ہاں یہ شرط ہے کہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے تو گویا جو شخص صرف اوامر اور نواہی پر عمل کرے وہ خدا کا مقبول ہے اس کو نہ قبر میں تکلیف ہوگی نہ قیامت مین عذاب ہوگا تو حقیقت دین کی ذکر ہے اور اس کے لئے تسبیح کی ضرورت نہیں۔

کثرت ذکر سے نسبت مع اللہ پیدا ہوسکتی ہے

ذکر کا حقیقی مقصود یہ ہے فاذکرونی اذکرکم جس کا ظہور آخرت میں ہوگا اور عاجل مقصود یہ ہے کہ کثرت ذکر سے نسبت مع اللہ ہو جائے اور اس سے سہولت (۱) فی الطاعۃ ہو (ضرورۃ العمل فی الدین ص۳۸) غرض دوام ذکر کی کوشش کرنا چاہئے کیونکہ بعض دفعہ ایک بار خدا کا نام اس طرح نکلتا ہے جو سالک کو واصل کر دیتا ہے اس لئے جتنا ہو سکے ذکر کرتے رہو اس کو بے کار نہ سمجھو قاعدہ سے یا بے قاعدہ ناغہ سے یا بلا ناغہ کرتے رہو ایک دن عنایت ہو جائے گی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں۔

گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ وفریاد ہم
بس ہے اپنا ایک بھی نالہ اگر پہنچے وہاں

دیکھو اگرچہ پیٹ آخری لقمہ سے بھرتا ہے لیکن پیٹ بھرنے میں پہلے لقمہ کو اتنا دخل ہے جتنا آخری لقمہ کو اسی طرح واصل اگرچہ آخر میں ایک دفعہ اللہ کا نام لینے سے ہوتا ہے لیکن اس میں پہلی مرتبہ اللہ کہنے اور ذکر وشغل کرنے کو بھی دخل ہے۔

(زکوٰۃ النفس ص۱۸ ھمّ الاخرہ ص۵۶ الدنیا والاخرہ ص۳۹)

---

(۱) نیکی کرنے میں آسانی۔

خدا کے ذکر سے ہی قلوب کو چین مل سکتا ہے!

ارشاد خداوندی ہے الا بذکر اللہ تطمئنّ القلوب ط یعنی یاد رکھو کہ خدا کی یاد ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے قلوب کو چین مل سکتا ہے دنیا بھر میں کوئی ایسی چیز نہیں جو قلوب کو راحت پہنچا سکے۔ (راحت القلوب ص ۱۴) یہاں حق تعالیٰ نے حصر حقیقی کے ساتھ (لفظ الا) فرمایا ہے کہ صرف ذکر الٰہی ہی میں قلوب کا چین منحصر ہے۔ ذکر اللہ کے بغیر کسی اور ذریعہ سے قلوب کو چین نصیب نہیں ہوسکتا۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

اس کی مثال یوں ہے کہ مچھلی کو سکون پانی ہی میں مل سکتا ہے۔ پانی کے بغیر اسے تسکین ناممکن ہے۔ بعینہٖ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے قلب کو خاص اپنے واسطے بنایا ہے اسی سکون و اقرار اسی وقت ہوگا جب اس کے اندر یاد الٰہی بسی ہوگی۔

ذکر اللہ کی چند مثالیں

کلمہ طیبہ کا ذکر افضل ہے جیسا کہ حدیث میں افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمّد رّسول اللہ۔ تلاوت قرآن بھی ذکر ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے انا نحن نزلنا الذّکر و انّا لہ لحافظون غرض جو دل چاہے ذکر کرے لیکن کسی وقت ذکر سے غافل نہ ہو۔ خواہ گنتی سے کرے یا بلا گنتی۔ تسبیح ہاتھ میں رکھے یا بغیر تسبیح۔ اسم ذات (۱)' نماز' تلاوت' نوافل' درود پاک' استغفار' تسبیح، تہلیل، تکبیر اور ادعیہ ماثورہ مثل منزل مناجات مقبول سب ذکر میں شامل ہیں جسے چاہے کرتا رہے۔ اللّٰھم وفقنا آمین۔

اسّی سال کی عبادت کا ثواب

---

(۱) ذکر اسم ذات کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے واذکر سم ربک وتبتل الیہ تبیلاo یہاں اپنے رب کے نام (اللہ) کا ذکر کا حکم صاف واضح ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:

اللّٰهم صل على محمد النبى الامى وعلى اله وسلم تسليما

تو اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا۔ (فضائل درود)

اصلاح قلب اور اسکی ضرورت

آیات مبارکہ

ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ نے:

(۱) **فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا** ج (سورة البقرة آيت نمبر۹)

ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا۔

ف: اس میں اثبات ہے امراض قلب کا اور وہ معاصی ہیں جب حضرات صوفیاء کے اطلاقات میں شائع ہے۔ (مسائل السلوك من كلام ملك الملوك)۔

سخت بیماری ہے بیماریٔ دل

پھر جس طرح امراض جسمانی کے علاج کے لئے اطباء اور ڈاکٹر صاحبان سے رجوع کرتے ہیں اسی طرح امراض قلب (اخلاق ذمیمہ وغیرہ) کے علاج کے لئے مشائخ کاملین سے رجوع کرنا ضروری ہے۔

(۲) الا بذكر الله تطمئنّ القلوب ٥ (الرعد آيت نمبر ۲۸)

خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

ف: روح میں ہے کہ اس اطمینان کا سبب ایک نور ہے جس کو اللہ مؤمنین کے قلوب پر فائز فرماتا ہے جس سے پریشانی اور وحشت جاتی رہتی ہے۔ (مسائل السلوك)

صحیح ہے۔ تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

(۳) فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب الّتی فی الصدورo

(الحج آیت نمبر۱۶)

بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوجایا کرتے ہیں۔

ف(۱): اس میں قلوب کے اسماع وابصار(۱) کا اثبات ہے۔ (مسائل السلوك)

بقول عارف رومیؒ۔

این(۲) سخن از گوش دل باید شنود گوش گل اینجا نماند ہیچ سود

حدیث میں بھی ہے اللّٰہم افتح مسامع قلبی لذکرک یعنی اے اللہ میرے دل کے کان (مسام) اپنے ذکر کے لئے کھول دے۔

ف(۲): پس جس طرح ظاہر کی آنکھیں ہیں اسی طرح قلب کی بھی آنکھ ہے اگر قلب کو شیَ واحد کی طرف متوجہ کردیا جائے تو قلب کی شعاعیں دوسری طرف منتقل ہونگی پس کسی دوسری شیَ کا خیال نہ آئے گا (رفع الموانع ص ۱۰)

احادیث طیبہ

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے:

(۱) ان فی الجسد خنعة اذا صلحت صلح ساترا لجسد متفق علیه من حدیث النعمان بن بشیرؓ:

ترجمہ: "بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ جب سنور جاتا ہے تو تمام جسد منور ہوجاتا ہے (مراد قلب ہے کہ اس کی اصلاح سے تمام جسد کے اعمال درست ہوجاتے ہیں)

ف: یہ حدیث صریح ہے اس میں کہ اصلاح قلب اصل مدار ہے تمام اصلاح کا اور یہ مسئلہ گویا فن کی روح ہے۔ (التشرف بمعرفة احادیث التصوف ص۱۳۷)

(۲) الحدیث: قال الله تعالیٰ ما وسعنی ارضی ولا سمائی ووسعنی قلب

---

(۱) سننے اور دیکھنے والا۔ (۲) یہ باتیں دل کے کانوں سے سننا چاہئے مٹی کے سمان اس جگہ بے سود ہیں۔

عبدی المؤمن اللین ۔

یعنی: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ کو نہ میری زمین سماسکتی ہے اور نہ میرا آسمان اور مجھ کو میرے مؤمن بندہ کا قلب جس میں نرمی اور اطمینان (کی صفت) ہے سمولیتا ہے۔

ف: اس حدیث میں اصل ہے حضرات صوفیاء کے اس قول کی کہ مومن کا قلب عرش اللہ ہے یعنی محل ہے تجلی اعظم کا جس کو وسع کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ (التشرف بمعرفت احادیث التصوف ص۸۹٬۹۱) جس طرح بعض عشاق کا یہ قول ہے۔

پر تو حسنت نہ گنجد در زمین و آسمان

(در حریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردہ (التشرف ص۲۲۹)

اردو کا یہ شعر گویا اس فارسی شعر کا ترجمہ ہے۔

ارض و سماء کہاں تیری وسعت کو پا سکے

میرا ہی دل ہے جہاں تو سما سکے

(۳) الحدیث قلب العبد بین اصبعین من اصابع الرحمن (رواہ مسلم من حدیث عبداللہ بن عمرؓ) یعنی بندہ کا دل حق تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دوانگلیوں کے درمیان ہے۔

ف: اس حدیث مین بعض احوال قلبیہ کا مطلقاً غیر اختیاری ہونا اور بعض کا اختیار مستقل کے اعتبار سے غیر اختیاری ہونا مذکور ہے۔ (التشرف ص۶)

قلب کا مفہوم

کسی شاعر نے خوب کہا ہے

وما سمّی الانسان الالا نسہ

وما سمّی القلب الا ان یّتقلب

یعنی انسان کا نام اس کے انس ومحبت کے سبب رکھا گیا اور دل کا نام قلب اس لئے رکھا گیا کہ یہ کسی ایک حالت پر قائم نہیں رہتا بلکہ ہمیشہ اس کی حالت میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔

میں اب سمجھا کہ کچھ نہیں دنیا مرا دل ہے   بدل جانے سے اس کے رنگ ہر اک چیز کا بدلا

غرض دل کی کیسی ہی اچھی حالت کیوں نہ ہو جائے اس پر کبھی اعتبار یا غرور نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس میں تغیر آتے دیر نہیں لگتی۔ اسی کو ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

گہ رشک برد فرشتہ بر پاکی ما
گہ خندہ زند دیو زنا پاکی ما
ایماں چوں سلامت بہ لب گور بریم
احسنت بریں ز چستی و چالاکی ما

بعض اوقات ہماری پاکیزگی وصفائی باطن پر فرشتہ بھی رشک کرتا ہے اور بعض دفعہ ہماری بدباطنی پر شیطان بھی ہنستا ہے اگر ہم ایمان سلامت لے کر قبر کے دہانہ تک پہنچ جائیں اس وقت ہماری چستی و چالاکی پر شاباش کہنا۔

جن پر گزرتی ہے وہ جانتے ہیں کہ قلب کے اندر کتنا بڑا محکمہ ہے کہیں پھول پھلواری ہے کہیں خار ہے کہیں خزاں ہے کہیں بہار ہے اسی کو اہل حال ظاہر کرتے ہیں۔

(جمال الجلیل ص۵۳)

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن درا
تو زغنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بچمن درآ !

دل کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کا ایک فارسی شعر ہے۔

دلے دارم جواہر خانہ عشق است تحویلش
کہ دارد زیر گردوں ساما نے کہ من دارم

قدسی کہتا ہے۔

دارم دلے اماچہ دل صد گونہ حرماں در بغل
روز قیامت ہر کسے آید بدستش نامہ ! !
چشمے وخوں در آستیں اشکے و طوفاں در بغل

من نیز حاضر مے شوم تصویر جاناں در بغل

(مجالس حکیم الامتؒ ص١٠٦)

قلب کی نگہداشت کی اشد ضرورت ہے

ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ قلب کی نگہداشت کا امر فرمایا کرتے تھے اور یہی (۱) اوفق بالسنۃ ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ قلب کو ذاکر بنالو۔ بقیہ لطائف خود بخود ذاکر ہو جائیں گے ان کے مشق کی مستقل ضرورت نہیں۔ ایک کے منور ہونے سے دوسرے بھی منور ہو جائیں گے اسکی دلیل حدیث میں بھی ہے **انّ فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کلهٗ** یعنی جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست رہتا ہے سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ (اور وہ دل ہے) الا وہی القلب (متفق علیه)

رہا یہ اشکال کہ حدیث میں مضغہ (۲) کا ذکر ہے لطیفہ قلب کا نہیں۔ جواب یہ ہے کہ حدیث میں مضغہ مراد نہیں ورنہ مضغہ تو حیوانات میں بھی ہوتا ہے بلکہ انسان سے بڑا ہوتا ہے۔ بلکہ وہ شئ مراد ہے جس کو اس مضغہ سے تعلق ہے کیونکہ مضغہ میں اصلاح و صلاحیت و ادراک مسائل کی قوت نہیں اور قلب کے لئے فہم و عقل نصوص سے ثابت ہے۔

(التصرف بالتصرف)

قلب کی نگہداشت کی عمر بھر ضرورت ہے

جس طرح عام حالت کے اعتبار سے قرآن بدوں دائمی مزاولت کے یاد نہیں رہتا۔ اسی طرح اس طریق میں قلب کی نگہداشت عمر بھر (۳) کا روگ ہے کسی وقت غفلت کی اجازت نہیں۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

(۱) سنت کے موافق۔ (۲) قلب صنوبری تو خاص قطعہ لحم کا نام ہے اور اس کے مقابلہ میں ایک قلب حقیقی ہے وہ ایک لطیفہ ہے اس کے انوار سے یہ صنوبری منور ہوتا ہے۔ (اشرف المسائل ص١٠٢)۔ (۳)

مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

(انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۳۷)

اس شہنشاہ حقیقی سے تم پلک جھپکنے کی دیر تک بھی غافل نہ ہو شاید اسی وقت انکی توجہ ہو اور تمہیں خبر نہ ہو۔

دیکھنے کی چیز دراصل قلب ہے

زیادہ ضرورت اسکی ہے کہ دل میں دین کی وقعت ہو، عظمت ہو لوگ اعمال کو دیکھتے ہیں مگر دیکھنے کی چیز دراصل قلب ہے کہ اس کے دل میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کس قدر ہے (انفاس عیسیٰ ج ۲ ص۵۹٦) واقعی ان کے بغیر دل کی مثال ایسی ہے۔

بے ترے دل کیا ہے بس اک خول ہے　　　جلد آ یہ ناؤ ڈانوا ڈول ہے

افسوس دور حاضر میں اکثر لوگوں کے قلوب خشیت خداوندی سے خالی ہیں۔

دغا مکر و حرص و ہوئی دل کے اندر　　　حسد، بغض اکبر دریا دل کے اندر

نہیں اس زمانہ میں کیا دل کے اندر　　　نہیں ہے تو خوف خدا دل کے اندر

قلب کا اثر لباس اور کلام میں

قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس تک میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور صحبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص٦٨) بزرگان کاملین کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جوان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے تجربہ یہی ہے چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک شخص نہر میں وضو کر رہے تھے امام صاحبؒ نیچے کی طرف تھے اور وہ شخص اوپر کی طرف اس شخص کی طرف خیال کیا کہ امام صاحبؒ مقبول بندے ہیں میرا مستعمل پانی ان کے پاس جاتا ہے یہ بے ادبی ہے اس لئے وہ اٹھ کر دوسری طرف ان کے نیچے جا بیٹھا، بعد انتقال کے اس کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا کہ مغفرت ہوئی یا نہیں۔ کہا میرے پاس کوئی عمل نہ تھا اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے مقبول بندہ احمد بن حنبل کا ادب کیا تھا ہمیں یہ پسند آیا۔ (کمالات اشرفیہ ص۲٤۲)

اسی لئے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ کوشش کرو کہ کسی (اہل اللہ) کے دل میں جگہ کرلو کیونکہ ان کے دل تجلی گاہ حق ہیں تو تمہاری حالت کچھ بھی ہو انشاء اللہ انوار تجلی سے محروم نہ رہو گے اس میں بڑی بشارت ہے (اوج قنوج ص ۳۵ معارف امدادیہ ص ۶۷) اسی لئے اپنے شیخ کی بے ادبی کرنے سے اس کے قلب میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے جو مانع ہوتی ہے تعدیہ (۱) فیض میں، حضرت حاجی صاحبؒ نے اس کی خوب مثال دی ہے کہ اگر کسی چھت کے میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو جب آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر نہایت صاف و شفاف حالت میں آئے گا لیکن جب میزاب میں ہو کر نیچے پہنچے گا تو بالکل گدلا اور میلا ہو کر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے جو فیوض و انوار نازل ہوتے ہیں ان کا ایسے طالب کے قلب پر جس نے شیخ کے قلب کو مکدر کر رکھا ہے مکدر صورت ہی میں ہوتا ہے جس سے اس طالب کا قلب بجائے منور و مصفا ہونے کے تیرہ و مکدر ہوتا چلا جاتا ہے۔ (اشرف السوانح ج:۲ ص ۱۱۷)

اپنے شیخ کو مکدر رکھنے اور مکدر کرنے کا وبال طالب پر یہ ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں جمیعت قلب میسر نہیں ہوتی اور وہ عمر بھر پریشان رہتا ہے۔ (معارف امدادیہ ص ۱۱٤)

لایعنی کلام سخت مضر قلب ہے

حضرات عارفین کا مشاہدہ ہے کہ ضروری گفتگو دن بھر ہوتی رہے تو اس سے قلب پر ظلمت کا اثر نہیں ہوتا۔

چنانچہ ایک کنجڑا دن بھر لے لو امرود پکارتا ہے تو ذرہ برابر قلب میں اس سے ظلمت نہ آئے گی کیونکہ بضرورت ہے اور بے ضرورت ایک جملہ بھی زبان سے نکل جائے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج ص ۱۸۹)

دل زبر پر گفتن بمیرد (۲) در بدن　　گرچہ گفتارش بود در عدن

بے کاری میں شیطان قلب میں تصرف کرتا ہے۔ فرمایا کہ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ

---

(۱) فیض پہنچنا۔ (۲) حدیث میں ہے ایاکم و کثرۃ الضحک فانہا تمیت القلب یعنی تم زیادہ ہنسنے بچو اس لئے کہ وہ دل کو مردہ کردیتا ہے۔ (ہم الاخرہ ص ۵۴) ترجمہ: زیادہ باتیں کرنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے اگرچہ وہ باتیں عدن کے موتیوں کے متعلق ہوں۔

ہر شخص کام میں لگے چاہے وہ کام دین کا ہو یا دنیا کا۔

جو شخص مصروف ہوتا ہے وہ بہت سی خرافات سے بچا رہتا ہے۔ ایک بزرگ نے اس کو سلام نہیں کیا اور جب اسی راستہ سے لوٹے تو وہ شخص زمین کرید رہا تھا۔ ان بزرگ نے اس کو سلام کیا' لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت اس میں کیا راز تھا کہ اس شخص کو آپ نے پہلے تو سلام نہیں کیا اور اب کیا۔ فرمایا کہ پہلے وہ بے کار بیٹھا تھا' اس لئے اس کے قلب میں شیطان تصرف کر رہا تھا اور اب مشغول ہے گو بے کار ہی فعل میں صحیح جو معصیت بھی نہیں اس لئے شیطان اس سے دور ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۲ ص۵۹۶)

اصلاح قلب کے لئے قطع علائق ضروری ہے

اصلاح قلب تمام علائق قطع (۱) کئے بغیر نہیں ہو سکتی اور قطع تعلق ہی مراد تقلیل غیر ضروری تعلقات کی ہے اور ضروری تعلقات کی تکثیر مطلق مضر نہیں۔ (انفاس عیسیٰ ص۲۶)

دل کے تباہ ہونے کی علامات

مبصر شیخ یہ ادراک کر لیتا ہے کہ تمہارے تعلقات کا منشاء حظ نفس ہے یا اتباع سنت۔ وعظ کر کے دل خوش ہو' تعلقات ماسوی اللہ میں دل پھنسا ہو' یکسوئی سے کورا ہو' نماز پڑھنے میں حظ نہ آتا ہو ہاں وعظ چاہے جتنا کہلوا لو اس میں حظ (۲) آتا ہو جلسوں میں شرکت کے لئے فوراً تیار ہو جاتے ہیں یہ حالت دل کے تباہ ہونے کی علامت ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۳۶۰)

مصائب اور بلاؤں سے قلوب کا آپریشن

جس طرح والدین بچوں کے دنبل کا آپریشن کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ قلوب کا آپریشن کرتے ہیں جبکہ دلوں میں غفلت بڑھ جاتی ہے اور گناہوں کی ظلمت سے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں تو معصیت اور بلا کے نشتروں سے دلوں کا خراب مادہ نکالا جاتا ہے اور انکی اصلاح کی جاتی ہے پس یہاں بھی بالفعل تکلیف ہے اور وہاں بھی مگر انجام دونوں کا راحت ہے فرق اتنا ہے

---

(۱) تعلقات توڑنا۔ (۲) مزہ لطف۔

کہ وہاں راحت قریب ہے کہ پندرہ بیس ہی دن میں دنبل نشتر دینے کے بعد صحت ہوجاتی ہے اور یہاں بعید ہے کہ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا جبکہ مصائب کا ثواب ملے گا۔

(کمالات اشرفیہ ص۲۶۶)

واردات قلب منجانب اللہ ہیں

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے میرے ایک عریضہ کے جواب میں فرمایا کہ جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو۔ جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہوجائیں گے (انفاس عیسی ج:۲ ص۴۳۳) حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ نماز پڑھنے میں جو کچھ قلب پر وارد ہوتا ہے صحیح ہوتا ہے (روح القیام ص۹۹)(معارف امدادیہ ص۱۷۳)

قلب سلیم خیر وشر کا صحیح ادراک کرتا ہے

ایسا قلب (۱) جو محل ہوتا ہے تجلیات لامتناہیہ اور مہبط (۲) ہوتا ہے انوار الٰہیہ کا اسی کی نسبت کہا ہے۔

آئینہ سکندر جام جم است بنگر
تابر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

یہاں سکندر اور دارا سے مراد وہ دو بادشاہ نہیں جن کی کسی وقت لڑائی ہوئی تھی بلکہ دو مخالف مراد ہیں سکندر تم خود ہو اور دارا وہ ذات شریف (ابلیس لعین) ہے جو سب کو دار پر لے جارہا ہے مفہوم یہ ہوا کہ تمہارے اندر ایک آئینہ سکندر یا جام جم موجود ہے اس میں دیکھو اور غور کرو تو اس میں ملک دارا یعنی ابلیس کے حالات نظر آئیں گے یعنی ابلیس کے تلبیسات (۳) اور مکر وفریب کا انکشاف (۴) ہوجائے گا تو ان سے بچ سکو گے یہ اسی قلب کے متعلق کہا ہے جس میں صفات

---

(۱) دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار — جب ذرا گردن جھکائی تو دیکھ لی
اس کی حالت میں تغیر آجائے تو یہ عالم ہوتا ہے۔
دل جو دیکھا تو صنم خانہ سے بدتر نکلا — لوگ کہتے ہیں اس گھر میں خدا رہتا ہے
(۲) انتہا کو نہ پہنچنے والا اور اترنے کی جگہ۔ (۳) مکر وفریب (۴) ظاہر ہونا۔

قلب موجود ہوں کما قال اللہ تعالیٰ ان فی ذلک لذکرٰی لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید ٥ اس میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا وہ متوجہ ہو کر کان ہی لگا دیتا ہو) یعنی جس کا قلب سلیم ہو (اور اس میں علم وعزم ہو) اور اس میں عقل سلیم سے استعداد ہو صحیح بات سمجھنے کی۔

واقعی اگر قلب میں صفت سلامت پیدا ہو جائے تو ایسا دقیقہ رس (۱) ہو جاتا ہے کہ بے تکلف خیر وشر کا ادراک کر لیتا ہے (جلاء القلوب ص ۹۰، ۹۳، ۹٤) مگر قلب میں ایسی صفت پیدا کرنے کے لئے کسی شیخ کامل کی سرپرستی میں سخت مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ بقول عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

وسوسہ قلب کے باہر سے آتا ہے

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وسوسہ قلب ہی کے اندر سے پیدا ہوتے ہیں یہ بات نہیں ہوتی بلکہ ہوتے تو باہر ہی ہیں لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اندر ہیں اور جب قلب میں عقائد حقہ مرکوز ہیں (۲) تو ان کے خلاف خود قلب سے کیوں پیدا ہوگا۔ خارج ہی سے آئے گا یعنی بالقاء شیطان۔ جس طرح کسی شیشہ پر مکھی بیٹھی ہو تو وہ شیشہ کے اوپر ہی ہے لیکن عکس کی وجہ سے دیکھنے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر بیٹھی ہوئی ہے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۰۰)

نماز میں احضار قلب (۳) مقصود ہے

قطع وسوسہ کی کوئی تدبیر حدیث میں نہیں آئی یعنی ایسی تدبیر جس کے بعد وسوسہ آئے ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ نے ایسی تدبیر بتلائی ہے کہ اگر وسوسہ آئے بھی تو پریشانی نہ ہو اور وہ عدم التفات ہے اس پر میں نے کہا کہ عدم التفات کے بعد یہ بھی نہ دیکھو کہ وسوسہ گیا یا نہیں یہ بھی

(۱) باریک بیں۔ (۲) ایک نقطہ پر جمع کیا گیا۔ گڑا ہوا۔ (۳) دل کا حاضر رکھنا۔

التفات ہے بلکہ مجاہدہ کے بعد بھی وساوس موجود ہوں تو پریشان نہ ہو۔ (فناء النفوس) کیونکہ توجہ قلب کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے رویت بصر کی۔ جب آپ ایک نقطہ کی طرف نگاہ کریں گے اور اشیاء بھی تبعاً نظر آئیں گی تو جس طرح حاسہ بصر (۱) کے سامنے اور چیزیں بھی اضطراراً آجاتی ہیں اسی طرح حاسہ بصیرت کے سامنے بھی کچھ چیزیں (وساوس) آجاتی ہیں اس لئے سالک کو وساوس سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔

احضار (۲) قلب نماز میں مامور بہ ہے اور یہ اختیاری اس کو عمل سے حاصل کرو۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے ایک بار اس کی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ نماز فعل مرکب ہے جس کے مختلف اجزاء ہیں قیام وقعود اور رکوع وسجود قرأت واذکار وغیرہ۔ پس احضار قلب یہ ہے کہ اس کے اعمال واقوال کو حفظ سے ادا نہ کرو بلکہ ارادہ اور توجہ سے ادا کرو کہ اب زبان سے یہ نکال رہا ہوں' اب یہ لفظ کہہ رہا ہوں' اب سجدہ کررہا ہوں' اور ہر فعل اور لفظ پر جدید ارادہ کرو۔ اس طرح کہ احضار قلب حاصل ہوجائے (فناء النفوس) اس کو حضور قلب نہ سمجھے گا جو اختیاری نہیں نہ اس کا مکلف کیا گیا ہے بلکہ حکم اس کا ہے کہ تم اپنی طرف سے قلب کو حاضر کرنے کی کوشش کرو۔ اسی طرح اپنی طرف سے وساوس نہ لاؤ اور خود بخود آئیں تو پریشان نہ ہو۔ (اپنی طرف سے احضار قلب کی پوری سعی کرو)

وساوس جو آتے ہیں ان کا ہو غم کیوں — عبث اپنے جی کو جلانا برا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے — وساوس کا لانا کہ آنا برا ہے

مزید تفصیل کے لئے احقر کا رسالہ ''نماز میں وساوس کا علاج'' کا مطالعہ انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہوگا۔

اعتکاف کی حالت میں دل کا گھر میں رہنا

اعتکاف کی حالت میں دل کے گھر میں رہنے کا تو کچھ ڈر نہیں کیونکہ غیر اختیاری ہے ہاں رکھنا نہ چاہئے (کیونکہ یہ اختیاری ہے) اور وہ بھی جبکہ بلاضرورت ہو اور ضرورت سے تو

(۱) محسوس کرنے کی قوت۔ (۲) دل کا حاضر رکھنا۔

بعض اوقات رکھنے کا حکم ہے یعنی انتظام حقوق واجبہ یا مستحبات کے لئے۔ حضور ﷺ نے تو معراج میں کہ اعلیٰ مقام ہے قرب کا" اپنا دل امت میں رکھا تھا اور ان کے مصالح کا اہتمام فرمایا تھا۔ (انفاس عیسی ج:۱ ص ۱۳٤)

دل میں وطن کا اشتیاق رکھتے ہوئے مکہ میں رہنا بڑی گستاخی ہے

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کا ارشاد ہے دل بمکہ وجسم بہ ہندوستان بہ از آنکہ جسم بہ مکہ ودل بہ ہندوستان" یعنی دل مکہ میں اٹکا ہوا اور جسم ہندوستان میں یہ اس سے بہتر ہے کہ جسم مکہ میں ہو اور دل ہندوستان میں) اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ اب حج ہو چکا' اب گھر کا راستہ لو یا اھل الیمن یمنکم ویآ اھل الشام شامکم ویآ اھل العراق عراقکم۔ یعنی یمن والے یمن جاؤ' شام والے شام کو واپس جاؤ' اور عراق کے رہنے والے عراق واپس جاؤ۔ حضرت عمرؓ بڑے حکیم تھے۔ وہ جانتے تھے کہ حج کے بعد قدرتی طور پر وطن کا اشتیاق دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے تو اب ایسی حالت میں مکہ کے اندر قیام کرنا باطن کے لئے مضر ہے۔ اس دربار میں اپنے گھر کو یاد کرتے ہوئے نہ رہنا چاہئے یہ بڑی گستاخی ہے- (کمالات اشرفیه ص ٤٥' تفاضل الاعمال ص ۱۲' محاسن الاسلام ص ٦٠' معارف امدادیه ص ٦٦)

قلب کی اول کھٹک پر عمل کرنا چاہئے

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الا ان التقویٰ واشار الی صدرہ یاد رکھو تقویٰ اس جگہ ہے اور اپنے قلب کی طرف اشارہ فرمایا یعنی تقویٰ (اللہ تعالیٰ سے ڈرنا) افعال قلوب سے ہے (التقویٰ ص ۱۸) بقول شاعر

کسی سے میں یہ کیوں پوچھوں تصوف کس کو کہتے ہیں
خود اپنے دل کو دیکھا اور کہا کہ اس کو کہتے ہیں

حدیث شریف میں ہے استفت قلبک ولو افتاک المفتون (اپنے دل سے

فتویٰ لو اگرچہ مفتی بھی فتویٰ دے دیں) یعنی باطنی مفتی کے خلاف ظاہری مفتی کا قول نہ لیا جائے بلکہ فتوے کے ساتھ اپنے دل کو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے ہاں جہاں قلب شہادت دے دے وہاں بخوشی اجازت ہے (ارضاء الحق ج:۲ ص ۴۲) حضرت جب دل کو لگتی ہے اس وقت جواز کے سارے فتوے رکھے رہ جاتے ہیں اور اس وقت تک چین نہیں ملتا جب تک کھٹک کی بات کو دور نہ کیا جائے۔ مولانا محمد منیر صاحبؒ نانوتوی میں ایک بزرگ تھے ایک دفعہ ان کے ہاتھ سے مدرسہ دیو بند کی ایک امانت ضائع ہوگئی' سفر میں کسی نے چرالی اور رقم زیادہ تھی انہوں نے فوراً مدرسہ میں اطلاع کر دی کہ وہ امانت میرے پاس سے چوری ہوگئی لیکن میں ضمان ادا کروں گا۔ مدرسہ والوں نے چاہا کہ مولوی صاحب سے ضمان نہ لیں کیونکہ ان کی دیانت پر پورا اعتماد تھا کہ انہوں نے قصداً حفاظت میں کوتاہی نہیں کی اور ایسی حالت میں شرعاً ان پر ضمان نہیں چنانچہ ان سے کہا گیا تو انہوں نے اس کو منظور نہ کیا اور کہا مجھے بغیر ضمان ادا کئے چین نہ آئے گا۔ مدرسہ والوں نے مولانا گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ حضرتؒ مولوی منیر صاحب نہیں مانتے۔ مدرسہ کا ضمان ادا کرنا چاہتے ہیں' اگر آپ فتویٰ لکھ دیں تو شاید مان جائیں کیونکہ مولانا گنگوہیؒ کو ساری جماعت بڑا مانتی تھی اور مولانا کے فتوے پر ہر شخص کو پورا اعتماد تھا۔ حضرتؒ نے فتویٰ لکھ دیا کہ جب امین نے حفاظت میں کوتاہی نہ کی تو اس پر شرعاً ضمان نہیں۔ مدرسہ والوں نے یہ فتویٰ مولوی منیر صاحبؒ کو لا کر دکھایا۔ حالانکہ مولوی منیر صاحبؒ مولانا گنگوہیؒ کا بڑا ادب کرتے تھے مگر اس وقت یہ فتوی دیکھ کر ان کو بڑا جوش آیا اور ہم عمری کے سبب ناز کے لہجے میں کہا بس میاں رشید احمد نے سارا فقہ میرے ہی واسطے پڑھا تھا اور اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھیں' اگر ان کے ہاتھ سے مدرسہ کی امانت ضائع ہو جاتی تو کیا وہ خود بھی اس فتوے پر عمل کرتے یا بغیر ادا کئے چین نہ ملتا۔ لے جاؤ میں کسی کا فتوی دیکھنا نہیں چاہتا حضرتؒ انہوں نے نہیں مانا اور زمین بیچ کر یا نا معلوم کس طرح مدرسہ کی رقم ادا کی جب چین پڑا (ارضاء الحق ج:۲ ص ۴۰' معارف گنگوهیؒ) حضرت! یہ کھٹک بھی ایک فرشتہ غیبی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو متنبہ کرتا ہے' جب بار بار تم اس کو دباؤ گے تو وہ خاموش ہو جائے گا اور سخت بات ہے بعض لوگ ممکن ہے یوں کہیں کہ جب ہم نے قواعد شرع کے

بموجب ایک کام کیا ہے تو پھر کھٹک پر توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے' ان سے میں کہتا ہوں کہ شریعت کا ایک یہ بھی قاعدہ ہے الاثم ما حاک فی صدرک کہ گناہ وہ ہے جس میں تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو' پھر تم نے اس قاعدہ پر عمل کیوں نہ کیا اور جب کسی عمل کے متعلق دل میں کھٹک پیدا ہوتی تھی' اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا۔ (ارضاء الحق ج:۲ ص ۳۰)

قلب کا یہ قاعدہ ہے کہ اول دوہلہ (۱) میں اس کو جس قدر کراہت ونفرت ہوتی ہے دوسری مرتبہ میں ویسی نفرت نہیں ہوتی اور اس میں جو کھٹک اول دوہلہ میں پیدا ہوتی ہے اگر اس پر عمل نہ کیا گیا بلکہ اس کو دبا دیا گیا تو پھر یہ کھٹک کمزور ہو جاتی ہے (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲۸۴) اس لئے قلب کی اول ہی کھٹک پر عمل کرنا چاہئے۔

معصیت سے قلبی اور روحانی صحت برباد

جس طرح طب اکبر پر عمل نہ کرنے سے صحت جسمانی میں خرابی آتی ہے اسی طرح احکام الٰہی پر عمل نہ کرنے سے قلبی اور روحانی صحت برباد ہو جاتی ہے (فان الجنة هي الماوىٰ)

قلب کا یہ قاعدہ ہے کہ ناجائز فعل سی اول وہلہ میں اس کو جس قدر کراہت ونفرت ہوتی ہے دوسری مرتبہ ویسی نفرت نہیں ہوتی اور اس میں جو کھٹک اول دہلہ میں پیدا ہوتی ہے اگر اس پر عمل نہ کیا گیا بلکہ اس کو دبا دیا گیا تو پھر یہ کھٹک کمزور ہو جاتی ہے اور بار بار کے دبانے سے بالکل نکل جاتی رہتی ہے جو قلب کے سیاہ (بے حس اور مردہ ہو جانے کی دلیل ہے کہ اب قلب کو گناہ سے الفت ہو گئی ہے اس لئے کھٹک نہیں مگر یہ شخص سمجھتا ہے کہ مجھ پر حق واضح ہو گیا اور شرح صدر ہو گیا اس لئے کھٹک موقوف ہو گئی یاد رکھو یہ حالت سخت خطرناک ہے)۔

(ارضاء الحق ج:۲ ص۲۸)

قلب کا زنا

حدیث میں ہے والقلب یزنی و زناه ان یتشهی یعنی قلب بھی زنا کرتا ہے اور

---

(۱) مرتبہ۔

اس کا زنا خواہش کرنا ہے (رفع الموانع ص ۵۱) چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرتے ہوئے اجنبیہ کا تصور کرے تو اسے زنا کا گناہ ہوگا (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اشرف الاحکام جلد چہارم)

اعمال باطنہ کا محاسبہ

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں پوشیدہ چیزوں کا جائزہ لیا جائے گا اور دلوں کے پوشیدہ راز کھولے جائیں گے اور یہ کہ میرے کاتب اعمال فرشتے تو تمہارے صرف وہ اعمال لکھے ہیں جو ظاہر تھے اور میں ان چیزوں کو جانتا ہوں جن پر فرشتوں کو اطلاع نہیں) ورنہ انہوں نے وہ چیزیں تمہارے نامہ اعمال میں لکھی ہیں اور وہ سب تمہیں بتلاتا ہوں اور ان پر محاسبہ کرتا ہوں پھر جس کو چاہوں گا بخش دوں گا اور جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا پھر مؤمنین کو معاف کر دیا جائے گا اور کفار کو عذاب دیا جائے گا (قرطبی) ارشاد باری تعالیٰ ہے وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۸۴) جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں اگر تم (زبان وغیرہ سے) ظاہر کرو گے یا کہ (دل میں) پوشیدہ رکھو گے اللہ تعالیٰ تم سے حساب لیں گے آیت مذکور میں جس محاسبہ کا ذکر ہے اس سے مراد وہ ارادے اور نیتیں ہوں جو انسان اپنے قصد اور اختیار سے اپنے دل میں جماتا ہے اور اس کے عمل میں لانے کی کوشش بھی کرتا ہے پھر اتفاق سے کچھ موانع پیش آجانے کی بناء پر ان پر عمل نہیں کرسکتا۔ قیامت کے دن ان کا محاسبہ ہوگا پھر حق تعالیٰ جس کو چاہیں اپنے فضل وکرم سے بخش دیں اور جس کو چاہیں عذاب دیں۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ انسان پر جو اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کئے گئے ہیں یا حرام کئے گئے ہیں وہ کچھ تو اعضاء ظاہری و جوارح سے متعلق ہیں نماز روزہ زکوٰۃ حج اور تمام معاملات اسی قسم میں داخل ہیں اور کچھ اعمال و احکام وہ بھی ہیں جو ان کے قلب اور باطن سے تعلق رکھتے ہیں ایمان واعتقاد کے تمام مسائل تو اسی میں داخل ہیں اور کفر وشرک جو سب سے زیادہ حرام وناجائز ہیں ان کا تعلق بھی انسان کے قلب

سے ہے اخلاق صالحہ تواضع' صبر' قناعت' سخاوت وغیرہ اسی طرح اخلاق رذیلہ کبر' حسد' بغض' حب دنیا حرص وغیرہ یہ سب چیزیں ایک درجہ حرام قطعی ہیں ان سب کا تعلق بھی انسان کے اعضاء و جوارح سے نہیں بلکہ دل اور باطن سے ہے اس آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جس طرح اعمال ظاہرہ کا حساب قیامت میں لیا جائے گا اسی طرح اعمال باطنہ کا بھی حساب ہوگا اور خطا پر بھی مؤاخذہ ہوگا باقی وساوس اور غیر اختیاری خیالات جو انسان کے دل میں بغیر قصد اور ارادہ کے آ جاتے ہیں بلکہ ان کے خلاف ارادہ کرنے پر بھی آتے رہتے ہیں ایسے غیر اختیاری خیالات اور وساوس کو اس امت کے لئے حق تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے ان اللہ تجاوز عن امتی عمّا حدثت انفسها ما لم يتكلموا او يعلموا به (قرطبی) یعنی اللہ تعالیٰ نے میری امت کو معاف کر دیا ہے وہ جو ان کے دل میں خیال آیا جب اس کو زبان سے نہ کہا یا عمل نہ کیا ہو۔ (تفسیر معارف القرآن ج:۱ ص ۲۹۰'۲۹۱)

اصل رونا دل کا ہے

میرے پاس بعض ذاکرین کے خطوط آتے ہیں کہ ہم کو رونا نہیں آتا' اس کا افسوس ہے۔ میں لکھ دیتا ہوں کہ تمہارا دل تو روتا ہے اور کیا چاہتے ہو اور اسکی دلیل یہ ہے کہ تم کو رونے پر افسوس ہے (فناء النفوس) ایک صاحب نے لکھا مجھے وعظ سن کر نہ رونا آتا ہے نہ ذکر وغیرہ میں خوف خدا ہوتا ہے یہ سنگ دلی تو نہیں۔ اس پر جواباً تحریر فرمایا ''رونا دل کا مقصود ہے آنکھ کا نہیں وہ حاصل ہے دلیل اسکی یہ تاسف ہے۔ (انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۱۰۶)

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اگر رونا ہی ولایت ہے تو رونا کیا مشکل ہے لاؤ ایک لاٹھی مارنا شروع کروں ایک طرف سے سب رونے لگیں گے خوب کہا ہے ۔

عرفی اگر بگر یہ میسر شدے وصال (۱)

صد سال مے تواں بہ تمنا گریستن

---

(۱) عرفی اگر محض رونے سے وصول الی اللہ کی سعادت نصیب ہو جاتی تو میں ایک صدی اس کی تمنا میں رونے کے لئے تیار ہوں۔

حدیث میں ہے ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا یعنی روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بکاء مقصود نہیں کیونکہ ہر حال میں امر غیر اختیاری ہے اور ایسا غیر اختیاری مقصود نہیں ہوتا بس جس کو رونا نہ آتا ہو وہ رونے کی صورت ہی بنالے یہ کافی ہے۔ (فناء النفوس)

ایک صاحب نے لکھا کہ قلب میں قوت انفعالیہ کا نام ونشان نہیں صحبت مجلس سے بھی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا اس لئے سخت خطرہ ہے کہ کہیں قائلین قلوبنا غلف یا ارشاد ولا یجاوز حناجرھم (الحدیث) کا مصداق تو نہیں ہوگیا۔ فرمایا کہ جو لوگ اس کے مصداق ہوتے ہیں ان کو اس کے مصداق ہونے کا احتمال تک نہیں بلکہ التفات تک نہیں ہوتا یہی دلیل ہے اسکے مصداق نہ ہونے کا (کمالات اشرفیه ص ٨٤)

دل اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کے لئے بنایا ہے

دل گزر گاہ جلیل اکبر ست

اس کے معنی تو یہ ہیں کہ دل تجلی گاہ حق تعالیٰ کا لہٰذا اس کو غیر کی آلودگی سے بچاؤ' اپنے گھر میں دوسرے (۱) کے آنے کو کون پسند کرتا ہے۔ (الظاهر ص ٥٠)

دل بدست آور کہ حج اکبر است ۔۔۔ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

مگر جب دل میں غیر اللہ کی یاد بس جائے تو اسکی یہ حالت ہوتی ہے۔

دل جو دیکھا تو صنم خانہ سے بدتر نکلا ۔۔۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں خدا رہتا ہے

ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ دلوں کو بھی (کبھی) زنگ لگ جاتا ہے جب اس کو پانی پہنچ جاتا ہے' عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اور وہ کون سی چیز ہے جس سے دلوں کی صفائی ہو جائے' آپ نے ارشاد فرمایا موت کا زیادہ دھیان رکھنا' اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

(رواه البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ

---

(۱) واقعی ۔ بے ترے دل کیا ہے بس ایک خول ہے ۔۔۔ جلد آ یہ ناؤ ڈانواڈول ہے

نے کہ شیطان آدمی کے قلب پر چمٹا ہوا بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ ہٹ جاتا ہے اور جب وہ (یاد سے) غافل ہوتا ہے وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔ (بخاری شریف)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذکر اللہ کے سوا بہت کلام مت کیا کرو کیونکہ اللہ کے سوا بہت کلام کرنا قلب میں سختی پیدا کرتا ہے اور سب سے زیادہ اللہ سے دور وہ قلب ہے جس میں سختی ہو۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ ہر شیٔ کی ایک قلعی ہے اور دلوں کی قلعی اللہ کا ذکر ہے (بیہقی) ان احادیث (۲) سے معلوم ہوا کہ دلوں کی صفائی اور تزکیہ کے لئے ذکر اللہ کی کثرت کرنا چاہئے۔ بقول حضرت مجذوبؒ

میرے دل سیاہ کو انوار ذکر نے خورشید پر ضیا کا مماثل بنا دیا

جمعیت قلب کون سی مطلوب ہے

سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ہر معاملہ سے یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ حضرتؒ یہ چاہتے ہیں کہ جو غیر ضروری بات جمعیت قلب کے خلاف ہو اس کو ترک کر دو اور ایسی چیزوں سے اکثر منع فرماتے تھے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۵٦)

جمعیت قلب جیسا کہ زیادہ کھانے سے فوت ہوتی ہے کم کھانے سے فوت ہوتی ہے زیادہ کھانے سے خطرات کا ہجوم ہوتا ہے کیونکہ معدہ کی تبخیر دماغ کی طرف صعود کرتی ہے تو دماغ پریشان ہو جاتا ہے اور کم کھانے سے ہر وقت روٹیوں کی طرف دھیان رہتا ہے

(فناء النفوس)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ دنیا کی بے رغبتی (جس کا حکم ہے) نہ حلال کو حرام (کرنے) سے ہے اور نہ مال کے ضائع کرنے سے (ترمذی و ابن ماجہ) ف:۔ اس میں صاف برائی ہے مال کے برباد کرنے کی کیونکہ اس سے جمعیت جاتی رہتی ہے۔ (حیٰوۃ المسلمین روح دہم)

---

(۱) یہ احادیث حیٰوۃ المسلمین سے نقل کی ہیں۔ (احقر قریشی غفرلہٗ)

جمیعت قلب وہ مطلوب ہے جس میں اپنی طرف سے اسباب مشوشہ (۱) کو اختیار نہ کیا جائے پھر اگر جمیعت حاصل نہ ہو تو یہ معذور ہے، میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ جو تشویش قلب اختیار سے باہر ہو وہی مضر ہے اور اگر بلا قصد و اختیار تشویش ہو وہ کچھ مضر نہیں مثلاً ایک شخص صاحب عیال ہے اس وجہ سے دنیا میں مشغول ہے اور اس کو کسی وقت یکسوئی نہیں ہوتی' نماز و ذکر میں بلا قصد و اختیار وساوس مشوشہ آتے ہوں تو کچھ مضر نہیں اور یہ قاعدہ کچھ حدیث النفس کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حدیث اللسان یعنی کلام لسانی میں بھی یہی قاعدہ ہے کہ بلا ضرورت ایک کلمہ بھی نکالنا قلب کو ستیاناس کر دیتا ہے مگر قلب پر چونکہ طبیعت محیط ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا بخلاف اس کے اگر بضرورت تکثیر ہو تو کچھ بھی مضر نہیں مثلاً ایک شخص پہرہ دینے پر نوکر ہے وہ رات بھر جاگو جاگو کرتا ہے اس سے نور قلب میں کچھ بھی کمی نہ آئے گی' اسی طرح تحریر میں جب تک ضرورت کا مضمون لکھا جائے گا ضرر نہ ہوگا اور اگر بے ضرورت ایک جملہ بھی لکھا گیا تو قلب کا ناس ہو جائے گا کیونکہ تحریر بھی ایک نوع کا کلام ہی ہے بہر حال کلام کی تین قسمیں ہیں (۱) کلام نفسی۔ (۲) کلام لفظی۔ (۳) کلام تحریری کلام تحریری میں تحریر کا مطالعہ بھی داخل ہے اس لئے ہر کتاب کا مطالعہ بھی جائز نہیں غرض یہ کہ ہر ایک میں ضرورت کا درجہ مضر نہیں اور بلا ضرورت ایک جملہ کا تلفظ یا کسی بات کا سوچنا یا لکھنا مضر ہے چنانچہ بعض کلام کو خوش نما بنانے میں سجع وغیرہ کا تکلف کرتے ہیں چونکہ یہ بلا ضرورت ہے اس لئے گویا اس میں تنبیہ ہے ہم کو عدم تکلف پر کہ دیکھو جب ہم باوجود قدرت کی سجع کی رعایت نہیں حالانکہ ہم کو تکلف نہیں کرنا پڑتا۔ تم کو بھی سجع کی رعایت نہ کرنا چاہئے کیونکہ تم کو تکلف کرنا پڑے گا اور بے ضرورت چیز کے لئے تم کو تکلف کرنا ہے ۔(انفاس عیسیٰ ج:۱ ص۲۴۸'۲۴۹)

حصول فراغ قلب کا طریقہ

قلب کو ہر وقت ماسوا (۲) اللہ سے فارغ رکھنا چاہئے (یعنی دل کسی اور چیز میں لگا ہوا

---

(۱) پریشان کرنے والے اسباب (۲) حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کا اپنا معمول مبارک یہ تھا کہ راستہ چلتے کوئی بات یاد آجاتی تو فوراً کاغذ کے ٹکڑے پر تحریر فرما لیتے رات کو پنسل کاغذ سرہانہ کے نیچے رکھ کر سوتے اور کسی تصنیف

نہ رہے) یہ نہایت نافع ہے۔اس کے تحصیل کا یہ ہے کہ جو بات اور جو کام ضروری ہو اس کو دیکھو نہ سنو خواہ وہ چیزیں ماضی کے متعلق ہوں یا مستقبل کے۔(انفاس عیسیٰ ج:۱ ص ۲۶۱)

اصلاح قلب کا آسان نسخہ

(۱) کسی شیخ کامل کی صحبت اختیار کرے۔اس سے اصلاحی تعلق قائم کر کے اسکے ارشادات پر عمل کرے۔انشاء اللہ اسکی صحبت سے جلد قلب کی حالت میں تغیر محسوس ہوگا اور دل کی دنیا بدلنا شروع ہوگی۔(۲) فی الحال یہ دشوار ہو تو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مواعظ حسنہ کا باقاعدگی سے مطالعہ کرے۔بہت نفع محسوس ہوگا۔(۳) مناجات مقبول سے چند دعائیں نقل کرتا ہوں اپنی دعاؤں میں ان کو بھی پڑھا کر۔

(۲) اللّٰھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک

(مسلم نسائی)

''اے اللہ' دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دل اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

(۳) اللّٰھم اجعل فی قلبی نورا (بخاری و مسلم) اے اللہ میرے دل میں نور کر دے۔

(۳) اللھم (۱) ان تجعل القران العظیم ربیع قلبی و نور بصری و جلاء حزنی و ذھاب ھمّی (ابن حبان' حاکم' طبرانی) ''یا اللہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار اور میری آنکھ کا نور اور میرے غم کی کشائش اور میرے فکر کا دفیعہ فرمادے)

(۴) اللّٰھم انّا نسالک قلوبا اوّاھة مّخبتة فی سبیلک ''اے اللہ ہم تجھ سے

(بقیہ حاشیہ (۲) صفحہ ۲۹۱) یا کسی موضوع کے بارے میں کوئی نیا مضمون ذہن میں آتا تو فوراً لکھ لیتے اور فرماتے تھے کہ قلب کو ہمیشہ فارغ رکھتا ہوں تا کہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کو جی چاہے تو وہ کسی الجھن میں اٹکا نہ رہے۔ غرض جب تک ماسوی اللہ سے پاک نہ ہوگا تب تک نہ سچی توحید حاصل ہوگی اور نہ جمال مبارک حق کا آئینہ دل میں مشاہدہ ہوگا اللہ تعالیٰ بندہ کو ایک ہی قلب مخصوص اپنے واسطے عطا کیا کہ کوئی دوسرا دل نہیں کہ اس میں دوسرے تعلقات مشاغل کی جگہ ہو (تربیت السالک ج:۲ ص ۴۷۰) اسی لئے دل کو ذکر الٰہی کیلئے فارغ رکھنے کی ضرورت ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۲۹۲) (۱) بوجہ اختصار دعا نمبر ۳' نمبر ۴ مختصر لکھی ہیں۔پوری دعائیں یاد کرنا ہوں تو مناجات مقبول کی ایک منزل پڑھ لی جائے تو یہ ادعیہ بھی شامل ہو جائیں گی۔اللھم وفقنا۔آمین!

مانگتے ہیں ایسے دل جو متاثر ہوں اور عاجزی کرنے والے ہوں اور رجوع کرنے والے ہوں تیری راہ میں''۔

(۵) اللّٰھم ارزقنی عینین بذروف الدمع من خشیتک قبل ان تکون الدّموع دما و الاضراس جمرا۔ یااللہ مجھے آنکھیں برسنے والی نصیب کریں جو سیراب کریں دل کو بہتے ہوئے آنسوؤں سے تیرے خوف سے قبل اس وقت کہ آنسوں خون اور ڈاڑھیں انگارے ہو جائیں۔

اصول اخلاق

شریعت پر چلنے کیلئے تین قوتوں کی ضرورت ہے یہی اصول اخلاق کہلاتے ہیں۔

(۱) قوت عقلیہ۔ (۲) قوت شہویہ۔ (۳) قوت غضبیہ۔ پھر ان میں ہر ایک کے تین درجے ہیں۔

(۱) قوت عقلیہ اور اس کے تین درجات (۱) افراط۔ (۲) تفریط۔ (۳) توسط

اور شریعت نام ہے توسط کا جس کو حکمت کہتے ہیں۔ قوت عقلیہ کے افراط کا نام جزبرہ ہے یہ نہایت مضر ہے۔ جب عقل بڑھ جاتی ہے تو ہر چیز میں احتمالات عقلیہ پیدا ہونے لگتے ہیں جس سے آدمی وہمی ہو جاتا ہے اور اپنے علم پر نازاں ہو کر یہ نہیں سمجھتا کہ علوم نبوت عقل (۱) سے باہر ہیں چنانچہ الٰہیات میں فلاسفہ نے جو تحقیقات بیان کی ہیں اس میں ٹھوکریں کھائی ہیں جن پر مسلمان کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی ہنستا ہے۔

اور ایک ہے تفریط کا درجہ یعنی عقل کی کمی' اس کو حماقت کہتے ہیں شریعت میں یہ دونوں درجے بے کار اور مذموم ہیں بلکہ مطلوب توسط ہے جس کو حکمت کہتے ہیں۔

قوت شہویہ

---

(۱) بقول اقبال مرحوم۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق　　عقل تھی محو تماشائے لب بام ابھی

اس میں بھی تین درجے ہیں ایک افراط جس کا نام فجور ہے شریعت میں یہ بھی مطلوب نہیں کیونکہ اس کا انجام فسق ہے۔

اور ایک تفریط ہے کہ آدمی نامرد بن جائے کہ ضروری انتفاعات سے بھی محروم ہو اور یہ بھی مطلوب نہیں کیونکہ اس سے ہمت اور حوصلہ پست ہو جاتا ہے اور اولوالعزمی اور اخلاق مفقود ہو جاتے ہیں جو بڑا نقص ہے۔

اور ایک توسط ہے جس کا نام عفت ہے اور یہ مطلوب ہے۔

قوت غضبیہ

اس کی بھی تین درجے ہیں۔ ایک افراط جس کو طہور کہتے ہیں کہ موقع بے موقع کچھ نہ دیکھے اندھا دھند جوش دکھلانے لگے اور یہ بھی نہ دیکھے کہ اس جوش سے نفع ہوگا یا نقصان' اندھا بن کر چلے' شریعت میں یہ مطلوب نہیں۔

اور ایک تفریط جس کو جبن اور بزدلی کہتے ہیں کہ موقع اور ضرورت کے وقت بھی ہمت سے کام نہ لیا جائے جیسے بعض لوگ ایسے ڈرپوک ہوتے ہیں کہ حکام کے سامنے ادب اور تہذیب سے بھی اپنی حاجت ظاہر نہیں کر سکتے شریعت میں یہ بھی مطلوب نہیں۔

اور ایک درجہ توسط ہے جس کا نام شجاعت ہے کہ ضرورت اور موقع پر جوش ظاہر کیا جائے جہاں نفع کا ظن غالب ہو اور بے موقع جوش سے کام نہ لیا جائے نفع کی کچھ امید نہیں نقصان ہی نقصان ہے۔

پسندیدہ اخلاق کے تین اصول

(۱) حکمت۔ (۲) عفت۔ (۳) شجاعت۔ اور ان کے مجموعہ کا نام عدل ہے اور یہی شریعت کا حاصل ہے۔ وکذلک جعلنٰکم امۃ وسطا۔ اس سے مراد بھی عدل ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے ایک شریعت دیکھ کر جو کہ سراپا عدل ہے امت وسط یعنی عادلہ بنایا۔

وسط دو قسم کا ہوتا ہے (۱) وسط حقیقی۔ (۲) وسط عرفی۔ وسط حقیقی وہ خط ہے جو بیچوں بیچ

ہو وہ قابل تقسیم نہیں ہوتا۔ جس کے دائیں بائیں کچھ نہ نکل سکے پس شریعت کی روح بھی وسط حقیقی کی طرح غیر منقسم ہے۔ پس اصول اخلاق میں افراط اور تفریط کو چھوڑ کر ایک وسط نکلے گا اور ایسے وسط پر رہنا ضرور دشوار ہے پس شریعت ان دونوں جانبوں پر نظر کر کے اپنی دشواری کی وجہ سے تلوار سے تیز اور غیر منقسم ہونے کے بال سے باریک ہے کیونکہ بال بھی منقسم نہیں ہے پس قیامت میں پہلی روح شریعت یعنی وسط حقیقی جو ہر بن کر پل صراط کی شکل میں ظاہر ہوگا جس پر مسلمانوں کو چلایا جائے گا۔ پس جو شخص دنیا میں شریعت پر تیزی وسہولت کے ساتھ چلا ہوگا وہ وہاں بھی تیزی کے ساتھ چلے گا کیونکہ وہ یہی شریعت تو ہوگی۔ جس پر دنیا میں چل چکا ہے اور جو یہاں نہیں چلا یا کم چلا ہے وہ پل صراط پر بھی نہیں چل سکے گا یا سستی کے ساتھ چلے گا۔

اور وسط عرفی جسے کہا کرتے ہیں کہ یہ ستون مکان کا وسط ہے وہ وسط حقیقی نہیں کیونکہ وہ تو منقسم ہے اس کے اندر بھی ایک جزو دائیں اور ایک بائیں ایک بیچ میں نکل سکتا ہے تو وہ وسط حقیقی نہیں۔ پس وسط حقیقی ہمیشہ غیر منقسم ہوگا۔ شریعت اسی وسط کا نام ہے خوب سمجھ لو۔

(تفصیل الدین ص ١٤` تا ص ٢٢)

احکام شریعت پر کما حقہ عمل کیلئے احقر کی کتاب' اسلام کی تعلیمات' اعتدال' کا مطالعہ فرمایئے۔

اخلاق سب فطری ہیں

انکا ازالہ ناممکن ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل سکتا ہے۔ مگر انسان کی جبلی فطرت تبدیل نہیں ہوسکتی۔ البتہ مجاہدہ سے ان کا امالہ ہوسکتا ہے کہ بوقت ضرورت ان کو کام میں لایا جا سکے اور شرارت نفس کے تقاضا کے وقت اس سے بچا جا سکے۔ مثلاً غصہ کو اعداء اللہ کے مقابلہ میں کام میں لانا محمود ہے اس قسم کی متعدد مثالیں آپ کو اس رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوں گی۔ اس کی مثال شکاری کتے کی ہوسکتی ہے کہ بوقت شکار اس سے کام لیتے ہیں' ورنہ وہ کان ڈھیلے کئے پڑا رہتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات اعتدال

تبصرہ ماہنامہ ہمدرد صحت اکتوبر 2000ء

اسلام کی تعلیمات فطرت کی آواز ہیں۔ اسلام ایک خدا کی دعوت دے کر انسان کو ایک مقصد کے تحت زندگی گزارنے کے قابل بناتا ہے اور اس کی زندگی کو منظم کرتا ہے۔ اعتدال اور توازن ایک منظم اور مربوط زندگی کی لازمی شرط ہیں' لیکن کچھ تو اپنی لاعلمی کی وجہ سے اور کچھ اپنی کوتاہی کی بنا پر عموماً مسلمان اسلام پر عمل کرنے کے دوران افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں اور حد اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خطبات اور تصانیف میں سے مولانا محمد اقبال قریشی نے اعتدال اور توازن کے موضوع پر خاص خاص اقتباسات جمع کر کے ''اسلام کی تعلیمات اعتدال'' نامی کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔

اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ مختصر مجموعہ وقت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کر رہا ہے جس میں عبادات ومعاملات سے لے کر معاشرت اور معیشت تک متعدد عنوانات کے تحت معتدل اور متوازن زندگی کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ کتاب کا انداز بیان سہل وسلیس ہے اور امید ہے کہ یہ کتاب عام مسلمانوں کی اصلاح احوال کے ضمن میں مفید ثابت ہو گی۔''

تبصرہ ماہنامہ الحسن لاہور بابت ماہ اگست 2000ء

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس کا طرۂ امتیاز جملہ شعبہ ہائے زندگی میں اعتدال ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان اقدس ہے کہ تمام امور میں بہترین درجہ' میانہ روی اور اعتدال ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں اسی موضوع کو حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے ملفوظات کی روشنی میں اجاگر کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب انتہائی مفید اور مشعل راہ ثابت ہو سکتی ہی۔

قیمت: 26 روپے

اشرف الحیات (زیر ترتیب)

سیدی حضرت والد صاحب مدظلہ پیر طریقت حضرت مولانا صوفی محمد اقبال قریشی دامت برکاتہم (خلیفہ ارشد حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ و عارف باللہ حضرت حاجی محمد شریف صاحبؒ و حضرت مولانا الحاج عبدلواحد صاحب مدظلہ) اب چراغ سحری ہیں اکثر بیمار رہتے ہیں۔ کبھی کبھار حسب معمول لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت کی سوانح ''اشرف الحیات'' زیر ترتیب ہے۔ قارئین دعا کریں کہ اللہ کرے یہ کتاب مکمل ہو جائے۔ حضرت کی سوانح عمریوں میں اس کا بیش قیمت اضافہ ہوگا۔ چند عنوانات ملاحظہ ہوں۔

مختصر احوال السوانح۔ حضرت حکیم الامت کا ذوق شاعری۔ اشرف اللطائف۔ حضرت حکیم الامت کی آراء (اپنے اکابر سلف صالحین، بزرگان دین اور معاصرین اور لیڈران وغیرہ کے بارے میں)۔ حضرت حکیم الامت اور مواعظ حسنہ

دینی جذبات پیدا کرنے اور ذہن سازی کیلئے

لئے چالیس مواعظ کا انتخاب)۔ حضرت حکیم الامتؒ ایک ماہر نفسیات شخصیت۔ حضرت حکیم الامت اور ادائیگی حقوق العباد۔ حضرت حکیم الامت اور اصلاح معاشرت۔ حضرت حکیم الامت اور صفائی معاملات۔ حضرت حکیم الامت اور اصلاح انقلاب امت۔ حضرت حکیم الامتؒ کے اخلاق فاضلہ۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی جن کتابوں کے مطالعے کی خود ترغیب دی۔ حضرت حکیم الامت کا مزاج و مذاق۔ اس کے علاوہ متعدد عنوانات۔

حافظ محمد مالک ارشد قریشی

ناظم ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد
ضلع بہاول نگر

مقالات تصوف

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کے ملفوظات طیبات اور مواعظ حسنہ کے بحر بیکراں ذخیرہ سے تصوف کے اسرار و رموز' اصلاح باطن کے بیش قیمت نسخے اور اولیاء اللہ کی معروف اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہیں گویا تصوف سے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کے عارفانہ ارشادات یکجا جمع کر دیئے گئے ہیں۔

تبصرہ ماھنامہ جریدۃ الاشرف کراچی۔ نومبر ۱۹۹۹ء

محترم جناب محمد اقبال قریشی صاحب کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تالیفات سے انتخاب کا انہیں خصوصی ذوق اور ملکہ حاصل ہے۔ حضرت کی کتابیں جو کہ کان حکمت اور معدن حقائق و معارف کی حیثیت رکھتی ہیں ان سے مختلف موضوعات پر وہ جواہر و یواقیت جمع کر کے شائع کرتے رہتے ہیں یہ کتاب بھی اس سلسلۃ الذہب کی ایک حسین کڑی ہے جس میں انہوں نے تصوف کے موضوع پر حضرت کے ارشادات جمع کیے ہیں قبل ازیں یہ مقالات جریدہ الاشرف میں شائع ہو چکے ہیں۔ کتاب کی قیمت صرف اٹھارہ روپے ہے جو کہ انتہائی مناسب ہے۔

معروف غلط مسائل (حصہ اول و دوم)

مذکورہ رسالہ میں باب وار وضو' طہارت و نجاست' اذان' نماز جنازہ' روزہ' حج' زکوٰۃ' نکاح' طلاق' خرید و فروخت' ذبح' قربانی' عقیقہ' رہن' نذر' عقاید' ایمان' ذکر و تلاوت' عملیات و تعویذات' حق مہر' نفقہ رضاع' لقطہ' مفقود' پیر و مرشد کے علاوہ متعدد متفرق عوام میں مشہور غلط مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

تبصرہ ماھنامہ الحسن لاھور بابت ماہ اگست ۱۹۹۵ء

زیر نظر کتاب مفسر محدث فقیہ اور مصلح حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے افادات پر مشتمل ہے جس میں عبادات و معاملات سے متعلق عوام میں غلط طور پر رواج پا جانے والے ایسے سینکڑوں مسائل کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کی گئی ہے جنہیں لوگ صحیح سمجھ کر عمل پیرا ہیں حضرت تھانوی کی حیات میں یہ رسالہ اغلاط العوام فی باب الاحکام کے نام سے طبع ہوتا رہا۔ پھر حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مفتی خیر المدارس ملتان سے اس کی قبولیت فرما کر شائع کیا۔ اور اب جناب محمد اقبال قریشی صاحب نے حصہ دوم کے اضافہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس کا مطالعہ ہر شخص کے لئے انتہائی مفید اور کارآمد ہے۔ قیمت صرف :8 روپے

ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد (ضلع بہاول نگر)

واردات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

یعنی حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے قلب مبارک پر جو عجیب وغریب علوم وارد ہوئے
ان علوم ومعارف موہوبہ کا یکجا ذخیرہ۔

تبصرہ ماهنامه قومی صحت لاهور بابت جون ۱۹۹۸ء

رسالہ ہذا حکیم الامت تھانویؒ کے علوم موہوبہ کا بے مثال انمول یکجا ذخیرہ ہے جس کا نام حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب، مفتی اعظم جامعہ اشرفیہ لاہور نے تجویز کیا تھا اور اب مرتب موصوف نے شائع کر کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے واردات سے اہل علم کو بخوبی واقف ہونے اور استفادہ کرنے کا موقع بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور قارئین کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذیؒ نے اسے بے حد پسند فرمایا چنانچہ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال رقم طراز ہیں۔ ارسال کردہ ہدیہ سنیہ۔ واردات حضرت اقدس حکیم الامۃ قدس سرہ پہونچا عجیب وغریب علوم معارف پر مشتمل ہے حق تعالیٰ آپ کو اجزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کے بعد انہیں خوبصورت ترتیب وعنوانات سے مزین کرا کر شائع کر دیا ہے۔ بہت ہی کام کی چیز ہے بطور خاص اہل علم کے لئے وجد آفریں ہے۔

فجزاکم اللہ خیر الجزاء۔

حضرت اقدس دامت مدظلہم بھی بہت خوشی اور مسرت کا اظہار فرمار ہے ہیں۔ اور دعا گو ہیں۔

قیمت صرف:18 روپے

ادارہ تالیفات اشرفیہ

جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد (ضلع بہاولنگر)

معارف و مسائل قربانی

از تبصرہ ماہنامہ ابلاغ کراچی

رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ صاحب افادات کا اسم گرامی رسالہ کے مستند ہونے کیلئے کافی ہے۔ جناب محمد اقبال قریشی صاحب حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ وملفوظات اور تالیفات وتصنیفات سے اخذ واستفادہ اور تحصیل وتلخیص کا خاص ذوق رکھتے ہیں۔

متذکرہ بالا کتابچہ میں موصوف نے حضرت والا کی مختلف تالیفات ومواعظ سے قربانی کے فضائل ومعارف اور احکام ومسائل کو جمع کر دیا ہے۔

ماهنامه الخير ملتان ذولحجه ۱۴۱۷ھ

اس کی جامعیت کا اندازہ درج ذیل عنوانات سے ہوسکتا ہے۔ فضائل قربانی' قربانی کا مفہوم' عقیدہ قربانی قربانی کا ثواب ذبح ولد کے قائم مقام ہے۔ قربانی شعائر اللہ میں سے ہے۔ قربانی خلاف رحم نہیں۔ قربانی کی صورت اور روح' کس مسلمان پر قربانی واجب ہے' قربانی کے ایام' قربانی کے جانور اور ان کے احکام' قربانی کے گوشت' کھال اور ذبح کے احکام' قربانی کی مسنون دعا۔ اس کے علاوہ متعدد ضروری احکام ومسائل۔

بیرونی حضرات صرف:-/9 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ

جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد (ضلع بہاول نگر)

آداب اسلام

ہر شعبہ زندگی سے متعلق اسلامی آداب کا ایک جامع ترین ذخیرہ جسے شرعی وفاقی جسٹس مولانا محمد مفتی عثمانی صاحب مدظلہٗ نے ازحد پسند فرمایا۔ کتاب میں ان کی تقریظ شامل ہے۔

..............چند آداب ملاحظہ ہوں..............

سرکار دو عالم ﷺ کے آداب۔ آداب زیارت روضہ اقدس۔ حضرات صحابہ کرام کا ادب۔ حضرات اہل بیت کا ادب۔ قرآن مجید کے آداب۔ آداب تلاوت۔ آداب مسجد۔ آداب ذکر۔ آداب دعا۔ استفتاء کے آداب۔ امام مقرر کرنے کے آداب۔ آداب مجلس۔ آداب معلم۔ والدین کے آداب۔ کھانا کھانے کے آداب۔ پانی پینے کے آداب۔ میزبان کے آداب۔ مہمان کے آداب۔ سونے کی آداب۔ لباس کے آداب۔ عیادت کے آداب۔ مسلمان بھائی کا عیب ظاہر کرنے کے آداب۔ قسم کے آداب۔ آداب خط و کتابت۔ آداب خواب۔ آداب طب۔ آداب سلام۔ مصافحہ معانقہ وقیام۔ بیٹھنے، لیٹنے اور چلنے کے آداب۔ اجازت لینے کے آداب۔ شعر کہنے اور سننے کے آداب۔ مزاح کے آداب۔ کسی کا انتظار کرنے کے آداب۔ ہدیہ دینے کے آداب۔ آداب سفر۔ وعظ کہنے کے آداب۔ وعظ سننے کے آداب۔ خوشبوؤں کے آداب۔ سکرات اور بعد موت کے آداب۔

دینی مدارس میں داخل نصاب کرنے کے قابل ہے۔ صرف بارہ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

یہ رسالہ خلیفہ حضرت حکیم الامت عارف باللہ سیدی حضرت حاجی محمد شریف کا اصلاح فرمودہ ہے جس کے متعلق ان کا ارشاد یہ ہے "پرلطف اور پر معنی مضمون ہے جوں جوں پڑھتا جاتا تھا شوق بڑھتا جاتا تھا۔ بعض ایسے لطیف آداب پہلی بار پڑھے کہ میں خود ندامت میں ڈوب جاتا تھا اور اپنی اصلاح کی فکر پاتا تھا۔ بحمد للہ مجھے بے حد نفع ہوا اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس سے نفع دے"۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ

جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد (ضلع بہاول نگر)

رسالہ محبت رسول ﷺ

اس کتاب کا مطالعہ کر کے قاری یقیناً اپنے قلب میں حضور ﷺ سے محبت میں ترقی اور اضافہ محسوس کرے گا چند عنوانات ملاحظہ ہوں۔

سرکار دو عالم ﷺ سے محبت رکھنا صرف جز ایمان ہی نہیں بلکہ مدار ایمان ہے۔ محبت کے معنی ومفہوم۔ آپؐ سے حضرات خلفاء راشدینؓ وامہات المؤمنینؓ ' حضرات صحابہ عظامؓ سے محبت کے چند واقعات۔ آپؐ کی اپنی پوری اُمت سے محبت کے چند واقعات۔ آپؐ کی اپنی پوری امت سے محبت کے بارے میں احادیث مبارکہ۔ اکابرین دیوبندؒ کی آپؐ سے واقعات محبت میں مستقل مقالہ۔ سرکار دو عالمؐ کے حقوق۔ درود پاک کے فضائل وبرکات۔ دلچسپ اور انوکھے انداز میں تاجدار دو عالم ﷺ کا حسن وجمال۔

جملہ اسباب محبت آپؐ کی ذات پاک میں بدرجہ کمال واتم موجود ہیں۔

مجموعہ نعت (حمد ونعت کا بہترین مجموعہ)

زیر طبع　　　　　　قیمت:-/8 روپے

اتباع سنت کی ضرورت واہمیت (زیر طبع)

جواہر الحسن

عارف باللہ خسرو دربار اشرفی خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب قدس سرہ کی زبانی حضرت حکیم الامت کے ملفوظات طیبات کا نیا ''ذخیرہ ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا'' جس پر بعنایت مسرت مفتی پاکستان سیدی ومرشدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے دو تقاریظ تحریر فرمائیں جو کتاب میں شامل ہیں۔ (زیر طبع)

ادارہ تالیفات اشرفیہ

جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد (ضلع بہاول نگر)

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کا
علماء طلباء مشائخ اور مفتی صاحبان سے خطاب

اس رسالہ کو مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم صدر دارالعلوم کراچی نے ازحد پسند فرمایا اور حضرات علماء کو اس کے غائر مطالعہ کی تاکید فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی شیر محمد صاحب علوی جامعہ اشرفیہ لاہور میں فرماتے ہیں ماشاء اللہ بہت عمدہ انتخاب ہے حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ و ملفوظات میں جو موتی اور جواہرات بکھرے ہوئے ہیں ان کو بہت خوبی کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم قریشی صاحب زید مجدھم کو مزید ہمت و توفیق اور علماء خطباء اور طلباء وغیرہ حضرات کو حضرت قدس سرہٗ کے ان جواہر پاروں سے پورا استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد (زیر طبع)

معارف و مسائل رمضان

بظاہر یہ مختصر رسالہ ہے مگر اس میں رمضان المبارک کے بارے میں بڑی بڑی ضخیم جلدوں سے زاید علوم و معارف کا ذخیرہ ملے گا۔ چند عنوانات ملاحظہ ہوں۔

رمضان المبارک کی مسنون دعائیں۔ تلاوت قرآن پاک کے احکام و آداب' رمضان المبارک اور مجاہدہ' فضائل رمضان و روزہ' عبادات رمضان اور ان کی ارواح' تراویح' شب قدر' اعتکاف' عیدالفطر وغیرہ کے فضائل و احکام' آخر میں حضرت مفتی پاکستان سیدی و مرشدی مولانا مفتی شفیع صاحب قدس سرہٗ کا رسالہ احکام رمضان المبارک ہے جس میں جملہ مسائل کا بیان آ گیا ہے۔

قیمت صرف: 8 روپے

ادارہ تالیفات اشرفیہ

جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد (ضلع بہاول نگر)